قلبِ سلیم

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝

"القرآن"

یعنی

ملفوظاتِ امام الاولیاء حضرت سید محمد عبد اللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت سید محمد نواز شاہ صاحب قادری سجادہ نشین

ادارۂ القادر

قادر بخش شریف کمالیہ لائل پور

بار اول ــــــــ تعداد دو ہزار ــــــــ قیمت

اِنتساب

بنامِ شاہدِ نازک خیالاں

عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں

وسیلہ

ما من جان و دلِ آشفتگاں واللہ توئی
ما غریباں را وسیلہ شاہ عبداللہ توئی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۂ حسبی قادری

السلام اے رحمۃ للعالمین	اے امام اولین و آخرین
السلام اے شافع روزِ جزا	السلام اے مرکزِ مہر و وفا
اے امام الانبیا باد السلام	الصلوٰۃ والسلام والسلام
السلام اے راحتِ جانِ حزیں	اے ظہورِ نورِ حق نورٌ مبین
پاسبانِ ملتِ حضرت خلیل	السلام اے مظہرِ شانِ جلیل
السلام اے شاہِ خوباں السلام	غمگسارِ نوعِ انساں السلام
السلام اے مرکزِ پرکارِ عشق	السلام اے حاملِ اسرارِ عشق
اے متاعِ دین و ایماں السلام	السلام اے سیدِ خیر الانام
السلام اے نورِ ربِّ ذوالمنن	دل فدایت میکنم ہم جان و تن
حضرتِ شاہ علی شیرِ خدا	السلام اے مرتضیٰ مشکل کشا
السلام اے مرجع اہل الیقیں	السلام اے رونقِ ایمان و دین

سیدِ کون و مکاں باد السلام | یا حسینؑ ابن علی باد السلام

سید الشہدا شہیدِ کربلا | السلام اے شاہدِ سرِّ الٰہ

السلام اے گوشۂ جگر بتول | السلام اے قرۃ العینِ رسول

السلام اے ہادیِ دینِ متین | السلام اے شاہ زین العابدینؑ[4]

حضرتِ باقرؑ[5] و جعفرؑ[6] السلام | یا امام موسےٰ کاظمؑ[7] السلام

حضرتِ موسیٰ رضاؑ[8] باد السلام | یا شہِ معروفِ[9] کرخی السلام

سریؒ[10] سقطی رہبرِ اہلِ کرم | چشمۂ صدق و صفا باد السلام

السلام اے سرگروہِ اہلِ حق | حضرتِ جنیدؒ[11] بغدادی سلام

اے گلِ گلزارِ ربّ العالمین | عارفِ حق حضرتِ شبلیؒ[12] سلام

اے دُرِ دریائے وحدت السلام | شانِ ایزد بوالفضلؒ[13] باد السلام

اے درخشاں کوکبِ انوارِ حق | حضرتِ ابوالفرحؒ[14] باد السلام

عارفِ کامل جنابِ بوالحسنؒ[15] | پیشوائے اتقیا باد السلام

عارف باللہ جنابِ بوسعیدؒ[16] | راہنمائے اصفیا باد السلام

اے دُرِ تابندۂ نورِ قدیم | حضرتِ محبوبِ سبحانی سلام

الصلوٰۃ والسلام والسلام | غوثِ اعظم شاہِ جیلاں السلام

السلام اے حضرتِ عبدالوہابؒ[18] | سید السادات فضل اللہؒ[19] سلام

السلام اے رہنمائے دینِ حق | حضرت ابوالفرحؒ[20] باد السلام

مرحبا اے گنج بخشِ خاص و عام / گنجِ عرفاں سید احمد[۲۱] السلام

اے شہود و شاہد و مشہودِ حق / حضرت سید شاہ مسعود[۲۲] السلام

رونقِ کاشانۂ دیں السلام / شاہ نور الدین علی[۲۳] باد السلام

السلام اے بحرِ عرفاں شاہ میر[۲۴] / شاہ شمس الدین[۲۵] محمد السلام

شاہدِ مقصودِ ربانی سلام / شاہ محمد غوث جیلانی[۲۶] سلام

آشنائے رمزِ حقانی سلام / عبد القادر[۲۷] شاہِ ثانی السلام

السلام اے شیخ محمد[۲۸] بالا پیر / مظہرِ انوارِ ربانی سلام

جلوۂ شمعِ رسالت السلام / عبدِ قادر[۲۹] شاہ ثالث السلام

السلام اے خضرِ راہ عبد الوہاب[۳۰] / اے جہانِ معرفت باد السلام

افتخارِ بزمِ امکان السلام / حضرت زین العابدین[۳۱] باد السلام

مظہرِ قدرت جناب عبد الرزاق[۳۲] / طالب و مطلوبِ حق باد السلام

سرِ قدرت حضرت سید مصطفےٰ[۳۳] / نورِ حق محمود[۳۴] جیلانی سلام

مخزنِ رشد و ہدایت مجتبےٰ[۳۵] / عظمتِ دیں سید حیدر السلام

حضرت سید غوث[۳۶] فخرِ اصفیاء / آفتابِ دین و ایماں السلام

دستگیرِ خستگانِ راہِ حق / دستِ قدرت شاہ امان اللہ[۳۸] السلام

السلام اے نخلِ دینِ مصطفےٰ / شیرِ حق شیر علی[۳۹] باد السلام

اے گلِ گلزارِ ختم المرسلین / چراغ علی شاہ[۴۰] شاہِ دیں باد السلام

اے سرورِ جان سرورِ جانِ ما — قطبِ عالم قطبِ الاقطاب[۴۱] السلام

قبلۂ جان و دل و ایماں سلام — ہادیٔ ما شاہ عبداللہ[۴۲] سلام

اے حریمِ دل سرورِ جانِ ما — سرِ جانِ ما و ہم جانانِ ما

”اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما“ — دست گیرِ بیکساں مولائے ما

دم بدم ہر دم صلوٰۃ و السلام — المدامُ و المدامُ و المدام

گدائے در دولت

عبدالحمید قادری عفی عنہ

لے تاجدار انبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ (۳) حضرت امام حسین علیہ السلام (۴) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام (۵) حضرت امام باقر علیہ السلام (۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام (۷) حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام (۸) حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام (۹) حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) حضرت سری سقطی رح (۱۱) حضرت جنید بغدادی رح (۱۲) حضرت شیخ ابوبکر شبلی رح (۱۳) حضرت ابوالفضل عبدالواحد رح (۱۴) حضرت ابوالفرح الطرطوسی رح (۱۵) حضرت ابوالحسن ہنکاری رح (۱۶) حضرت ابوسعید مبارک مخدومی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷) حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸) حضرت سید عبدالوہاب رح (۱۹) حضرت سید فضل اللہ رح (۲۰) حضرت سید ابوالفرح صوفی رح (۲۱) حضرت سید احمد گنج بخش رح (۲۲) حضرت سید مسعود رح (۲۳) حضرت سید نورالدین علی رح (۲۴) حضرت سید شاہ میر رح (۲۵) حضرت سید شمس الدین محمد رح (۲۶) حضرت سید محمد غوث جیلانی رح (۲۷) حضرت سید عبدالقادر ثانی رح (۲۸) حضرت شیخ بالاپیر رح (۲۹) حضرت سید عبدالقادر ثالث (۳۰) حضرت سید عبدالوہاب رح (۳۱) حضرت سید زین العابدین رح (۳۲) حضرت سید عبدالرزاق رح (۳۳) حضرت سید محمد مصطفےٰ رح (۳۴) حضرت سید محمود جیلانی رح (۳۵) حضرت سید مجتبےٰ المعروف چراغ شاہ رح (۳۶) حضرت سید حید ربخش رح (۳۷) حضرت سید غلام غوث رح (۳۸) حضرت سید امان اللہ المعروف سلطان ہاتھیوان رحمۃ اللہ علیہ (۳۹) حضرت سید علی شاہ رح (۴۰) حضرت سید چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (۴۱) حضرت سید قطب علی شاہ قطب الاقطاب (۴۲) امام الاولیا حضرت سید محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۴۳) قبلہ حضرت سید محمد نواز شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار عالیہ قادر بخش شریف ۔

پیش لفظ

سب حمد و ثنا اُسی ذات وحدہٗ لاشریک کو سزاوار ہے جو محمُود ہے
ہر حامد کا اور معبود ہے ہر عابد کا۔ تمام بڑائیاں سب بزرگیاں اور تمام عزت اسی
کے لیے ہے اور کبریائی صرف اسی کو زیبا ہے نہیں ہے اس سے بڑھ کر یا اس
کے برابر اور ہم مثل کوئی شے۔ وہ واحدالوجود ہے اور کوئی اس کا غیر موجود نہیں۔
وہ خالق کل شیئٍ احسن الخالقین ہے کہ جس نے نہایت محبّت کے ساتھ اپنے نورِ
وجود سے نُورِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ظاہر کیا اور اِس نُور سے تمام کائنات کا ظہور
فرمایا۔ پھر نورِ ذاتِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تمام مومنوں، متقیوں۔ عابدوں، زاہدوں،
عارفوں۔ صالحین اور صادقین اور جملہ فقراء۔ اغنیا و اولیا کا مرکز اور قبلہ مقرّر
فرمایا۔ اس ذاتِ پاک کے احسانات کی شکر گذاری کے لیے مجھ ایسے خطا کار
اور ہیچ مداں کے پاس سوائے اظہارِ درماندگی و بیچارگی کے کچھ بھی نہیں ہے۔
یہ اس کی کتنی بڑی عنایت اور بندہ نوازی ہے کہ اس نے بکمال شفقت حضور

مرشدنا و مولینا امام الاولیا حضرت سید محمد عبداللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کی ترتیب کی خدمت سے مجھے نوازا اور اس ذرۂ بے مقدار کو اُن کی تکمیل کی توفیق عنایت فرمائی۔

حضور کی مجالس کا تذکرہ مجھ ایسے پس ماندہ طالب علم اور ایک ادنیٰ غلام کے لیے کوئی معمولی کام نہ تھا۔ حضور کی ظاہری حیاتِ احسن صفات میں کاش کہ آپ کے مواعظِ حسنہ کو کوئی مردِ خدا اس نیت سے باقاعدہ معرضِ تحریر میں لاتا کہ یہ مبارک کلام ایک دن اُن تشنہ کامانِ محبت کی کسی قدر تسکین کا موجب بن سکے جو حضور کی پردہ پوشی کے بعد اُن کے مبارک لبوں سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کے لیے ترسیں گے اور جب اُن کی رُوحیں اس محبوب راہنما کی یاد میں تڑپیں تو یہ کلام اُن کے زخمی دلوں کے لیے دمِ عیسےٰ ثابت ہو۔

ے چہ ساز بود کہ در پردہ می زد آں مطرب
کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پُر ز ہوا است

حضور مرشدنا و مولانا قدس سرہٗ العزیز کی حیاتِ مبارک میں ہمارا یہ حال تھا کہ کشمکشِ حیات سے اکتا کر معروضات کا پشتارہ اُٹھائے۔ جب خدمتِ عالیہ میں پہنچتے تو آپ ایک ہی نظر میں تمام کیفیات سے آگاہ ہو جاتے پھر زندگی کی اُن الجھنوں کو اس طرح صاف فرماتے جاتے کہ دل و دماغ پر کلفتوں کے چھائے ہوئے گرد و غبار غائب ہو جاتے۔ شرم و ندامت سے

آنسوؤں کی ایسی جھڑیاں لگ جاتیں جو دلوں پر چھائی ہوئی کدورتوں کو دھو کر انہیں صاف کر دیتیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہماری دلی کیفیتوں سے متعلق کلام فرمائے جا رہے ہیں۔ مگر مخاطب کسی اور صاحب سے ہیں اور ہمیں یہ محسوس ہی نہیں ہونے دیتے کہ در اصل روئے سخن ہماری جانب ہے۔ اسی طرح ہر شخص کی پردہ پوشی فرماتے۔ براہِ راست کوئی حکم صادر نہ فرماتے تا کہ عدم تعمیل کی صورت میں طالبوں کی گردنوں پر بارِ گراں نہ بنے۔ حضور کے وصال پر ہر خاص و عام کا یہ حال تھا کہ سوائے غمِ جاناں کے کوئی تذکرہ نہ تھا۔ جدھر نظر اٹھتی غم و اندوہ کے سائے نظر آتے۔ ہر آنکھ اشکوں کا طوفان لیے ہوئے اور ہر لب پہ آہ سوزاں رقصاں تھی۔ ہماری اگر کوئی آرزو تھی تو صرف یہ کہ وہ میٹھی میٹھی پیاری زبان اور سادہ سادہ تشبیہات کے پردہ میں حق کی مترنم آواز اسی سادگی اور دلفریبی کے انداز میں کبھی تو گوشِ جان پر وارد ہو کبھی تو وہ آواز خرد کی تنگ دامانی پر بجلی بن کر گرے اور روح کو بیتاب کر دے ہاں وہی آوازِ دل نواز جس سے عقل و جان کے عقدے کھلتے تھے اور روح کی بے تابیوں کو فروغ ملتا تھا پھر لذتِ سماعت پیدا کر دے۔ ؎

همه شب دریں امیدم که نسیمِ صبحگاهی
به پیامِ آشنایاں بنوازد آشنا را

آخر کار جب کچھ دن گذرے اور طبیعت کسی قدر سنبھلی تو خیال آیا کہ

اگرچہ اس طائرِ عرش آشیاں اور طوطئ شیریں بیاں کی مترنم صدائے حق سے ہمارے ظاہری کان پھر آشنا نہ ہوسکیں گے تاہم اگر حضور کے ملفوظات کو محفوظ کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو رہروانِ کوئے دوست کی کسی قدر تسکین کی صورت نکل آئے گی۔

پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا
جاں نذرِ دلفریبئ عنواں کیے ہوئے

حضور کی حیاتِ بابرکت میں ہی ایک برادرِ طریقت اس خدمت پر مامور تھے چنانچہ حضور کے اس ادنیٰ غلام نے قبلہ و کعبہ حضرت سیّد محمد نواز شاہ صاحب سجادہ نشین اور حضرت سید محمد ظفر شاہ صاحب قبلہ (صاحب زادگانِ حضرت مرشدنا ومولیٰنا) کی خدمت میں ان ملفوظات کی ترتیب کے لیے عرض کیا۔ جواب ملا، جو صاحب اس کام پر مامور تھے اُن سے تو کچھ حاصل نہیں ہوسکا تاہم کوشش کرینگے کہ اللہ تعالےٰ اس کی کوئی بہتر صورت پیدا فرما دے۔ چنانچہ آپ حضرات کی مساعئ جمیلہ سے الحمدللہ کہ تین مختلف مسودے میسّر آگئے جو آپ نے بکمال مہربانی اس غلامِ بیدام کو انہیں باقاعدہ ترتیب دینے کی غرض سے بھجوا دیئے۔ ان حضرات کی اس کرم نوازی کے لیے میں بے حد ممنون ہوں اور پر امید ہوں کہ اس حیاتِ مستعار میں اور اس کے بعد بھی اُن کی کرم فرمائیاں شاملِ حال رہیں گی۔

جن حضرات سے مسودے وصول ہوئے ہیں ان کے اسمائے گرامی

یہ ہیں۔

۱۔ ماسٹر عبد العزیز صاحب

۲۔ مولوی نور الحق صاحب

۳۔ جناب انور علی شاہ صاحب

اِن مسودوں کی مجموعی کیفیت یہ تھی کہ وہ کتابی صورت میں لانے کی غرض سے نہیں لکھے گئے تھے بلکہ اِن صاحبان نے اپنے ذاتی ذوق وشوق کی تسکین کے لیے حضور مرشدنا و مولانا نور اللہ مرقدہٗ کے مواعظہ حسنہ کے مختصر نوٹ لے رکھے تھے جن میں کہیں اختصار تھا تو کہیں وضاحت بھی تھی۔ چنانچہ زیرِ نظر ملفوظات کی ترتیب میں اصل مسودوں سے حتی الامکان ہٹنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ البتہ انہیں حضرتِ شیخ کے اسلوبِ بیان کے مطابق ترتیب دینا حضرت قبلہ وکعبہ کی تائید غیبی کے سوا ناممکن تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ بعض مقامات پر باوجود دلی رغبت کے دو دو ہفتے قلم ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا اور ایک لفظ بھی نہ لکھ سکا۔ پھر جب وجدانی کیفیتیں ساتھ دینے لگتیں تو قلم کی روانی مسلسل جاری رہتی۔ چنانچہ نہ تو یہ مبالغہ ہے اور نہ ہی کسرِ نفسی کہ حضور کے ملفوظات کو ترتیب دے لینا میری ذاتی ہمت اور قابلیت سے دُور تھا اور اس سے بڑھکر کوئی صداقت نہیں کہ میری حیثیت اس میں صفر کے برابر رہی ہے[1]۔

---

[1] تاہم اگر اہلِ نظر حضرات کے نزدیک اس میں کوئی خامی رہ گئی ہے تو براہِ کرم دُعائے مغفرت کے ساتھ اسے اس خادم کے نام منسوب فرماویں۔

کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے سوانح حیات "صاحب زادہ اعلیٰ حضرت سید محمد ظفر شاہ صاحب قبلہ نے ترتیب دیے ہیں۔ اگرچہ آپ اور آپ کے برادر بزرگ حضرت سید محمد نواز شاہ صاحب قبلہ "سجادہ نشین" ابھی جواں سال ہیں مگر بمطابق ارشادِ الٰہی "اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ط" اللہ تعالےٰ نے آپ حضرات کے مبارک سینے اپنی نعمتوں کیلیے کشادہ فرما دیئے ہیں اور حضرتِ شیخ قدس سرہٗ کی دولتِ علم الیقین سے آپ حضرات نے وافر حِصّہ پایا ہے۔

مقدمۃ الکتاب حضرت ابوالحقائق پیر سید امانت علی شاہ صاحب قبلہ (بیت الامان مغلپورہ گنج لاہور) نے تحریر فرمایا ہے۔ آپ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے سربرآوردہ بزرگ، علومِ ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ، عالمِ باعمل اور طالبانِ حق کے راہنما ہیں۔ لاہور میں بالخصوص اور مغربی پاکستان میں بالعموم آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

اگرچہ کارزارِ حیات میں زندگی کی کئی بہاریں نامۂ اعمال سیاہ کرنے میں کٹ گئی ہیں۔ اور خارزارِ عصیاں میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں تاہم زندگی کی مسلسل تاریکیوں میں ایک ایسا مبارک دن بھی طلوع ہوا جس سے

ظلمت دور اور زندگی کو ایک نئی لگن حاصل ہوئی۔ آج سے کم وبیش پندرہ سال پہلے لاہور میں نیاز مند کے بڑے بھائی اور حضور کے ایک مقرّب درویش قبلہ حاجی عبدالکریم صاحب کے مکان پر سرکارِ والا تبار تشریف لائے اور شام کا کھانا وہیں تناول فرمایا۔ کھانا خاص اہتمام سے تیار کیا گیا تھا۔ اگرچہ دعوت پر میں بھی مدعو تھا مگر اُن دنوں اعلیٰحضرت سے میرا تعارف نہ تھا۔ تمام عرصہ برادر محترم حضرت کی میزبانی میں مصروف رہے۔ کھانے سے فراغت پانے کے بعد واپس تشریف لے جاتے ہوئے آنحضرت اس کمرہ سے گزرے جہاں میں بیٹھا تھا۔ ایک خوش پوش اور مقبول صورت بزرگ کو اپنے سامنے دیکھ کر میں تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ اِدھر آپ نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اُدھر بھائی صاحب نے پکارا "یہ میرا چھوٹا بھائی عبدالمجید ہے" میں نے بڑھ کر مصافحہ کیا، اور آپ تشریف لے گئے۔ میں بیٹھ کر سوچنے لگا کیسی پیری ہے کہ اچھّے اچھّے کپڑے پہن لیے اور عمدہ عمدہ کھانے کھا لیے"۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے بھائی صاحب کی خدمت میں عرض کیا" قبلہ! آج آپ نے بخل سے کام لیا ہے۔ یہ کیسا تعارف ہے کہ کچھ دل کی کہی اور نہ کچھ دل کی سُنی"۔ بھائی صاحب نے فرمایا" عزیزم! یہ دین اور محبّتِ الٰہی کا معاملہ ہے۔ یہاں بخل کی گنجائش ہی نہیں۔ ابھی سرکار لاہور ہی میں ہیں۔ صبح میرے ساتھ چلو اور کھل کر باتیں کر لو"۔ دوسرے دن آپ مجھے مال روڈ پر ڈاکٹر جلال الدین دندان ساز کی

دوکان پرلے گئے۔ سردی کا موسم تھا آنحضرت قبلہ وکعبہ دوکان کے سامنے صحن میں ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ اور قریب ہی گھاس کے فرش پر کچھ مقرب درویش بیٹھے تھے۔ سلام و نیاز کے بعد حسب الارشاد میں پاس ہی پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور عرض کیا" قبلہ! جب قرآن مجید ہماری راہنمائی کے لیے موجود ہے۔ احادیث موجود ہیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک ایک واقعہ ہمارے سامنے ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم کسی راہنما کی تلاش کریں اور حضور خاتم الانبیا کے علاوہ کسی اور کو راہنما بنا لیں!" آپ نے فرمایا میں شہری آبادیوں سے دُور دراز کا رہنے والا ایک سادہ دیہاتی ہوں۔ اس لیے شہروں میں رہنے والے لوگوں کی طرح میرا ذہن فلسفیانہ نہیں ہے۔ تاہم میں جو کچھ کہوں ذرا غور سے سُن لو۔ آپ نے مال روڈ پر گذرتی ہوئی موٹروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا" دیکھو! موٹریں سڑک پر بھاگی جا رہی ہیں۔ جن لوگوں نے انہیں بنایا ہے۔ انہوں نے تعلیم کے ابتدائی مدارج طے کرنے کے بعد انجینئرنگ کے امتحان پاس کئے۔ تجربہ گاہوں میں عمر کا ایک حصّہ صرف کیا اور پہلے لوگوں کے علم اور تجربات سے بھی استفادہ کیا۔ پھر بڑی محنت اور کاوش کے بعد ایسی موٹریں بنانے میں کامیاب ہوئے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں موجودہ ترقی کا راز انسان کی صدیوں کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ پھر یہ ممکن کیونکر ہے کہ جس شعبے سے

ہم فائدہ اٹھانے کے خواہش مند ہیں۔ اس سے متعلق صرف کتابیں پڑھ کر ہی کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں اور ماہرین کی کاوش اور تجربات کو نظرانداز کر دیں۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ مَیں ایک عرصہ سے دانتوں کی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ اس بات کا مجھے بھی علم ہے کہ دندان سازی سے متعلق کتابیں موجود ہیں۔ اگر میں ان کتابوں کو پڑھ کر اپنے دانتوں کا علاج خود ہی کرنے کی کوشش کرتا تو کیا یہ دانشوری کی دلیل ہوتی، کیا ایسے فعل سے میرے دانتوں کو مزید تکلیف پہنچنے کا امکان مفقود ہو جاتا، میرے شعور نے تو مجھے یہی مشورہ دیا کہ خطرہ مول لینے کی بجائے یہی مناسب ہے کہ کسی ماہر کی خدمت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور ماہر بھی ایسا ہو جس سے سراسر صحت کی بحالی کی توقع کی جا سکے۔ اناڑی نہ ہو کہ صحت مند دانت بھی اکھاڑ کر باہر پھینک دے۔

پھر فرمایا یہ اُن شعبوں کا حال ہے جن کا تعلق دنیا کے مادی عناصر سے ہے۔ لیکن قرآنِ حکیم اور رسالتِ الٰہی کا منشا صرف مادیات کی ترقی ہی نہیں بلکہ اس کا بلند و بالا مقصد روحانیت کی ترقی ہے۔ یہ علم عرفانِ الٰہی کا ذریعہ ہے اور تمام علموں پر حاوی ہے۔ اس علم سے تمام اشیا کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ یہ علم حضرت آدم علیہ السّلام کو دیا گیا تو وہ تمام ملائکہ پر سبقت لے گئے۔ یہ علم اولادِ آدم کا ورثہ ہے۔ جس نے اسے حاصل کر لیا اس نے تمام علوم پر فوقیت حاصل کر لی۔ ماہرین مادیات نے آج ریڈیو۔ وائرلیس اور ٹیلیویژن

ایجاد کیے ہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آج سے تیرہ سو برس پہلے مسجد نبوی میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے حضرت ساریہ کی کفار کے ساتھ جنگ کا نظارہ فرمالیا۔ اور اسی وقت فرمایا "یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل"

اللہ تعالےٰ نے انسان کو تمام علوم کا خزینہ بنایا ہے اور اس میں تمام اوصافِ حمیدہ اور رذیلہ رکھ دیے ہیں۔ کوئی شے اس سے خارج میں موجود نہیں ہے۔ یہ گنجینۂ معلومات ہے اس انسان نے مادی اعتبار سے نئی نئی چیزیں ایجاد کی ہیں۔ اِن ایجادات کا علم اللہ تعالےٰ نے اس میں پہلے ہی ودلعیت فرما رکھا ہے جنہیں یہ خداداد عقل اور دانش سے اللہ تعالےٰ کے بخشے ہوئے خزانۂ معلومات سے حاصل کرتا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں میں غیرمادی اشیاء کا ادراک محال ہے یہی انسان جب رُوحانیت میں ترقی کرنے لگتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کے خزانۂ معلومات پر چھائے ہوئے پردے اُٹھتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس کے لیے اشیاء مسخر ہوتی چلی جاتی ہیں اور اگر یہ اسی طرح ترقی کرتا چلا جائے، تو انفس و آفاق میں ہر شے اس کی تابع ہو جاتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود نور و بشریت کا ایک حسین امتزاج ہے۔ جو نورِ ذات سے فیض حاصل کرتا ہے اور مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے حضور کو "رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن" ارشاد فرمایا ہے چنانچہ اصحاب رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کا دستور تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت

میں لطف اٹھاتے اور عبرت حاصل کرتے تھے اور رسولِ خدا (صلعم) کی پاکیزہ صحبت میں اخلاق اللہ کی تعلیم پاتے تھے۔ اور ان کے عقدے کھلتے تھے۔ اس لیے جب تک کسی ایسے مردِ خدا کی صحبت اختیار نہ کی جائے جو رسول اللہ سے آج بھی صحبت رکھتا ہو اور حضور کا ہدایت یافتہ ہو قرآن مجید کا سمجھنا محال ہے۔

واقف نمی شوند کہ گم کردہ اند راہ
تا رہرواں بہ راہنمائے نمی رسند

قرآن مجید آج بھی موجود ہے مگر پڑھنے والے خال خال ہیں۔ قرآنِ حکیم کا پڑھنا یہ ہے کہ آیات مطہرہ اپنا رنگ دکھلائیں اور حروفِ مقطعات اپنا مفہوم بیان فرماویں۔

پڑھنا گڑھنا کسب ہے اور سنوارے حبیب
جس پڑھنے شوہ پائیے وہ پڑھنا کسے نصیب

پھر قدرے توقف کے بعد فرمایا "عبدالحمید! اگر اچھا کھانا کھانے اور عمدہ کپڑا پہننے میں دلی رغبت اور ارادہ کا دخل ہو تو یہ دنیاداری ہے۔ اور جب اپنا ارادہ اٹھا لیا تو پھر وہ ذات کریم جو کچھ بھی عنایت فرمائے اس کی مہربانی ہے نہ تو موٹا کپڑا پہننے اور سادہ غذا کھانے میں رنج ہے اور نہ ہی عمدہ پوشاک اور عمدہ کھانا کھانے میں خوشی اور رغبت ہے۔ البتہ صبر اور شکر کا دامن ہاتھ

سے نکلنے نہ پائے۔"

اس کے بعد دیگر مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ سلام و نیاز کے بعد جب میں وہاں سے رخصت ہوا تو خیالات کی ایک دنیا ساتھ تھی۔ شاید یہ زندگی کا پہلا موقع تھا کہ بقول ایک بزرگ کے میں نے اپنے تئیں مفلس اور صاحبِ مخاطب کو مخلص پایا۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آدمی میں حیوانِ مطلق (چوپایہ) سے زیادہ قوی عقل اور جان ہوتی ہے اسی طرح آدمیوں سے زیادہ مضبوط اور قوی تر جان اور عقل ہر نبی اور ہر ولی میں ہوتی ہے۔

آدمی را عقل و جانِ دیگر است	غیر فہم و جاں کہ در گاؤ خر است
ہست جانے در نبی و در ولی	باز غیر از عقل و جانِ آدمی

پھر فرماتے ہیں کہ جب انبیا اور اولیا کا اثر بالذات خارجی اشیا پر ہوتا ہے تو معجزات اور کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ مثلاً دریا کا پھٹ جانا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ ہوا میں اڑنا۔ دریا پر چلنا۔ آنِ واحد میں ہزاروں میل کا سفر طے کر جانا وغیرہ۔ جس طرح کرامت یا معجزہ کا اثر جمادات پر ہوتا ہے اسی طرح منشائے الٰہی سے اُن کا اثر بلا واسطہ لوگوں کے دلوں پر بھی ہوتا ہے اور وہ ہدایت پا کر نئی زندگی سے ہمکنار ہو جاتے ہیں

۱. معجزہ اگر بر جمادے کرد اثر — یا عصا یا بحر یا شق القمر

۲. گر اثر بر جاں زند بے واسطہ — متصل گردد بہ پنہاں رابطہ

۳. بر جمادات آں اثر عاریہ است — آں پئے روح خوش متواریہ است

۴. برزند از جانِ کامل معجزات — بر ضمیرِ جانِ طالب چوں حیات

۵ چنانچہ اس لحاظ سے یہ کہنا بلا شبہ درست ہے کہ آپ کی بزرگ و برتر جانِ پاک کا اثر بالذات میری جان نے قبول کیا اور میں زندگی کی حقیقتوں میں غور کرنے پر مجبور ہو گیا۔

۱۔ معجزہ جو کہ جمادات پر اثر کرتا ہے۔ مثلاً معجزہ نے عصائے موسوی پر اثر کیا اور وہ اژدہا بن گیا پھر دریائے نیل پر اثر کیا تو اس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو راستہ دے دیا پھر چاند پر اثر کیا تو وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

۲۔ اسی طرح معجزہ جب بلا واسطہ دل و جان پر اثر کرتا ہے تو مخفی طور پر اس کا اثر منتقل ہوتا ہے۔

۳۔ جمادات پر اس کا اثر ظاہری ہے۔ مگر روح اور دل و جان پر پوشیدہ اثر ہے۔

۴۔ اللہ تعالےٰ مردانِ کامل کی جانِ پاک سے طالب کی جان اور ضمیر پر معجزہ کی شکل میں ایسا اثر فرماتا ہے۔ کہ طالب نئی حیات سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

۵۔ دنا کا سبق اگر محبت کے گیتوں سے دیا جائے تو وہ مدرسہ سے بھاگنے والے لڑکے کو جمعہ کے دن بھی مدرسہ میں کھینچ لاتا ہے۔

لاہور رنگ رنگ کی مصروفیات اور رنگ رنگ کے خیالات و اعتقادات
کی عجیب و غریب دنیا ہے۔ اسی شہر میں جنم لیا اور اسی شہر میں زندگی کے باقی دن
کٹ رہے ہیں۔ یہاں بیسیوں تحریکیں اٹھیں اور اپنی اپنی بہار دکھا گئیں یہاں
علمی و ادبی مباحثوں سیاسی طالع آزماؤں کی پُر فن تقریروں علم برادرانِ مذاہب
کی دقیقہ سنجیوں کی کبھی کمی نہیں رہی۔ زورِ بیان، فصاحت، بلاغت اور خطابت نے
ہر زمانے میں یہاں نئے نئے اسلوب اختیار کیے مگر ایک سادہ بیان مردِ خدا کی
سادہ سادہ باتوں نے دل پر جو اثر کیا وہ کسی آتش بیان خطیب کا حصہ نہ تھا۔
کیونکہ یہاں زمزمۂ محبت تھا اور وہاں محض فنکاری ؎

درسِ وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفلِ گریز پائے را

غرضیکہ کئی راتوں کی تنہائیوں میں مسلسل غور و فکر کے بعد حضرت قبلۂ
کعبہ سے خدمتِ عالیہ میں حاضری کی اجازت چاہی۔ جواب ملا " یہ فقیر کا
مقام ہے یہاں کسی قسم کی روک ٹوک نہیں۔ آؤ اور اللہ اللہ کرنے والوں میں
شامل ہو جاؤ ؎

بہ بزمِ مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اُسی کی ہے

خدمتِ عالیہ میں پہنچا۔ بیعت سے مشرف فرمایا گیا۔ حضور کی مجالس

کے رنگ ڈھنگ دیکھے مگر جو کچھ دیکھا اور جو کچھ گذرا اس کے بیان کی طاقت سے
قلم اور زبان یکسر محروم ہیں محض اس قدر عرض کرتا ہوں کہ حضرت مرشدنا و مولانا
رحمت اللہ علیہ کی مجالس محض پند و نصائح ہی کی مجالس نہ تھیں بلکہ اُن میں ذوق
و شوق اور ذکر و فکر کی بے پایاں وسعتیں ہوتی تھیں اِدھر زبان مبارک سے حرفِ
آغاز نکلا اُدھر سامعین میں سرور و وجد کی لہر دوڑ جاتی۔ حمد و ثنا اور توحیدِ
الٰہی کے نغموں سے فضا معمور ہو جاتی۔ اور تمام مجلس کیف و مستی میں ڈوب جاتی
اور یوں معلوم ہوتا جیسے تمام اہلِ مجلس حضرتِ شیخ کی ذاتِ والا صفات میں
گُم ہو گئے ہیں۔ ؎

تو نخلِ خوش ثمرِ کیستی ! کہ باغ و چمن
ہمہ زخویش بریدند در تو پیوستند

آپ پر توحید کا رنگ غالب تھا اس لیے اکثر اوقات توحید سے
متعلق کلام فرماتے رہتے۔ عام گفتگو بھی بالعموم توحید پر آکر ختم ہوتی تھی۔ مگر
آدابِ شریعت ہمیشہ ملحوظ نظر رکھتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ برادرِ طریقت میاں
سراج الدین رانجھا نے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ ایک مقرب درویش
میاں سلطان احمد (مرحوم و مغفور) کہتے ہیں کہ نیکی یا بدی دونوں کی توفیق
اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ یہ سن کر آپ نے بہت جلال فرمایا۔ یہ خادمِ
دربار بھی اسی دن درِ دولت پر حاضری کے لیے پہنچا۔ شام کا وقت تھا۔ اور

اعلیٰ حضرت مجلس برخاست فرما کر تشریف لے جانے کے لیے تیار تھے۔ اس وقت تو صرف قدم بوسی کی سعادت حاصل کر سکا۔ دوسرے دن صبح کے وقت مجلس کے آغاز سے پہلے آنحضرت قبلہ و کعبہ حسبِ معمول باہر کھیتوں میں تشریف لے گئے۔ مجھے بھی شوق غالب ہوا اور ملاقات کے لیے چل نکلا۔ اس وقت حضور ایک کھیت کے ہمراہ چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ اور چند برادرانِ طریقت اور دوسرے آدمی بھی موجود تھے۔ میں نے قریب پہنچ کر سلام عرض کیا۔ آپ دیکھتے ہی فرمانے لگے "عبدالحمید! ہم جو برے کام کرتے ہیں کیا یہ کام اللہ تعالےٰ ہم سے کراتا ہے"؟ میں اس اچانک سوال پر کچھ گھبرا یا۔ مگر الحمد للہ کہ فوراً توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہوئی اور میں نے دست بستہ عرض کیا "قبلہ! غلام کی کیا جرأت ہو سکتی ہے کہ اپنی غلطیوں کو اپنے آقا سے منسوب کرے"! فرمایا "ہاں یہی ادب ہے جس نے ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا قصور معاف کرا دیا۔ ہمیں اپنی غلطیوں کے لیے فرمانِ الٰہی فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا کو بہانہ نہیں بنانا چاہیے"۔ پھر فرمایا "حضرت بلھے شاہ کے پیر حضرت شاہ عنایت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن مجلس میں بلند آواز سے انہیں پکارا "بلھے شاہ قصوری"! حضرت بلھے شاہ بہت ذوق و شوق میں آئے اور دست بستہ کھڑے ہو کر کہنے لگے۔

ے اسیں ہاں قصوری ساڈا شہر قصورا اسیں وچ قصوراں رہندے
تسی خاص حضوری تہاڈا شہر حضوری تسیں وچ حضوراں رہندے

فرمایا" ایمان والے نخوت اور غرور کے قریب نہیں پھٹکتے۔ بلکہ عجز و نیاز ہی اُن کا زیور ہوتا ہے"۔ پھر فرمایا" حضرت شیخ قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ آزمائش کے طور پر حضرت سائیں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ بھیجا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم سے فلاں غلطی سرزد ہوئی ہے۔ لہٰذا فوراً حاضر آ کر جواب دو"۔ حضرت سائیں شیر محمد علیہ الرحمۃ فوراً برہنہ پا چل پڑے اور جب شیخ کے دربار کے قریب پہنچے تو گلے میں کپڑا ڈال لیا اور ہاتھ باندھے گھٹنوں کے بل چلتے چلتے بدیدۂ گریاں حضرت قطب الاقطاب کے قدموں میں جا گرے۔ حضرت شیخ نے فوراً انہیں اٹھایا اور بغل گیر ہو گئے"۔ اس قدر فرمانے کے بعد آپ کے مبارک سُرخ و سپید رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔

آپ کے مریدوں کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے مگر آپ ہر ایک کی بات سنتے اور دلداری فرماتے۔ اس سلسلہ میں خود تکلیف اٹھاتے مگر کسی کی دلجوئی اور خاطر داری سے ہاتھ نہ کھینچتے۔ چنانچہ جب آپ کی بیماری نے بہت طول کھینچا۔ کمزوری زیادہ بڑھ گئی۔ اور مسلسل علاج کے باوجود صحت بحال نہ ہوئی تو لاہور میں مقیم مریدوں میں سے میاں عبدالحق، میاں سردار محمد، میاں عبدالجلیل اور یہ خانہ زاد غلام خدمتِ عالیہ میں پہنچے۔ برادرانِ محترم حاجی

عبدالکریم اور میاں عبدالغنی پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ ہم سب نے دست بستہ عرض کیا قبلۂ عالم! لاہور میں طبی سہولتیں زیادہ میسر آسکتی ہیں ہم سب کی التماس ہے کہ حضور والا مقام لاہور تشریف لے چلیں تاکہ ان خادمان در دولت کو بھی خدمت کا موقع ملے۔" فرمایا سردست تو جانا محال ہے۔ تاہم میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ میں لاہور والوں کو مایوس نہیں کروں گا۔" چنانچہ بیماری اور کمزوری کی شدت کے باوجود آپ سفر کی تکلیف گوارہ فرماتے ہوئے چند دنوں بعد لاہور تشریف لے آئے۔ اور اس طرح دلجوئی کے اس رنگ کو جو آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ اس قدر تکلیف کے باوجود نہ بدلا ڈاکٹروں اور حکیموں کا مشورہ تھا کہ آپ لوگوں سے کلام اور ملاقات بند فرمادیں۔ مگر جب یہ خبر پہنچتی، کہ مشتاقانِ دیدار کا باہر اجتماع ہے تو آپ بے تاب ہوجاتے اور فوراً سب کو طلب فرمالیتے۔ چنانچہ جس روز آپ نے لاہور پہنچنے کا وعدہ فرمایا اس سے دوسرے دن صبح کے وقت آپ نے ہم سب کو طلب فرمالیا۔ حالانکہ وہ حکیم صاحب جن کے آپ زیرِ علاج تھے پاس ہی بیٹھے تھے۔ جب ہم خدمتِ عالیہ میں پہنچے تو آپ نے فرمایا "مریدوں کا طبقہ بڑا نادان ہے۔ یہ حقیقتِ حال سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔" یہ فرماتے ہی آپ کے مبارک رخساروں پر آنسو چمکتے ہوئے موتیوں کی لڑیوں کی طرح ظاہر ہوئے۔ ہم سبھی اپنے جذبات کو دبانے کی انتہائی کوشش کر رہے تھے۔ مگر پھر بھی قابو سے باہر ہوا ہے تھے معاً آپ

نے حکیم صاحب کی طرف دیکھا اور فرمایا "حکیم صاحب! ہمارا رونا کسی جسمانی تکلیف اور دکھ کی وجہ سے نہیں ہے کہ بیماری میں اضافہ کا باعث بنے، بلکہ اس رونے سے ہمارے دلوں کو تقویت اور روحوں کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔ یہ تو اس تعلّق کی بنا پر ہے جو ہم نے اپنے مولا سے قائم کر رکھا ہے اگر کسی بیمار کو اس کا جانی دوست ملنے آئے تو اسے کس قدر خوشی ہوتی ہے۔ پھر پیر اور مرید کا تو رشتہ ہی جانی اور روحانی ہے"۔

آج اگرچہ ہم نے آپ کے ملفوظات کو محفوظ اور آپ کی سیرتِ پاک کے بعض پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر وہ حضرات جنہوں نے آپ کو قریب سے اور گہری نظر سے دیکھا ہے اس حقیقت کا اعتراف فرمائینگے کہ آپ کی سیرتِ حسنہ کے کئی اہم گوشے باوجود انتہائی کوشش کے پردۂ راز میں رہ گئے ہیں۔ اور اسی طرح آپ کے تمام ارشادات عالیہ بھی مرتب نہیں کئے جا سکے لہٰذا اس کے لیے ہم جتنا بھی افسوس کریں بجا ہے۔

ایں شرحِ بے نہایت کز زلفِ یار گفتند

حرفیست از ہزاراں کاندر عبارت آمد

تاہم جو پیش کیا جا رہا ہے۔ اگر برادرانِ طریقت اور طالبانِ حقیقت کی تسکین کا موجب ہو تو یہی اس تمام کوشش کا مقصد ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کے اسوۂ حسنہ کو الفاظ کا جامہ پہنانا

مشکل ہے۔ اقوال اور افعال سے متعلق کہہ لینا آسان ہے مگر اِن کی بنا پر جو
کیفیت مرتب ہوتی ہے اور حال بنتا ہے اس سے متعلق کچھ کہنا مشکل ہی نہیں
بلکہ ناممکن ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ و کعبہ کی یہ وہ صفت ہے جس سے آپ ہمیشہ
متصف رہتے تھے۔ بظاہر یہ بھی آپ کی خصوصیات میں ہے۔ کہ آپ نے
جنگل میں توحیدِ الٰہی اور شریعتِ محمدی کا جھنڈا بلند فرمایا۔ امرِ الٰہی کو غلبہ دیا۔
ایمانوں کو تقویت بخشی سنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو رواج دیا۔
علاوہ ازیں آپ عزم و ہمت صبر و استقلال درگذر اور احسان میں نادرِ زمانہ تھے۔

آپ کا ہر معاملہ بردباری۔ دُور اندیشی اور معاملہ فہمی پر تھا۔ آپ نے
اللہ تعالےٰ کی ان گنت مخلوق کو اسی کی راہ پر ڈال دیا۔ خود قافلہ سالار
کی حیثیت سے راہ کے نشیب و فراز سے تمام قافلہ کی راہنمائی فرماتے ہوئے
آگے بڑھتے چلے گئے۔ آج اگر آپ بظاہر ہم میں موجود نہیں ہیں۔ مگر بلاشبہ
آپ اس مقام پر ہیں جہاں موت خود اپنی حقیقت پر شرمسار ہے۔ بالکل
اسی طرح جس طرح دن کے بعد رات آجانے پر سورج کے وجود سے انکار
کرنا محال ہے۔ چنانچہ آج بھی حضرت شیخ کی ہمت اور راہنمائی آپ کے
اس کارواں کو حاصل ہے اور آپ آج بھی اور اس کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے
اس قافلہ کے سالار اور سردار ہی رہینگے۔

آپ ہی کی محبت سے ہم منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں اور آپ

یہی کی لگن ہمارا زادِ سفر ہے۔ ؎

جادۂ کاروانِ ما نیست بہ نالۂ جرس
عشقِ تو راہ می برد شوقِ تو زاد می دہد

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وَالسّلَام

خاکپائے حضرت شیخ
عبدالحمید قادری عفی عنہ

در مدحتِ

حضرت شیخ قدس سرہٗ العزیز

اے جانِ آرزو کہ شدی از نظر نہاں | یک دم ربودہ صبرِ جانِ ناتواں
اے آفتابِ ملکِ سعادت متاعِ دیں | اے خسروِ یگانہ و سلطانِ و جانِ جاں
اے جرعہ نوش بادۂ مازاغ البصر | بالا بلند و مظہرِ انوارِ لامکاں
روشن شد از نگاہِ تو اوضاعِ کائنات | پیدا شد از لطافتِ تو زینتِ جہاں
اے سیّد محمد عبد اللہ مرحبا ! | صد مرحبا! اے جانِ جہان و جہانِ جاں
صد مرحبا! اے رُوحِ روانِ حریمِ دل | صد مرحبا! اے کاشفِ اسرارِ لامکاں
اے شاہ المدد کہ غمت صبر و ہوش برد | اے خضر الاماں کہ نماند ہم قرارِ جاں
اے صاحبِ کمال و صورتِ جمال | ذکرت خوشا کہ وردِ زبانِ کرد و بیاں
در ہر زماں بلطف و عنایت کشودہ اند | از ہمتِ بلند تو صد کارہائے جاں
عمرِ عزیز گرچہ بعصیاں گذاشتم | لیکن سپردہ ام بنگاہِ تو قلب و جاں
اکنوں ز من بپرس کہ ایں حال از چیست | زاں پیشتر کہ مغز نماند در استخواں
یک نگہ کرم کہ دعا گوئے دو لتم | تا مرغِ جاں قرار بگیرد بملکِ جاں

در مدحتِ تو قادری تنہا نبرد راہ
در رویہ بود دگر یہ و بر فلک داستاں

گدائے درِ دولت
عبد الحمید قادری غفرلہٗ

مقدمۃ الکتاب

از رشحاتِ قلم حضرت ابو الحقائق پیر سید امانت علی شاہ چشتی نظامی مدظلہ العالی
بیت الامان مغلپورہ گنج - لاہور

حضور سرکارِ مدینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں بہتر فرقے پیدا ہونگے۔ ان میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا باقی سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا وہ ناجی فرقہ کونسا ہوگا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ" جس پر میں اور میرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہونگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے مطابق بہتر فرقے تو پیدا ہو چکے ہیں۔ مگر ان میں سے ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو ناجی ہونے کا مدعی ہے۔ تمام فرقے اگر ناجی ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے مطابق تمام فرقے جہنمی ہوں گے صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ کونسا فرقہ ہے۔ جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہے۔ جب تک اس کا کوئی معیار قائم نہ ہو اُس وقت تک اس کا فیصلہ محال ہے۔

حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ" سب سے بہتر زمانہ میرا ہے اور اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اور پھر اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے ملنے والے تابعین کا اور اس کے بعد ان تابعین کے ملنے والوں کا جب تک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ملنے والوں کا زمانہ رہا حدیث کے جمع کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ڈیڑھ سو سال بعد مجتہدین کا زمانہ آیا۔ زمان و مکان اجازت دیتے تھے۔ حدیث جمع ہونی شروع ہوئی۔ محدّثین کرام نے حدیث کے جمع کرنے میں سعی بلیغ سے کام لیا اور روایات کو حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم تک پہنچانے کی کوشش کی۔ روایات کے سلسلہ میں اسماء الرجال قائم ہوئے۔ جس سے حدیث کے صحیح اور غلط ہونے کا معیار قائم ہوا۔ زمان و مکان کے اعتبار سے وہ دور نہایت مناسب تھا کہ کسی بات کو حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم تک آسانی سے پہنچایا جا سکے۔ اب چونکہ اس دَور میں زمان و مکان بوجہ بُعد زمانہ اجازت نہیں دیتے کہ کوئی بات حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم تک پہنچائی جا سکے۔ بُعد اور دُوری کی وجہ سے اگر آج کسی بات کو حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم تک پہنچانا ہو تو سوال

یہ ہے کہ کوئی ایسے ذرائع جو نہایت معتبر اور مستند اور قابلِ قبول ہوں تلاش کیے جائیں جس سے معیار قائم ہو سکے کہ ہمارا مذہب وہی ہے جو ما انا علیہ و صحابی کے معیار پر پورا اترتا ہے اور مذہب کی روایت کو نہایت معتبر، مستند اور قابلِ قبول ذرائع سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم تک پہنچا دے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت اسد اللہ الغالب حیدر کرار پیشوائے جمیع اولیائے امت وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا کے مصداق حضرت باب العلوم والمطالب حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کے ظاہری اور باطنی علوم کا استفادہ فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد وہ علوم ظاہری اور باطنی سینہ بسینہ متواتر اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین کے ذریعہ سے سلسلہ وار ہم تک پہنچے۔ کیونکہ یہ سلسلہ تواتر سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم تک بروایات معتبرہ و مستندہ پہنچا ہے تو مذہب کو پرکھنے کے لیے یہ معیار نہایت روشن اور معتبر ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے ؎

"چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول"

جب تو نے ذاتِ پیر کو قبول کر لیا۔ تو خدا بھی اور اس کا رسول بھی اس میں خود بخود آ گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ تمام سلاسل حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم

تک بوساطتِ اولیاءِ کرام پہنچتے ہیں۔ اس لیے اولیا اللہ کا مذہب یا جو لوگ ان سلاسل سے وابستہ ہیں اُن کا وہی مذہب ہے۔ جو ما انا علیہ واصحابی سے واضح ہوتا ہے۔ اب تمام مذاہب کو جو ناجی ہونے کے مدعی ہیں اسی معیار پر پرکھا جائے۔ جو مذہب اس پر پورا اُترے۔ وہی فرقہ ناجی ہے۔ یہ دلیل روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ اگر اولیاء اللہ معاذ اللہ جہنمی ہیں تو وہ فرقے جن میں ولایت کا دروازہ ہی بند ہے اور اُن میں کوئی ولی نہ پیدا ہوا ہے اور نہ پیدا ہوگا کیسے ناجی ہونے کے دعویدار ہو سکتے ہیں۔

اور یقیناً یہ صحیح ہے کہ اولیاء اللہ ناجی ہیں کیونکہ کوئی ولایت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کا مذہب حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک نہ پہنچتا ہو اور جو معیار "ما انا علیہ واصحابی" کا حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قائم فرمایا تھا اُس پر ہر زمانہ میں وہی لوگ پورے اُتریں گے جو منزلِ مقصود تک پہنچے اور اُن کے ساتھ جو لوگ وابستہ ہوئے اُن کو اُن کے صحیح مقامات تک پہنچایا۔ اس کے لیے چند اور دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت شیخ الاکبر محی الدّین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصوص الحکم میں ارشاد فرمایا کہ محروسہ دمشق میں مجھے خواب دکھایا گیا تو حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت ہوئی۔ سرکارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دستِ مبارک میں ایک کتاب تھی آپ نے فرمایا، کہ یہ کتاب خصوص الحکم ہے اس کی اشاعت کرو۔ چنانچہ وہی کتاب جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دستِ مبارک میں تھی القائے صبوحی سے لکھی۔ اور اپنی طرف سے اس میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا تو ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے براہِ راست کتاب حاصل کی گئی۔ تو ایسی متصل مرفوع روایت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اسی مثال سے تمام اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سمجھ لیجئے کہ انہوں نے شانِ ولایت کے واسطہ سے جو مذہب بھی اختیار کیا ہے وہ وہی ہے جو "ما انا علیہ واصحابی" پر پورا اترتا ہے۔

تو پھر میں یہ کہوں گا کہ میں نے جو مذہب اختیار کیا ہے وہ ایک متصل، مشاہدہ شیخ سے یعنی اپنے پیشوا کو دیکھنے سے اختیار کیا ہے۔ اور میرے شیخ نے پھر اپنے شیخ کو ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کر کے اختیار کیا۔ تو اسی طرح سلسلہ وار میرا مذہب مشاہدہ در مشاہدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم تک پہنچا۔

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول   ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

اسی طرح تمام سلاسل کو سمجھ لیجئے۔ اگر کوئی معترض یہ کہے کہ بعض پیر ایسے بھی ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں۔ کیا اُن کا مذہب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم تک پہنچتا ہے۔ تو پھر میں یہ کہوں گا کہ ایسے شخص کو جو خلاف

شریعت عمل کرتا ہے پیر ہی کہنا نامناسب ہے اور بیعت بھی حرام ہے۔ ہاں اولیا اللہ میں کوئی ایسا دکھاؤ جو خلافِ شریعت چل کر منزلِ مقصود تک پہنچ گیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

دلائل مذکورہ سے یہ ثابت ہے کہ سوائے کسی شیخ کامل کے ساتھ بیعت کرنے کے کبھی صحیح مذہب کی نشاندہی نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے اولیاء اللہ کے ملفوظات اور اُن کی زندگیوں کے حالات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ اور روشن ہدایت ہیں کیونکہ مولا کریم جل مجدہٗ نے صراط الذین انعمت علیھم کہہ کر ہمیں صراطِ مستقیم دکھا دی ہے۔ اب ہمیں یہ چاہیے کہ اُن لوگوں کی تلاش کریں۔ جن پر انعام ہوئے! اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے اس آیت شریفہ میں فرمایا ہے۔ وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ؕ

بغور مطالعہ کیجیے کوئی شخص ایسا ہے جو اِن سلاسل سے الگ بھی ہو اور مقامِ ولایت تک پہنچ چکا ہو۔ تو پھر اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہر مسلمان کے لیے کسی شیخ کی تلاش ضروری اور لازمی ہے سوائے اس کے دینِ حق کا ملنا مشکل اور دشوار ہے۔

اسی ضمن میں حضرت قبلہ مخدوم پیر محمد عبد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ

کے ملفوظات دیکھنے کے لیے فقیر کو کہا گیا۔ فقیر نے بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ تو ان ملفوظات میں مشائخ سابقین کے عمل کا نمونہ ملتا ہے۔ آپ کے تمام وعظ گم کردگانِ راہِ ہدایت کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فقیر نے آپ کی بقیدِ حیات بھی زیارت کی ہے۔ آپ نے نہایت جانفشانی سے ہدایت کی روشنی کو نہایت تاریک مقامات تک پہنچایا۔ اور اکثر گم کردگانِ راہ کو ہدایت بخشی اور اس آفتابِ ہدایت نے مورخہ ۲۹ جون ۱۹۶۱ء مطابق ۱۵ المحرم الحرام ۱۳۸۱ھ وصال فرمایا۔ اب بھی آپ کا مزار شریف موضع قادر بخش شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔ یزار و یتبرک بہٖ۔

از: اے۔ ایچ طارق

فقیر الی اللہ ابو الحقائق پیر سید امانت علی شاہ
چشتی نظامی غفرلہ مغلپورہ گنج۔ لاہور

قطعہ تاریخ وصال

از حضرت ابو الحقائق پیر سید امانت علی شاہ صاحب لاہوری مدظلہ العالی

کمال و کامل و اکمل ولی و سرّ اللہ

جمال مظہرِ حق، رخ چوں شانِ وجہہُ اللہ

لسانِ غیب نظامی بگفت در وصلش

بہارِ خلدِ بریں سیّد محمد عبد اللہ

۱۳۹۱ ہجری المقدس

سوانح حیات

امام الاولیاء حضرت سید محمد عبد اللہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ

از رشحاتِ قلم حضرت سید محمد ظفر قادری مدظلہ العالی قادر بخش شریف

سلطان اولیا زبدۃ الاصفیا امام العارفین سید العاشقین امامِ شریعت شہبازِ طریقت مخزنِ علوم سبحانی منبع انوارِ یزدانی واقفِ اسرارِ معنوی قبلۂ دل وکعبۂ جان حضرت سید محمد عبد اللہ شاہ صاحب قادری ۱۸۹۸ء اور ۱۳۱۱ھ کو اس جہان پر تشریف لائے۔ آپ کے آباؤ اجداد راولپنڈی کے علاقے سے نقل وطن کر کے یہاں رونق افروز ہوئے۔ یہ حکایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ حضرت امام لطیف بری رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کے صاحب زادے سید محمد موسےٰ راولپنڈی سے علاقہ کمالیہ ضلع لائل پور میں پہنچے۔ اور جس جگہ پر آپ نے قیام فرمایا وہاں ایک بستی آباد ہوئی جو بعد میں حضرت ہی کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر جناب شیخ کے جدِ امجد جن کا اسمِ گرامی سید قادر بخش تھا دو بھائی تھے یعنی ایک بھائی سید قادر بخش اور دوسرے عظمت شاہ اِن دونوں صاحبان نے ایک دوسرے کے قریب قریب اپنی اپنی جائے رہائش بنائی جو بڑھتے بڑھتے گاؤں

کی شکل اختیار کر گئے ان دونوں کے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ ہے۔
گاؤں انہی بھائیوں کے نام پر یعنی عظمت شاہ اور قادر بخش کے نام سے مشہور ہیں۔
قبلہ و کعبہ ہادی راہنما کی پیدائش بھی اسی جگہ ہوئی۔ کتنی مبارک ہے وہ
جگہ جہاں خدا تعالےٰ کے فاصد انبیا اور اولیا تشریف فرما ہوں۔ مدینہ منورہ جہاں
میرے محبوب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے۔ ہمارے لیے عرشِ عظیم
کی حیثیت رکھتا ہے! اور پھر جس جگہ اُس محبوبِ حق یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے پیارے اور چاہنے والے ہوں اور اس شمع حقیقی کے پروانے ہوں تو
کیا اُس مقام کی قدر و منزلت کچھ کم ہوگی۔ نہیں بلکہ اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے
تو بھٹکے ہوئے مسافروں کی منزل اور تکیہ گاہِ عاجزاں ہے۔ جناب کی پیدائش
کے وقت آپ کے والدین نہایت تنگی و عسرت میں گزر اوقات کر رہے تھے اور
خود حضور نے بھی اپنی عمر کا کافی حصہ اسی حالت میں گزارا۔ کون جانتا تھا۔ کہ
اِس گدڑی سے بھی لعل نکلے گا۔ کسے خبر تھی کہ اس گھر میں جہاں مفلسی اپنے قدم
جمائے ہوئے تھی۔ ایک ماہِ نورانی چمکے گا۔ جو اپنے نور کی خنک روشنی سے ظلمتِ
جہل کو ایک نیا اُجالا بخشے گا آج سے چودہ سو برس پہلے جو حالت عرب کی تھی وہی
حالت جناب کے زمانہ میں اِس علاقہ میں تھی۔ یعنی لوگ مسلمان تو تھے۔ لیکن یہ
نہیں جانتے تھے کہ اسلام کس چیز کا نام ہے۔ ہندو قوم کے ساتھ رہتے رہتے ہندو
تہذیب اِن میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بالکل انہی کا تاثر لے چکے تھے

اور انہی کے توہمات و رواج مسلمانوں نے اپنائے ہوئے تھے۔ بلکہ یہانتک نوبت پہنچ چکی تھی کہ ہندوؤں کے کہنے پر مرضِ چیچک کو دُور کرنے کے لیے درختوں کی پرستش کرتے تھے۔ یہ اس علاقہ کی حالت تھی جہاں اعلیٰ حضرت سید محمد عبداللہ شاہ صاحب نے قدم رنجہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی قوم حد سے بڑھ جاتی ہے یعنی بہت زیادہ گمراہ ہو جاتی ہے۔ تو ہم اپنا قاصد بھیج دیتے ہیں، تاکہ وہ مخلوق خدا اسی کی راہ پر گامزن کر دے! اور بحرِ ظلمت سے ساحل رحمت کی طرف کھینچ لائے خدائے بلند و بالا نے جب ان لوگوں کو حدُودِ شرعی پھلانگتے دیکھا۔ تو اپنے کرم سے یہ آفتاب طلوع فرمایا۔ جس نے ہر زن و مرد کے خانہ دِل کو اپنی نورانی شعاعوں سے منوّر کر کے اللہ تعالےٰ کی راہ پر ڈال دیا۔

جاء الحق وزھق الباطل اِنّ الباطل کان زھوقا ط

آپ جب کچھ بڑے ہوئے تو پُرانے دستور کے مطابق۔ مسجد ہی سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ پورے ضلع میں۔ صرف چند اسکول تھے۔ اور وہ بھی بڑے بڑے شہروں میں۔ دیہاتی لوگوں کو تو پتہ ہی نہ تھا۔ کہ اسکول بھی کوئی چیز ہے۔ بہرحال آپ نے وہیں مسجد میں ایک دیندار مولوی صاحب سے سلسلۂ تعلیم کا آغاز کیا۔ قرآنِ کریم اور دوسری چھوٹی چھوٹی فارسی کی کتابوں لے کر گلستان بوستان تک تعلیم جاری رکھی۔ ان کے علاوہ بھی چند کتب

آپ کی نظروں سے گذریں۔ آنجناب کی تعلیم کے بارے میں۔ بتانے کی ضرورت اِس لیے محسوس ہوئی کہ مَیں آپ کو یہ بتا سکوں کہ علمِ ظاہر اَور علمِ باطن میں کیا فرق ہے۔ قبلہ وکعبہ کے علمِ ظاہر کے متعلق آپ جان چکے ہیں۔ اب ذرا غور کیجیے۔ کہ اس قدر قلیل علم اور پھر جناب کی فصاحت و بلاغت کے واعظ اور ایسے ایسے نکات بیان فرمانا کہ علماء بھی دنگ و ششدر رہ جاتے۔ کیا یہ اِن چند کتابوں کا نتیجہ تھا؛

یہ تو اہلِ نظر ہی جان سکتے ہیں کہ:۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جب مَیں تم میں سے کسی کو منتخب کر لیتا ہوں تو اُس کو اپنا علمِ خاص یعنی علمِ باطنی عطا فرما دیتا ہوں اور وہ نورِ باطن سے ہر چیز کی کیفیت کو بخوبی پا سکتا ہے۔ اور دوستو! جس کو خدا چُن لے مَیں کون ہوں اُس کی تعریف کرنے والا۔ ایک اور بات میرے ذہن میں رہ رہ کر اُبھر رہی ہے۔ کہ خدا کے منتخب کر لینے کے معانی ہیں: اپنا ہمراز بنا لینا۔ کیونکہ ہر وُہ فرمان جو ہم تک پہنچتا ہے۔ تو اِن ولی اللہ یا نبی اللہ کی زبان درفشاں سے ہی ہم تک پہنچتا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ اس کے ہمراز بھی ہیں اور اُس سے ہم کلام بھی ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بظاہر کوئی علم حاصل

نہ کیا۔ اور اُمّی لقب پایا۔ لیکن دوستو! وہ کیا چیز تھی۔ جس نے ایران و عراق کو جھکایا اور وہ کونسی پالیسی تھی۔ جس سے رُوم مشرف بہ اسلام ہوُا۔ آپ نے کوئی وکالت نہ پڑھی تھی۔ کوئی ڈگری حاصل نہ کی تھی کسی کالج میں تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ صرف ایک تھا پڑھانے والا جس کی قرآنِ پاک ببانگِ دہل گواہی دے رہا ہے

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت

بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرس شد

اُمید ہے کہ میرے اس مختصر سے بیان سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ علم باطن کیا ہے۔ اور علم ظاہر کیا ہے۔ اور اِن دونوں علوم میں فرق کیا ہے حضرتِ شیخ کے یوں تو بچپن کے بہت سے واقعات ہیں مگر میں یہاں دو ایک کا ذکر کرتا ہوُں۔

ابھی آپ پانچ برس کے تھے کہ اپنے ننھیال میں تشریف لے گئے۔ گاؤں کے پاس ہی ایک راہٹ تھا۔ اُس پر خشک ایندھن کا ڈھیر لگا ہوُا تھا آپ نے اُسے آگ لگا دی تو اُس انبار سے اِس قدر بلند شعلے نکلے کہ گاؤں والے خوف زدہ ہو گئے اور آگ بجھانے کے لیے کنوئیں کی طرف دوڑے مگر جب انہوں نے آپ کو پاس کھڑے دیکھا تو سب نے دریافت کیا کہ یہ آگ تو نے کیوں لگا دی اور ہمارا سارے کا سارا ایندھن جلا دیا ؟ آپ نے فرمایا بھئی میں نے ایندھن

نہیں جلایا۔ بلکہ روشنی کی ہے تاکہ اندھیرا دُور ہو جائے یہ آثار آپ کے بچپن میں تھے۔ پھر آپ نے اجالا کر کے دکھایا اور ایسی روشنی کی۔ کہ تمام اندھیرا دُور ہو گیا۔ نور اللہ سے ظلمتِ شیاطین کو بھگا دیا۔

آپ چھوٹی عمر میں ایسی باتیں کرتے جن کو سن کر آپ کی شخصیت کے بارے میں کچھ اور گمان ہوتا۔ آپ بہت چھوٹے تھے۔ اُس وقت کی ایک حکایت ہے پینے کے لیے جب آپ پانی مانگتے تو فرماتے کہ برتن بھرا ہوُا لونگا ورنہ نہیں۔ پانی دینے والے لبالب بھر کے دیتے لیکن ھل من مزید کی صدا پھر ختم نہ ہوتی۔ آخر اہلِ خانہ بہت تنگ آ گئے۔ اور ایک دن حضور کو کنوئیں پر لے آئے اور پانی کے آگے برتن رکھ دیا۔ جو بہت جلد پانی سے بھر گیا۔ اور کہا کہ اب یہ بھر گیا ہے۔ اٹھا کر پی لو۔ مگر جواب میں پھر وہی صدا لئے بازگشت ہوتی۔ چونکہ وہ برتن پہلے سے ہی بھرا ہوُا ہوتا۔ اور جو پانی اور آتا وہ باہر نکل جاتا۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی مانگنے والا خاموش نہ بیٹھتا۔ اور وہی سوال دُہرائے جاتا۔ یہ دیکھ کر سب نے کہا کہ اس سائل کے سوال کا جواب ہمارے تو بس کی بات نہیں ہے۔

یہ تشنگیٔ عشق اس پانی سے کیسے بجھتی یہ تو بغیر وصالِ حبیب کبھی ختم نہیں ہوتی۔ مانگنے والا آخر مانگ کے رہا۔ اور ڈھونڈنے والے نے بالآخر پا ہی لیا۔ جب تک چہرۂ محبوب سامنے نہ ہو تسکین میسر آ ہی نہیں سکتی۔ ؎

تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر ملے ۔۔۔ حُورانِ خلد میں تیری صورت مگر ملے

شروع ہی میں آپ بڑے عابد تھے۔ اور اذان و جماعت کا بے حد شوق تھا۔ وقت گزرتا گیا۔ عہد شباب آن پہنچا۔ یہی آتشِ عشق جو لگائے نہیں لگتی اور بجھائے نہیں بجھتی۔ آپ کو کھینچ کر دربارِ قطبیہ موضع سندیلیانوالی لے گئی۔ جس جگہ شمع فروزاں ہو پروانے خود ہی آجاتے ہیں۔ اور سلسلہ قادریہ کے شیخ کامل حضرت سید قطب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ اور یہی پہلی ملاقات موثر ثابت ہوئی۔ یعنی تسکینِ روح حاصل ہوئی۔ اور قبلہ و کعبہ حضرت قطب الاقطاب کے دستِ بیعت ہو گئے۔ دستِ بیعت کے معنی ہوتے ہیں کسی کے ہاتھ پر بِک جانا اِس لفظ کا صحیح معنی آپ نے بن کر دکھایا۔ جو کچھ گھر میں ملتا شیخ کامل کی نذر کر دیتے۔ اور فرماتے یہ سب کچھ جس کا دیا ہوا ہے اُسی کے حوالے کرتا ہوں۔ اسی طرح آمد و رفت بڑھتی گئی۔ اور آپ کو جس وقت بھی غلبۂ شوق ہوتا فوراً پیرِ کامل کے دربار میں پہنچتے۔ سندیلیانوالی اور قادر بخش شریف کا درمیانی فاصلہ بیس۲۰ میل تھا۔ یہ راستہ آج کے راستوں جیسا نہیں بلکہ آج سے پچاس برس پہلے کا راستہ اُس وقت ہمارے علاقہ میں نہر بھی نہیں آئی تھی۔ بسوں۔ گاڑیوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بڑا دشوار گزار راستہ تھا۔ تمام جنگل پُرخار تھا۔ دُور دُور تک پانی کا نشان نہ تھا۔ ہاں کہیں کہیں کنوئیں ہوتے تھے۔ جن سے پانی میسر آسکتا تھا۔ لیکن واہ رے طوفانِ عشق نہ جنگلی درندوں کا ڈر نہ کانٹوں کی پرواہ۔ آہ! یہ سیلِ محبت بھی انوکھی شے ہے۔

پھُول و خار جو بھی آیا ساتھ بہائے لیے جا رہا ہے کتنا لطف ہے مئے اُلفت کا جس نے پی تادم زیست نشہ نہ اُترا۔ اور پھر یہ شراب تو نظروں سے پی جاتی ہے۔ اور پلائی جاتی ہے۔ یہاں مقدار کا تقاضا ہی نہیں۔ ؎

خمار چیز کی مقدار پر نہیں موقوف
شراب کم ہے تو ساقی نظر ملا کے پلا

جناب کا مؤدب ہونا۔ سبحان اللہ جب بھی مجلس شیخ میں بیٹھتے۔ اُس جگہ بیٹھتے جہاں سب لوگوں کے جُوتے پڑے ہوتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ دورانِ وعظ جب بھی میں اپنی نظریں چہرہ شیخ کی طرف اٹھاتا۔ تو اُن کی نظریں اپنے چہرہ پر گڑی ہوئیں پاتا اور محبوب کو دیکھتے دیکھتے کبھی سیر نہ ہوتا غوثِ زماں حضرت پیر سید قطب علی شاہ صاحب ایک دن محفل برخاست کر کے اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ اور جاتے ہی گھر میں تمام اہلِ خانہ کو بتایا کہ ایک سید لڑکا ہے جو محفل میں تمام لوگوں کے پیچھے جہاں سب کے جوتے پڑے ہوتے ہیں وہاں بیٹھتا ہے۔ مجھے اِس قدر پیارا لگتا ہے۔ جی چاہتا ہے، کہ اُس کو دیکھتا ہی رہوں۔ ایسے غوث کی اتنی پیار بھری نظریں اِس لیے پڑتی تھیں کہ وہاں ایک خزانہ پنہاں تھا جسے وہ افشا کرنا چاہتے تھے۔ جو کہ بعد میں افشا ہُوا اور جس کے اظہار پر لاکھوں لوگوں کو فیض ہُوا۔ ایک دن قبلہ و کعبہ دربار قطبیہ کی مسجد میں اذان دے رہے تھے کہ اعلیٰ حضرت پیر قطب شاہ صاحب

تشریف لے آئے اور مسجد کے باہر کھڑے ہو کر اذان سنتے رہے۔ آپ اذان بہت سریلی آواز میں پڑھا کرتے تھے، اعلیٰ حضرت نے تمام اذان وہیں کھڑے کھڑے سُنی۔ اور اپنے ایک مصاحب کو جو کہ آپ کے خاص مقرب تھے۔ اور علاقہ کمالیہ ہی کے رہنے والے تھے۔ فرمایا کہ "یہ تمہارے علاقے کے ہیں۔ ان کا خاص خیال رکھا کرو اور اپنے ساتھ ہی اِن کے کھانے اور سونے کا انتظام کیا کرو"۔ عرض کیا "بہت اچھا حضور میں اِن کا خاص خیال رکھوں گا۔ لیکن اگر گستاخی تصور نہ کی جائے تو ایک گزارش کرتا ہوں کہ ہم جو اِس نوجوان سے مدتوں پہلے کے غلام ہیں یہ ہم سے کونسی زیادہ خاصیت رکھتا ہے کہ جناب اتنا خیال فرماتے ہیں۔ جواب ملا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے۔ ایک دن آئے گا کہ دنیا اِس کے آگے جھکے گی۔ اور تم لوگ اِس سے رشک کرو گے۔ یہ جواب وہ صاحب سنتے ہی خاموش ہو رہے۔

بقول اُن کے کہ بعد ازاں میں اِن کا خیال رکھنے لگا۔ اپنے ساتھ ہی کھانا کھلاتا اور ساتھ ہی سلاتا۔ غرضیکہ جتنا ہو سکتا تھا۔ میں نے اُن کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی انہیں کا بیان ہے کہ ایک رات میں اور پیر محمد عبداللہ شاہ صاحب اکٹھے ایک چارپائی پر سوئے ہوئے تھے۔ کہ مجھے ہُو۔ ہُو کی آواز سنائی دی۔ اور میری آنکھ کھُل گئی۔ میں نے منہ سے لحاف ہٹایا۔ دیکھا میرا ساتھی خوب راحت میں تھا۔ لیکن یہ آواز تیز ہوتی چلی جا رہی تھی۔ میں بڑا حیران ہوا۔

آخر میں نے لحاف بالکل ہٹا دیا۔ اور دیکھا کہ اُن کے زیرِ پستانِ چپ جہاں دل ہوتا ہے ایک سُوراخ جس سے یہ صدائے اِلَّا ھُوْ آرہی تھی۔ لیکن جب میں نے اُن کے چہرے کو بنظرِ غور دیکھا تو اُن کی آنکھیں اور لب بند اور بالکل حالتِ خواب معلوم ہوئی۔ تب مجھے خیال آیا کہ پیرِ کامل جو فرما رہے تھے۔ یہ تو وہی آثار ہیں۔ دوستو! یہ ہے بھی اسی طرح۔ میں اِس کی کوئی تشریح نہیں کرنا چاہتا لیکن اتنا کہوں گا۔ ؎

گوش بند و چشم بند و لب بہ بند　　گر نہ بینی سرِّ حق من بخند

آپ کا یہ معمول تھا کہ دربارِ شیخ پر اِس طرح رہتے کہ پتہ ہی نہ چلتا تھا۔ حالانکہ پیر صاحب بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ مسجد میں سو رہتے اور لنگر خانے اُس وقت جاتے جبکہ سب لوگ کھانا کھا چکتے۔ ان کا بچا کھچا روٹی کا ٹکڑا جتنا بھی ملتا تناول فرماتے۔ اللہ والوں کا معاملہ کچھ شروع سے ہی ایسا چلا آرہا ہے۔ یہاں میں ایک حکایت لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔

ایک اعرابی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا۔ آپ گھر میں موجود نہ تھے۔ حضرت امام حسینؓ نے ان کو مسجد میں بٹھایا اور بڑا پُر تکلف کھانا لے کر آئے۔ جب اعرابی کھانا کھانے لگا۔ تو امام حسین سے عرض کرنے لگا، کہ جناب میں اُس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا۔ جب تک اُس آدمی کو جو کونے میں بیٹھا روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھگو بھگو کر کھا رہا ہے۔ کھانے میں

شامل نہ کرلوں۔ حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا" یہ میرے والد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور یہ سب کچھ اِن ہی کے فیض سے ہے۔ مقامِ غور ہے کہ خلیفۃ المومنین کی یہ سادگی۔ کیا ایسی مثال کوئی پیش کرسکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ البتہ وہ لوگ جنہیں آپ اہل اللہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اُن کے حالات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نقشِ قدم پر گامزن ہوتے ہیں۔؎

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

جن کو اللہ تعالےٰ منتخب فرماتے ہیں۔ اُن کے حالات بچپن سے ہی عوام الناس سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ پھر اُن کا شباب اُس کے بعد ضعیفی سب کے سب زمانے انوکھے ہوتے ہیں۔

قبلہ و کعبہ کو تئیس سال کی عمر میں خرقۂ خلافت عطا ہوُا۔ اور آپ نے تبلیغ شروع فرمائی۔ غالباً جو تبلیغ آپ نے فرمائی شاید ہی کسی ولی اللہ نے کی ہو۔ کیونکہ اکثر کتب میں میں نے دیکھا ہے کہ ہر فقیر جو وعظ فرماتے تھے۔ اُن کے وقت مقرر ہوُا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہفتہ میں تین بار وعظ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ خواجہ حسن بصریؒ ہفتہ میں صرف ایک بار۔ غرضکہ سب کے وقت مخصوص تھے۔ لیکن جناب شیخ کا کوئی وقت مقرر

نہ تھا۔ آپ کا کام دِن رات یہی ہوتا۔ صبح نماز فجر اور اوراد و تلاوت کے بعد باہر تشریف لے آتے اور آغازِ محفل ہوتا۔ آپ تقریر شروع کرتے اور دوپہر بارہ بجے تک مسلسل تقریر فرماتے رہتے۔ دورانِ وعظ کبھی کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ مجلس سے اُٹھ سکے یا اجازت لے سکے! اور اگر کوئی باہر سے آئے تو دُور سے ہی سلام کر کے وعظ میں شامل ہو جائے کیونکہ اگر وعظ میں مخل ہوتا تو آپ سخت غصہ کا اظہار فرماتے اور ہونا بھی اسی طرح چاہیے کہ یہ آدابِ محفل ہیں اور اسی لیے تو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ

کہ میرے محبوب کے آگے اُونچا بھی مت بولو۔ یہ آداب کے خلاف ہے۔ الغرض پھر بعد از نماز ظہر وعظ فرمانے لگتے۔ تو شام ہو جاتی بلکہ کبھی کبھی تو عشا تک بھی یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر یہ نہیں کہ اس کے بعد آپ گھر جا کر آرام فرماتے بلکہ اندر جا کر پھر ایک گھنٹہ وہاں پند و نصائح فرماتے اور یہ معمول شروع سے لے کر آخر عمر اسی طرح رہا اور آپ نے اِس میں ذرّہ بھر فرق نہ آنے دیا۔

مَیں شروع میں گزارش کر چکا ہوں۔ کہ یہاں جاہلیت حد سے زیادہ تھی۔ اور اس جہالت کو علمیت میں بدلنے کا سہرا آپ کے سر ہے۔ دِن رات کی تبلیغ اِن لوگوں کے لیے بہت مؤثر ثابت ہوئی۔ اور تمام لوگ جوق در جوق آ کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور وہ رسُوماتِ قبیح جو یہاں کے

باشندوں کو بری طرح گھیرے ہوئے تھیں۔ ان کا قلع قمع ہو گیا۔ صرف یہی نہیں کہ بری عادتیں لوگوں نے چھوڑ دیں۔ بلکہ فاذر بخش شریف اور گرد و نواح کے تمام علاقے ذکر لا الٰہ الا اللہ سے گونج اُٹھے اور پنجگانہ نماز کے علاوہ لوگ تہجد گزار بھی بن گئے یہ درست ہے کہ جب حق آتا ہے۔ تو باطل بھاگ جاتا ہے۔ جہاں نور آجائے وہاں ظلمت نہیں ٹھہرتی۔

آپ کا یہ اقتدار ان لوگوں کو ایک آنکھ نہ بھایا۔ جو مدّتوں پہلے اس علاقے پہ حکمرانی کر رہے تھے۔ وہ لوگ ہندوؤں میں بھی تھے اور مسلمانوں میں بھی انہوں نے آپ پر ہر طرح کے حملے کیے۔ الزام لگائے تاکہ یہ شان و شوکت مٹی میں مل جائے۔ لیکن یہ شان و شوکت تو اس ربِ لم یزل کی عطا فرمائی ہوئی تھی۔ اسے کون ختم کر سکتا تھا۔ قرآنِ کریم میں بھی آیا ہے۔

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَیَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

باطل کے طوفان آئے آندھیاں اٹھیں لیکن حق کا بال بیکا نہ ہو سکا نمرود نے حق ہی کے مقابلے میں آگ کی چتا تیار کروائی۔ اور آپ جانتے ہیں کہ حق مسکراتے ہوئے چتا میں داخل ہو گیا۔ خوف ہے تو باطل کو غم ہے تو باطل کو

حق دار و رسن سے نہیں ڈرتا۔ نہیں ڈرتا
حق سجدہ کسی کو نہیں کرتا۔ نہیں کرتا
سو آتش نمرود ہو سو خنجر فرعون
حق کو ہے بقا حق نہیں جلتا۔ نہیں مرتا

آپ کا اقتدار بڑھتا گیا۔ شان و شوکت بلند تر ہوتی گئی حلقہ مریدان روز افزوں وسیع ہوتا چلا گیا۔ اُس کے بعد تمام مریدانِ کی گذارش پر آپ نے دعوتوں پر جانا شروع کیا۔ یہ دعوتیں ہماری تقریبات یا ہماری عام دعوتوں جیسی نہ تھیں۔ بلکہ یہ اور رنگ کی ہوتیں تھیں۔ ہر سال کا یہ آپ کا پروگرام بن گیا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم اس پروگرام کو یا اِس سفر کو دعوت کا ہی نام دے سکتے ہیں۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو یہ دعوتیں نہیں بلکہ تبلیغ اور مجاہدہ ہے۔ آپ کہیں گے بھلا جہاں پُر تکلف کھانے اور پُر تپاک خیر مقدم ہو اُسے مجاہدہ کیونکر کہا جا سکتا ہے، بجا۔ مگر یہ خیال صرف اسی صورت میں درست ہے جبکہ دعوتوں کا منتہائے مقصود اکل و اشرب اور لہو و لعب ہو۔ یہاں ایسا نہیں ذرا تفصیل پروگرام ملاحظہ ہو یہ سفر بیس دن سے کم کا نہیں ہوتا۔ اور ہر روز تیس میل سے زیادہ سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ پھر یہ سفر بھی ایسا نہیں کہ آرام سے قطع ہو بلکہ کچی اور ناہموار راہوں پر کچھ لوگ پیدل کچھ سائیکلوں پر کچھ گھوڑوں اور یکوں پر یہ سفر طے کرتے ہیں۔ جس گاؤں میں کھانے پینے کا انتظام ہو وہاں بھی اور راہ میں آنے والے اِدھر اُدھر

کے اُن دیہاتوں میں بھی جہاں کھانے کا انتظام نہیں ہوتا محض ٹھہرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر مرید کے گھر پر پہنچ کر اس کی دلجوئی کرنا بھی پروگرام کا ضروری حصّہ ہے۔ خواہ یہ قیام چند لمحوں ہی کے لیے ہو۔ اور اس طرح مہینوں کا سفر دنوں میں پورا کیا جاتا ہے۔

اس سے قبل بھی بیان ہو چکا ہے۔ قبلہ دل و جان کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں آدمی ہوتے مگر آپ ہر غریب امیر کا برابر خیال کرتے۔ اُن کی سواری ان کے کھانے پینے اور ٹھہرنے کے انتظامات کی نگرانی فرماتے صاحب خانہ صرف جو کچھ چاہتا پکا دیتا مگر جب قبلہ دعوت پر تشریف فرما ہوتے سارا کام درویش خود کرتے۔ اب قابلِ ذکر یہ بات ہے کہ جماعت کے ساتھ ہر قسم کے آدمی ہوتے یعنی اونٹ سوار۔ گھوڑے سوار اور ٹانگے سوار اور سائیکل سوار اور پیدل۔ سب کے سب ایک وقت پر پہنچتے۔ صرف یہی نہیں کہ ہر دعوت پر کھانا ہی کھانا ہوتا بلکہ ذکر فکر، پند و نصائحؔ اور محفلِ سماع کا سلسلہ گرم ہوتا۔ قبلہ و کعبہ خود وعظ فرماتے۔ علمائے کرام جو شریک سفر ہوتے وہ بھی تقریریں کرتے اور قوال پارٹیاں بھی برابر کا حصّہ لیتی تھیں یہ دعوتوں کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور پروگرام میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اب فیصلہ آپ پر ہے کیا انہیں آپ دعوتیں کہیں گے یا کوئی اور نام دیں گے۔ جناب شیخ کا ہر طریقہ انوکھا اور ہر ڈھنگ نرالا۔ جس وقت آپ تقریر فرماتے ہر فرد یہ محسوس کرتا

کہ یہ میرے حال پر کلام فرما رہے ہیں۔ ہر فرد جو کدورتیں اور جو سوال دل میں لیے محفل میں بیٹھتا اور وعظ کے اختتام پر ہر ایک مطمئن ہوتا۔ کوئی سوال باقی نہ رہتا کوئی ہچکچاہٹ نہ ہوتی جو قابلِ غور ہو۔ اور یہی کامل کا کمال ہوتا ہے۔ بیانِ توحید ہر وقت آپ فرماتے اور حدودِ شرعی کے خلاف کرنے والوں کو سخت سزا دیتے پابندی وضو اور نماز پر زور دیتے فرمان محمدؐ کا خود ایک مجسمہ تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہر مرید کو چلایا جاتا۔ ہر شخص جانتا ہے محمدؐ پاک کی پیروی میں نجات ہے۔ مگر جب آپ اِس موضوع پر لب کھولتے تو آنکھوں کے آگے محبوبِ پاک بیٹھے نظر آتے۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ جاننے والے اس حقیقتِ حال پر شاہد ہیں۔

تیری مجلس مجلس اللہ تھی	دونوں عالم کی جہاں گمراہ تھی
مجمع البحرین تجھ سا بعد ازاں	گردشِ دوراں نے دیکھا تھا کہاں

اب آپ کی عبادت کے بارے میں تھوڑا سا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ نمازِ پنجگانہ کے علاوہ آپ تہجّد ادا فرماتے۔ اور تقریباً ہر مرید کو اس کا فرمان دیتے۔ رات کو نو بجے آرام فرماتے اور پھر ایک بجے بیدار ہوتے اور نمازِ فجر تک جائے نماز پر بیٹھے ذکر میں مشغول رہتے۔ اور اس قدر روتے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ رونے کی وجہ سے آپ کی آنکھوں کے نیچے چھوٹے چھوٹے سیاہ حلقے بن گئے جو کہ اکثر فقراء کے ہوتے ہیں۔ گریہ کو آپ بے حد پسند فرماتے۔ کوئی کتنا

گنہگار ہوتا۔ آپ کے حضور میں پہنچ کر رونے لگتا۔ تو فوراً معاف فرما دیتے۔ اور فرماتے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ سب نیکیوں اور اچھے کاموں سے مجھے گنہگار کے وہ آنسو جو میرے خوف و محبت میں بہائے جائیں۔ بہت پسند ہیں۔ کیونکہ یہ آنسو اُس کے گنہگاہوں کو دھو سکتے ہیں۔ اور عذر نجات ہو سکتے ہیں۔

ہر جمعہ بڑا پُر رونق ہوتا۔ جس پر دُور و نزدیک کے عقیدت مند اکٹھے ہوتے اور بعد از نماز جمعہ محفل آراستہ ہوتی جس میں نعت خوانی۔ شانِ پیر کی غزلوں کا خاص خیال و لحاظ ہوتا۔ یہ تمام سلسلہ بدستور اب بھی جاری ہے۔ اس کے علاوہ محرم کے تین دِن آٹھ۔ نو دس محرم الحرام کو علمائے کرام کو بلا کر واقعہ کربلا پر روشنی ڈالی جاتی۔ اور جتنی مصائب و آلام امام حسین علیہ السلام پر گذریں اُن کو بیان کیا جاتا اور یادِ اسلام تازہ ہوتی۔ چونکہ جناب شیخ خود عاشقِ حبیب تھے لہٰذا عشاق کے حالات سے بڑا لطف اٹھاتے اور کیوں نہ ہو۔ عشق کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ خدائے تعالےٰ کو عشق نہ ہوتا تو یہ دنیا معرضِ وجود میں نہ آتی۔ اور موسےٰ کلیم اللہ عیسےٰ رُوح اللہ نہ بنتا اور میرا محبوب محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم حبیب اللہ نہ بنتا۔ ان سب کا ظہور عشق سے ہے۔ اور پھر اس عشق کی ابتدا تسلیم و رضا اور عجز و نیاز ہے۔ ؎

جو مزاجِ یار میں آئے سرِ خم تسلیم ہو
وہ بے نیاز رہے اِدھر نیاز رہے

اُس بے نیاز نے اپنے حبیب پر کیا کیا آزمائشیں ڈالیں مگر حبیب پاک نے اُف تک نہ کی۔ بلکہ پیکرِ تسلیم و رضا بن گئے۔ امام حسینؓ ہی کو دیکھئے کس قدر آزمائشیں آئیں۔ تمام کنبہ شہید ہو گیا۔ بچے پیاس سے بلکتے رہے۔ بیبیاں قیدی ہوئیں۔ غرضیکہ کوئی ایسا دکھ کوئی غم مصیبت ایسی نہ تھی جو امام عالی مقام پر نہ آئی ہو۔ لیکن جواب میں سوائے نیاز اور تسلیم کے کچھ نہ تھا۔

مقاماتِ عشق

سبقِ عشق کی ابجد ہے اثر عجز و نیاز — یعنی اک پیکرِ تسلیم و رضا ہو جانا
آخری باب میں ہے ذکر فنا فی المحبوب — یعنی محبوب کی الفت میں فنا ہو جانا
اس فنا میں ہے مگر جام بقا کی مستی — ہے یہی بندے کا ہم رنگِ خدا ہو جانا

آپ کی زندگی کے حالات کو قلم بند کرنا میرے تو بس کا روگ نہیں۔ اتنے واقعات ہیں اتنی کرامات ہیں۔ جن کو تحریر کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں۔ اور اگر دیکھا جائے تو اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ وَّکَثَّرَتْهَا الْجَاهِلِیْنَ یہ حدیث سب دلائل تمام ثبوت لمبی تحریریں فصیح و بلیغ تقریریں سب کو بڑی خوبصورتی سے ختم کرتی ہے اور اس سے سکونِ دل اور راحتِ جان ملتی ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْعِلَّتِ وَالْقِلَّتِ وَالذِّلَّتِ ط

مومن کو اللہ تعالےٰ بیماری یا بھوک یا ذلت ان تینوں چیزوں سے

نوازتے ہیں۔ قبلہ ام کو یہ دو چیزیں یعنی امراض و الزام عطا فرمائی گئیں۔ بظاہر ہماری نظر میں یہ چیزیں سزا ہیں۔ اور اہل اللہ کی نظر میں عطا ہیں۔ کیونکہ ہر وہ چیز جو محبوب کی طرف سے آئے۔ خواہ عذاب ہو یا ثواب وہ مسکراتے ہوئے قبول کرتے ہیں۔ اور اُس کے ہر فعل پر صابر و شاکر رہ کر اُسے خوش کرتے ہیں۔ یہی اختلاف ہے اہل اللہ میں اور ہم میں ضبط و تحمل اور صبر و شکر سے ہم دور ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی بھیجی ہوئی نعمتوں سے ناشکری اور تکلیفوں میں بے صبری یہ ہمارا شیوہ بن چکا ہے۔ حضور کو مختلف امراض تھیں اور شروع سے رہیں۔ اِن امراض کے باوجود قبلہء ام نے اپنی ذمہ داریوں میں فرق نہ آنے دیا۔ اور نہ ہی تبلیغ میں آخر میں آپ کو امراض نے گھیر لیا۔ اور خدا کا یہ انعام بڑھتا گیا۔ پہلے تو آپ باہر تشریف لاتے رہے۔ لیکن بعد میں کمزوری کی وجہ سے نہ آسکتے تھے۔ مکمل ایک سال تک آپ کو بہت تکلیف رہی۔ اِس شمع حقیقی کی زیارت کے لیے ہر وقت پروانوں کا ہجوم رہتا۔ اور وقتاً فوقتاً تمام لوگوں کو گھر میں بلا کر زیارت کرائی جاتی۔ بروز جمعہ تمام مریدانِ قریب و بعید سے آئے ہوئے گھر میں ملوائے جاتے اور آپ اُن سب کو تھوڑی سی تبلیغ فرماتے اور اپنے اس جہان کو چھوڑ کے متعلق اشاروں ہی اشاروں میں بتا دیتے اور فرماتے کہ میرے بعد یہ میرا بتایا ہوا علم و عمل کسی قیمت پر ترک نہ کرنا۔ اسی میں تمہاری فلاح ہے۔ اور نجات ہے۔ یہ علم میرا نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہے۔ اس رسی کو مضبوط

پکڑے رکھنا۔ اور تادم زیست نہ چھوڑنا۔ ان ملاقاتوں کا سِلسلہ ایک سال تک یونہی جاری رہا اور پھر آپ کو عِلاج خاص کی خاطر مریدان لاہور کے اصرار پر لاہور لے جایا گیا۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہُوا۔ اور پھر آپ واپس تشریف لے آئے اور آپ نے آخری تقریر جو سہ اجلاس فرمائی وہ صحن دربار میں بڑ کے ایک چھوٹے پودے کے نیچے جو خود حضور نے بڑے بڑ کے درخت کے گِرنے کے بعد لگایا تھا۔ فرمائی۔ آپ نے تقریر کے اختتام پر بڑ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بڑ تم بھی شکوہ نہ کرنا کہ میرے سائے میں ذکرِ حق نہ ہُوا۔ مَیں تمہارے گِلے شکوے ختم کرنے کے لیے یہاں وعظ کر رہا ہوں۔ یہ آپ کا الوداعی وعظ اس قدر پُراثر اور لبریز از ذوق شوق تھا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر آپ کی صحت دِن بدن گرتی چلی گئی۔ ماہِ محرم الحرام آیا حضور کی تکلیف کی وجہ سے محفل امام حسینؓ منعقد کرنے کا کوئی پروگرام نہ تھا۔ لیکن جب وہ تاریخیں آئیں۔ تو حضور نے تمام کو ڈانٹا کہ میرے مریض ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ذکرِ رسول اور ذکرِ حسین ترک کر دیا جائے۔ لہٰذا یہ پروگرام اُسی وقت مرتب ہو گیا۔ اور علمائے کرام نے واقعہ کربلا پر روشنی ڈالی۔ یہاں ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک ڈاکٹر ہومیوپیتھک اسمٰعیل اختر نامی لائل پور سے جناب کے علاج کے لیے آیا کرتے تھے۔

ایک دن انہوں نے قبلہ گاہی سے یہ سوال کیا۔ کہ میری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی۔ کہ جو بھی اللہ کی طرف جائے یا اُس کے راستے پر گامزن ہو۔

اللہ تعالیٰ اُسے تکلیف بیماری یا بھوک وغیرہ اِس قسم کی مصیبتوں میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ جو بھی اس راستے پر آئے۔ اُسے ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا جائے تاکہ دوسرے لوگ بھی اُسے دیکھ کر رشک کریں اور اس طرف رجوع کریں کہ بھئی اُس آدمی کو اللہ تعالےٰ کے رستے پر جانے سے کس قدر خوشحالی ہوئی۔ ہمیں بھی جانا چاہیئے۔ لیکن باری تعالیٰ اس کے برعکس کرتے ہیں؛

حضور نے اِس سوال کا جواب اِس طرح بیان فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب! بات دراصل یہ ہے۔ کہ اگر آزمائش تکلیف و مصائب نہ ہوں تو ہر شخص نبوّت اور ولائت کا دعوےٰ کرنے لگے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ ایک کسوٹی بنائی ہے۔ کہ جو صادق ہیں وہ ثابت قدم رہیں گے اور جو کاذب ہیں وہ دُم دبا کر بھاگ جائیں گے۔ دوسرے ہر ایک اپنوں سے ہی پیار کرتا ہے۔ اپنوں سے ہی کام لیتا ہے۔ اور غیروں کو کبھی کچھ نہیں کہتا۔ کیونکہ جو اپنے ہوتے ہیں وہ اپنوں کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرتے اور بیگانے تو بیگانے ٹھہرے۔ جن سے کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ لہٰذا وہ پیاروں کو زیادہ دکھ دیتے ہیں کہ مجھے بھُولیں نہیں۔ اور غیروں کو سکھ دیتا ہے کہ وہ عیش و آرام میں کھو جائیں اور مجھ سے غافل رہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب ایک محبوب بنا لیا جائے تو محب کو چاہیئے

، کہ وہ اسی کا ہو جائے۔ اور تا دمِ زیست اُس کی چوکھٹ سے سر نہ اٹھائے۔

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منّتِ درباں کیے ہوئے

اور عہدِ وفا کو نبھانے کی کوشش کرے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ وفادار پر کتنے حملے ہوتے ہیں۔ ان کو اپنی جان محبوب کے مقابل مہنگی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کا سب کچھ وہی ہوتا ہے۔ جسے وہ سوچ سمجھ کر دل دیے ہوئے ہیں۔ پھر یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنا قدم پیچھے ہٹائیں۔ یہاں آپ نے ایک ہندی شعر فرمایا کہ ایک شخص کا گزر ایسے درخت کے پاس سے ہوا جو جل رہا ہے، اور اُس پر ایک پرندہ بیٹھا ہے۔ لہٰذا وہ شخص حیران ہو کر کہتا ہے۔ ے

آگ لگی اس برچھ کو جلنے لاگے پات
اڑ جا بھولے پنچھیا پر ہیں تمہارے ساتھ

پرندے نے جواب دیا:۔

پھل کھائے اس برچھ کے بِٹیوں بھرے پات
اڑنا کام نہیں اب اپنا جل مرنا ہے ساتھ

اُس نے کہا کہ کیا ہوا۔ تمام عمر مَیں نے اس درخت پر گزاری اور اِس کے پھل کھاتا رہا اور ہر قسم کی سہولت میسّر آتی رہی۔ اب اگر میرے اس محسن پر وقت آیا تو میری وفا کیا ہوئی۔ کہ اُسے جلتا چھوڑ کر کیسے اُڑ جاؤں اب تو اِس

کے ساتھ مریں گے اسی کے ساتھ جئیں گے۔ وفا بھی کوئی چیز ہے۔ آپ کے اس
جواب کا ڈاکٹر کے دل پر بھی بڑا اثر ہوا۔ اور اُسے گریہ شروع ہو گیا۔ اور تقریباً
چار پانچ گھنٹے یہی حالت رہی۔ ہمیشہ مؤثر بات اُس کی ہوتی ہے۔ جس کا قول
فعل کے موافق ہو۔ علم عمل کے خلاف نہ ہو۔ بے طمع ہو۔ اور یہ سب چیزیں
ولیِ کامل میں پائی جاتی ہیں۔ ہاں تو محرم کی محفلیں ختم ہو گئیں۔ آپ کی طبیعت
نہ سنبھلی۔ لیکن یہ کسی کو گمان تک نہ گزرتا تھا۔ کہ جناب والا ہماری گنہگار نظروں
سے پوشیدہ ہونے کو تیار ہیں۔ آپ صاف صاف لفظوں میں ہمیں بتاتے رہے
لیکن ہمیں یقین نہ آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو ہم لوگ متقین میں سے نہ تھے
اور دوسرے کسی کا دل کب چاہتا ہے کہ اس کا محبوب اُس سے جدا ہو۔ اور
ہمارا یہ محبوب بھی انوکھا تھا۔ جس سے ہماری زندگیاں وابستہ تھیں۔ جس کے
سہارے شاہ و گدا جی رہے تھے جو ہمیں اندھیروں سے بچانے کے لیے مشعلِ راہ
تھا۔ اگر یہ سوچتے بھی کہ اگر خدانخواستہ یہ مشعل گل ہو گئی تو۔ بس اس سے زیادہ
قوتِ سوچ و بچار نہ ہوتی اور گھناؤنے اندھیرے ہمیں ڈسنے کو دوڑتے ۔ ہم
انہی اندھیروں میں ڈوب جاتے۔ لیکن پھر جب اس حسین چہرہ پر نگاہ پڑتی۔
اُن پیاری خوبصورت گول آنکھوں سے آنکھوں کی مڈبھیڑ ہوتی ہر بار اُس
رُخِ مہتاب کے نئے انداز ہوتے۔ ان روشن آنکھوں سے نئے راستے کھلتے
نظر آتے۔ جو ہمارے لیے باعثِ تسکین و اطمینان ہو جاتے۔

ہنسا ہنسا کے شبِ وصل اشکبار کیا
تسلّیاں ہمیں دے دے کے بے قرار کیا

تین چار دن اسی کشمکش میں گزرے۔ آخر وہی ہوُا جس کا ہمیں ڈر تھا۔ وہی غم کا پہاڑ ہمارے اوپر گرنے کو تیار تھا۔ قبلہ گاہی نے بندۂ حقیر سے کئی بار وقت دریافت فرمایا۔ اور بار بار یہ پوچھتے رہے کہ لنگر تقسیم ہوُا ہے یا نہیں یہ واقعہ پندرہ محرم بروز جمعرات کا ہے۔ میری مضطرب نگاہیں کئی بار ٹائم پیس کی طرف اٹھیں۔ اور سوچا کہ آپ بار بار وقت کیوں پوچھ رہے ہیں۔ گیارہ بجے دِن بندہ نے کچھ خوراک حضور کو دی جو کہ مجھے ہی کھلانے کا حکم ہوُا۔ مَیں نے اپنے ہاتھوں سے چند چمچے چاول کے جناب کے دہنِ مبارک میں دِئے اور پھر آپ مجھ سے مخاطب ہوئے۔ اور فرمایا کہ میری قسمت میں اِس دنیا پر یہ آخری طعام ہے۔ مَیں نے کچھ اور کھانے کو کہا۔ تو فرمانے لگے جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تمہیں کیا خبر بس اب تنگ نہ کرو۔ اُس کے بعد آپ نے لنگر کے بارے میں دریافت فرمایا۔ عرض کی گئی کہ جناب لنگر تو تقسیم ہو چکا ہے فرمانے لگے بہت اچھا ہوُا اور ہاں اِس لنگر کو اسی طرح جاری رکھنا کیونکہ تمام نیک اعمال سے یہ بڑھ کر ہے۔ پھر آپ نے وقت پوچھا اس وقت پونے دو بجے تھے چند لمحوں کے بعد حضور نے اپنی زبانِ درفشاں سے فرمایا "الحمد للہ کہ دوست سے ملاقات کا وقت آگیا ہے" اور قبلہ و کعبہ ۱۵ محرم الحرام بروز پنجشنبہ ۱۳۸۱ھ مطابق

۲۹ جون ۱۹۶۱ء ہم سے رخصت ہو گئے۔ ہر ایک کا یہ خیال تھا کہ جو غم کا بارِ گراں ہم سب کے اوپر پڑا ہے۔ اُس کا برداشت کرنا بڑا مشکل ہے اور ہم میں سے ضرور کوئی نہ کوئی ہوش وحواس کھو بیٹھے گا۔ لیکن محبوب نے وہ رحمت فرمائی۔ کہ سب کے سب بالکل درست رہے اگلے دن جمعہ تھا۔ اور جناب کے وصال کی یہ خبر ہوا کی طرح پھیل گئی۔ اور صبح تک تمام عزیز واقارب اور جماعتِ مریدان آستانہ عالیہ پر پہنچ گئے اس قدر مخلوق میری نظروں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ زمین پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ خیر آپ کو تجہیز وتکفین کے بعد باہر لایا گیا۔ آنکھوں کے آگے مہیب سائے گھوم رہے تھے۔ یہ مکان! یہی دیواریں یہی گلستان جنہیں دیکھنے سے مسرت ہوتی تھی۔ اب یہی ہمیں گھور رہے تھے۔ اور انہی سے ڈر لگتا تھا۔ آپ کو بنگلہ اقدس میں لایا گیا جسے اب ہم روضہ کہتے ہیں۔ یہ قبلہ ام نے اپنے ہوتے ہوئے تعمیر کروایا تھا۔ وہاں جنازہ پڑھا گیا۔ جس طرف دیکھو خلقِ خدا ہی نظر آتی تھی۔ اتنے بڑے ہجوم کو آخری زیارت کروانا ہی مشکل ہو گیا تھا۔ اور بہت لوگ ایسے بھی رہ گئے جو زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ بہت لوگ شرکتِ جنازہ بھی نہ کر سکے۔ حالانکہ جمعرات دو بجے وصال ہوا۔ اور جمعہ دس بجے آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد حضور کو پہلے سے تعمیر شدہ مرقد میں دفن کر دیا گیا۔ اور یہ شمع حقیقی اپنے پروانوں کو تڑپت چھوڑ کر اپنے محبوب کے پاس پہنچ گئے۔

یہ ٹھیک ہے کہ خدا تعالےٰ کا فرمان ہے کہ میرے بندے کبھی نہیں مرتے لیکن بظاہر ہماری آنکھوں سے تو دور ہو جاتے ہیں۔ اور یہ داغِ مفارقت بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ وقت بڑا مرہم ہے۔ بڑے سے بڑا زخم بھی مندمل ہو جاتا ہے لیکن وہ خلا جو ایسی ہستی کے چلے جانے سے ہو جاتا ہے۔ اُسے پُر کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ اِس دارِ فانی سے جب پردہ پوش ہوئے۔ تو اس وقت دینِ اسلام مکمل تھا۔ لیکن ایسا خلا پیدا ہو گیا۔ جو پُر ہونا بڑا مشکل ہو گیا تھا۔ گو خلفائے راشدین نے بڑی تن دہی سے کام کیا۔ لیکن پھر بھی وہ خلش جو تمام قوم اور صحابہ کرام کے دِل میں تھی۔ دور نہ ہو سکی۔ اِسی طرح ہم انہیں بھول تو جائیں۔ لیکن اِن کو بھولنا بھی جائز نہیں کیونکہ جس نے ہمیں خدا کا راستہ بتایا۔ ظلمت سے نور کی طرف لایا۔ علم الٰہی سے روشناس کرایا۔ اُس کے احسانات کا بوجھ ہم پر اتنا ہے کہ ہم لاکھ کوشش کریں۔ اتار نہیں سکتے۔ اگر احسان کا بدلہ ہے تو ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ؕ

احسان کا بدلہ احسان ہم صرف یہ کر سکتے ہیں کہ اُس کی نعمتوں کا شکر سے جواب دیں اور اُس کے بھیجے ہوئے اس قاصد کی یاد دِل سے تا عمر لگائے رکھیں جس نے ہمیں سرکشی کے دریا میں غرق ہونے سے بچا لیا۔ ہمارے حالات سنوار دیئے۔ اُسے بھولنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔ اور دعا ہے کہ کوئی بھی ایسی ہستی کو نہ بھولے جسے بھولنے سے اللہ تعالیٰ ناراض اور جسے یاد رکھنے سے ذات حق

خوش ہوتی ہے۔ مَیں سب کچھ بھول جاؤں گا۔ لیکن محبوب کے پیار اُس کی باتیں کبھی بھی نہ بھول سکوں گا۔

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیثِ دوست کہ تکرار مے کنیم

قبلہ ام کے وصالِ پُر ملال کے بعد اس سجادہ شریعت و طریقت کی سپرداری بھی کسی ایسی شخصیت کے ذمہ ہونی چاہیے تھی۔ جو اس قابل ہو کہ اس عظیم مشن کے ہر پہلو پر پورا اترے۔ اور عقیدت مندوں کے دینی و دنیاوی مقاصد کا ذمہ دار ہو۔ بے کس و ناچار راہرووں کا راہبر بن سکے۔ ان کو دنیا اور راہِ سلوک کی پُرخطر گھاٹیوں اور نشیب و فراز سے آگاہ کرے۔ اور ان شکستہ دلوں کے لیے تسکین و اطمینان کا سامان میسر کرے۔ جو اپنی شمعِ اُلفت کھو چکے تھے۔ جن کے اندھیرے گھروں کا حسین چراغ اُس بے نیاز قدرت نے اُن سے چھین لیا تھا اور اُس نور ہستی کو دیکھنے والی آنکھیں بے نور ہو چکی ہیں۔

اَب ایسی شمع چاہیئے تھی جو اس شمع حقیقی سے روشن کی گئی ہو۔ ایسا ہاتھ چاہیے تھا۔ جو یداللہ کو چھو رہا ہو، ایسی موج کی ضرورت تھی جو ڈوبنے والوں کو دھکیل کر ساحل تک پہنچا دے۔ چنانچہ ایسی شخصیت کو تلاش نہ کرنا پڑا کسی سہارے کی ضرورت نہ پڑی کیونکہ یہ کام مُرشدی و مولائی اپنی حیاتِ بابرکات ہیں ہی مکمل فرما گئے تھے۔

یعنی مکرّم و محترم پیر سیّد محمد نواز شاہ صاحب دام ظلّہٗ جو کہ صحیح معنوں میں اس سجادگی کے مستحق تھے کی تقلید اور اتباع کا فرمان زبانِ دُرفشاں سے ہر خاص و عام مرید کے لیے ہو چکا تھا۔ اس میں کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ کوئی الجھن نہ تھی۔ تمام متبعین یعنی پیروکار اس امر سے راضی و خوشی تھے۔ کہ شیخ ہم پر کتنا مہربان ہے۔ اپنے اس جہان سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی ہم پر وہی ملاطفت فرمائی۔ جو بقیدِ حیات ہونے پر فرمایا کرتے تھے۔ یعنی ہمارے ہاتھ ایسے ہاتھ میں سونپے جو ان تک پہنچا ہوا تھا۔ چنانچہ تمام مریدان نے حسبِ دستور دستِ بیعت کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ سلسلہ پھر سے جاری ہو گیا۔ پیر و مرید کی نسبت تازہ ہوئی۔ یہ نسبت بھی عجیب ہے۔ کہ تمام عزیز و اقارب سے زیادہ پیر کو مرید سے اور مرید کو پیر سے پیار و محبت ہوتا ہے۔ ؎

شاید حضور سے کوئی نسبت ہمیں بھی ہو
آنکھوں سے جانچ کر ہمیں پہچان جائیے

تعلقات کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ عزیز و اقربا سے تعلق دوستوں سے تعلّق وغیرہ وغیرہ۔ اِس دنیا میں کوئی شئے بھی تعلّق کے بغیر نہیں جیسے کہ اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

تعلقات کی غارت گری کا حال نہ پوچھ
کہ دِن کے نُور کا بھی رات سے تعلّق ہے

لیکن جو نسبت یا جو رشتہ یا جو تعلق شیخ کا اور مرید کا ہوتا ہے۔ وہ تمام سے انوکھا اور عجیب ہوتا ہے یہ رشتہ دھاگے کی طرح کچا اور لوہے کی طرح مضبوط ہے۔ یعنی اگر ایمان نامکمل ہو۔ ایقان خام ہو خلوصِ قلب سے دُور ہو تو یہ تعلق کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ شیخ سے متعلق کوئی ایسی بات سنی۔ جو اپنی دانست میں درست نہیں۔ تو جھٹ اعتراض کر ڈالا۔ جب مرید کی طرف سے اعتراض ہو گیا تو سمجھیئے یہ رشتہ ٹوٹ گیا۔ جو اِس سے نقصان ہُوا معترض ہی کو ہُوا۔ اور اس نقصان کی تلافی بہت مشکل ہے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے جو کوئی میرے بندوں پر اعتراض کرے گا۔ میرے دوستوں کو ستائے گا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ میرا دشمن ہے۔ اور خبردار جو خدا کا دشمن ہے وہ عذابِ شدید کے لیے تیار ہو جائے۔ اِس سے معلوم ہُوا کہ واقعی یہ نافرمانی قابلِ معافی نہیں لیکن اگر وہ پھر دل سے جھک جائے اور توبہ خالص کرے تو اللہ تعالےٰ درگذر فرما دیتے ہیں۔ محبت خالص نہ ہونے کی وجہ سے یہ تعلق خام دھاگے کی طرح ہے اور اگر ایمان مکمل ہو محبت شیخ میں سرتاپا غرق ہو تو وہ ایک پہاڑ کی مانند ہے۔ جسے طوفان و حوادث کا کوئی خوف و خطر نہیں۔ شیخ کے متعلق لاکھوں شکوے کروڑوں گلے یا قابلِ اعتراض باتیں سننے سے ہی اُس کے ایمان میں رائی برابر فرق نہ آئے گا۔ لہٰذا چاہیے کہ جس جگہ اس جبینِ نیاز کو جھکا یا گیا ہو، اسے تادمِ زیست نہ اٹھائے۔ خواہ کتنی ہی تکلیفیں رنج و الم اٹھانے پڑیں۔ لیکن

ایمان کے قدم ڈگمگانے نہ پائیں۔

میں نے رکھ دی ہے جبیں دیکھ کے اک ماہِ جبیں
جھک گئی ایک جگہ پر تو اٹھاؤں کیسے ؟

آپ نے اپنا کوئی خلیفہ نہیں کیا، اکثر لوگوں نے اس کے متعلق عرض کی۔ کہ قبلہ آپ ضرور کسی نہ کسی کو خلافت عطا فرماویں۔ کیونکہ اس سے دینِ رسول کی تبلیغ اور زیادہ ہو گی۔ اور لوگوں کو اسلام کے اور خدا تعالےٰ کے قریب ہونے کا موقع ملے گا۔ لیکن آپ فرماتے کہ یہ گنج ہائے گرانمایہ میں کس کو سونپوں جبکہ کوئی اس قابل ہی نظر نہیں آتا۔

فرماتے :-

کہ مجھے تو بے حد شوق ہے کہ دینِ نبوی جس قدر پھیل سکے پھیلایا جائے۔ لیکن میری نظروں میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کو اس کام پر متعین کیا جائے۔

ہماری نظروں میں تو جناب کی جماعت میں کافی عالم و عامل ہیں لیکن جو کچھ ایک محبوبِ خدا ولی اللہ کی نگاہِ پاک دیکھ اور سمجھ سکتی ہے۔ وہ عام نظریں نہیں دیکھ سکتیں۔ آپ ہمیشہ یادِ الٰہی میں ہر وقت مصروف رہنے کی تاکید فرماتے۔ اور عابدوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔

اس تختِ شریعت و طریقت کی باگ ڈور اب مکرمی و محترمی سیّد

محمد نواز شاہ کو سونپی گئی اور اس تمام ذمہ داری کا بارِ گراں اب انہیں پر ہے۔ اور یہ خوشی کی بات ہے کہ آپ اِن تمام ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے نبھا رہے ہیں اور باقاعدہ دو وقت قبلہ و کعبہ کی طرح حسبِ معمول کچہری میں بیٹھتے ہیں محفل آراستہ ہوتی ہے۔ اور ذکر الٰہی ہوتا ہے۔

——— حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری باتوں کو اپنے دِلوں اور دماغوں میں محفوظ کر لو۔ ان باتوں کی گٹھڑیاں باندھ لو تاکہ میرے بعد تمہارے کام آسکیں اور یاد رکھو کہ یہ درس و تدریس کا سلسلہ گو جاری رہے گا۔ لیکن جو کوشش میں تمہارے ساتھ کر رہا ہوں اور جس محبت و پیار کے رنگ میں مَیں تمہیں رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ کبھی نہ پا سکو گے۔

قبلہ ام کی یہ پیش گوئی بالکل صحیح ہے۔ یہ درست ہے کہ آج بھی اس دربار پر ذکر اللہ و ذکرِ رسول کی کمی نہیں لیکن یہ سچ ہے کہ وہ بہتات بھی نہیں پائی جاتی۔ جس وقت وہ بحرِ بے کنار اپنی موج میں آتا تھا، تو کئی لعل و جواہر اپنے دامن سے باہر پھینکتا لیکن یہ حسرت دل میں رہے گی، کہ اُن جواہرات کا قدر دان کوئی نہ مل سکا

قدرِ زر زرگر بداند قدرِ گوہر جوہری

———

اب بھی انشاء اللہ یہ آستانہ اُسی شان و شوکت سے موجود ہے اور یہ ستارہ اب بھی ویسا ہی روشن ہے اور اپنی چمک و دمک سے گمراہوں اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ کج سے ہٹا کر راہِ راست پر لانے کے لیے ہر وقت کوشاں ہے اور دعا ہے کہ یہ آستانۂ عالیہ اسی طرح قائم و دائم رہے۔

آمین ثُمَّ آمین

شیخ و صوفی رند و زاہد پارسا سینکڑوں ہیں پر کہاں مردِ خدا

مردِ خدا ہونا بہت دُور ہے۔ خدا کی مخلوق میں ہزاروں لوگ ہیں، جن میں صوفی بھی ہیں زاہد و پارسا سب موجود ہیں۔ ایسے صاحبِ کرامات فقیر بھی ہیں کہ ان کے حالات و واقعات دیکھ سُن کر حیرانی ہوتی ہے۔ لیکن مردِ خدا کا جو لفظ ہے وہ اپنے اندر بہت خوبیاں رکھتا ہے۔ اور واقعی یہ منزل یہ مقام یہ مرتبہ بہت ہی بلند ہے۔ یہاں یہ ایک حکایت کے ذریعے میں آپ پر واضح کرنے کی کوشش کرونگا۔ کہ مردِ خدا کس قدر بلند پایہ اور عظیم المرتبت شخصیت ہوتے ہیں۔

حضرت غوث علیشاہ رحمۃ اللہ قلندر پھرتے پھراتے ایک شہر میں پہنچے۔ رات ہو چکی تھی۔ وہیں آپ نے ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں، کہ جب مَیں مسجد میں پہنچا تو ایک فقیر سے ملاقات ہوئی جو لنگوٹی پہنے تھے۔ انہوں نے

مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میاں غوث علی شاہؒ یہ میری لنگوٹی لے جاؤ اور ابھی
دھلوا کر لے آؤ۔ میں نے عرض کی کہ حضرت یہ کونسا وقت ہے دھلوانے کا۔ اس
وقت مجھے کون دھو کر دے گا۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ شہر کے دروازے سے
باہر نکل کر دیکھو تو شاید کوئی مل جائے۔ قلندر صاحب فرماتے ہیں کہ میں اُٹھا اور
اُس طرف چل پڑا۔ جب میں شہر کے دروازے کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں۔
کہ شہر کے باہر دھوپ چمک رہی ہے اور یہی کوئی آٹھ یا نو بجے کا وقت ہے۔
خیر میں نے چند قدم آگے اٹھائے تو وہاں ایک دھوبی گھاٹ نظر آیا۔ بہت
سے دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی سب بہ یک آواز بولے کہ لاؤ
میاں صاحب کی لنگوٹی دھو دیں۔ میں نے ان میں سے ایک کو دی اور دھلوا
کر واپس چلا آیا۔ پھر جب دروازہ شہر کے اندر داخل ہوا۔ تو رات کا سماں ہے

شہر کے باہر دیکھو تو دن اندر دیکھو

تو رات اسی الجھن میں کہ عجب بات ہے۔ مَیں مسجد میں پہنچا۔ فقیر صاحب بیٹھے
تھے میں نے لنگوٹی انہیں دے دی اور پوچھا کہ صاحب یہ کیا تماشہ ہے۔
جو میری آنکھوں نے دیکھا ہے۔ فرمانے لگے۔ غوث علیؒ یہ تو سوانگ ہیں۔
تم اتنے کیوں پریشان ہو مَیں نے کہا صاحب یہ تو بہت بڑی کرامت ہے
فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن مردِ خدا ہونا بڑا دور ہے۔ یہ تو بداری کا تماشہ ہے۔
جو ہر فقیر کر لیتا ہے اِس حکایت میں گو کسی مردِ خدا کی تعریف تو نہیں کی گئی۔

لیکن اس سے اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ مردِ خدا کا شان اس سے بھی بلند ہے۔ اور یہی اُن کی تعریف ہے۔ لیکن ے

شاذ و نادر کوئی شہ باز حلال کھولتا ہے اس ہوا میں پر و بال

قبلہ گاہی میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں جو کہ ایک مردِ خدا میں ہونی چاہئیں۔ یعنی ہمیشہ آپ اسرارِ نہانی کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے۔ لیکن اسی چھپانے ہی چھپانے میں سب کچھ کہہ جاتے۔

مرحبا اے خازنِ اسرارِ غیب کیا چھپایا ہے ہنر کو مثلِ عیب

یہاں پہ ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔ جو کہ قبلہ و کعبہ کے مقربِ خاص میاں غلام رسول خان ویروآنہ کی وساطت سے مجھ تک پہنچا۔ میاں غلام رسول جو کہ ۱۹۳۹ء سے ہی قبلۂ عالم کی غلامی میں ہیں۔ بقول اُن کے "مجھے مولوی فضل الحق نے جو کہ قصبہ جھکڑ میں علمِ طب کے ماہر پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے عقیدتمند اور فیض یاب اور میرے خاندان سے کافی مانوس تھے۔ اپنے پاس بلوا بھیجا۔ چنانچہ بندہ حضرت شیخ سے رخصت حاصل کر کے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا لمحاتِ فرصت میں مجھ سے مخاطب ہوئے کہ میں نے آج تمہیں ایک رازِ مخفی کے انکشاف کرنے کے لیے بلوایا ہے۔ یہ بات عام کھولنے کی نہیں۔ لیکن تمہیں بتانا مناسب سمجھتا ہوں۔ مجھے شیخ کامل نے علم معرفت عطا فرمایا ہے۔ جس کی روشنی میں میں نے تمہارے شیخ کا مقام ملاحظہ کیا ہے۔ تمہارے قبلہ و کعبہ کی مثال

ایسی ہے۔ جیسے ایک جنگل میں ہزاروں جانور ہوتے ہیں۔ لیکن سب کا سردار شیر ہوتا ہے۔ اور پھر اُن شیروں میں سے ایک شیر ایسا بھی ہوتا ہے۔ جو اُن تمام پر فوقیت رکھتا ہے۔ تم یقین جانو کہ زمانۂ حال کے تمام فقراء میں تمہارے شیخ کا مقام بالکل اسی طرح ہے، مَیں تمہیں اُنس و شفقت کی وجہ سے بتا رہا ہوں اور یاد رکھّو اپنے شیخ کو کبھی نظرِ غیر سے نہ دیکھنا۔ خیر میں وہاں سے فارغ ہو کر آستانۂ عالیہ پر پہنچا۔ مرشدی و مولائی کچہری میں رونق افروز تھے۔ فرمایا کیا کہا ہے فضل الحق نے۔ بندہ نے تمام عرض کیا جو سنا تھا۔ فرمانے لگے اُسے کیا حق پہنچتا ہے کہ کسی کا رازِ مخفی اِس طرح بیان کرتا رہے پھر حضور خاموش ہو گئے۔

تو نہ تھا کچھ عین عین اللہ تھا
ظاہراً بندہ نہانی شاہ تھا
بندگی کے بھیس میں اے جامہ زیب
دے گیا واللہ تو سب کو فریب

مردِ خدا کی حقیقت بیان کرنی بڑی ہی مشکل بات ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا میں اپنے انہی الفاظ پر ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسی نظریں نصیب فرمائے جو مردِ حق شناس کی شناسا ہوں۔ کیونکہ انہیں کی پہچان سے حق کی پہچان ہو سکتی ہے۔ اور اِنہی

کے نقشِ قدم پر چلنے سے فلاح دارین ہے آج کل ایسے لوگ بھی پیدا ہو بیٹھے ہیں جو اس شمع ہدایت کو بجھانے کے درپئے آزار ہیں۔ اِن مردانِ خدا پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے بنائے کچھ نہ بنے گا۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا نام ہمیشہ سے بلند رہا ہے اور تا ابد بلند ہی رہے گا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

سید محمد ظفر قادری

غزل

ہے لب پہ میرے نام بس اب ایسے حسین کا
لے کر جو گیا تھا کبھی دِل اہلِ زمیں کا
آیا تھا ہمیں ایک جھلک اپنی دکھانے
مہمان تو تھا یارو مگر عرشِ بریں کا
ارشادِ خداوند ہمیں آ کے سنائے
متلاشی تھا ہر وقت وہ شاگردِ ذہیں کا
کر دے جو فراموش اُسے کون سا دِل ہے
اُس کا تھا وہ ہو جاتا نہ ہوتا جو کہیں کا
نائب وہ نبی کا تھا اولادِ علی تھا
ہر ذرّہ غزل خواں ہے اُس ماہِ جبیں کا
وہ کون تھا اور کیا تھا بس اِتنا ہی سُنا ہے
کہتے ہیں وہ محبوب تھا اِس ظفرِ حزیں کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

ایک روز جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد مجلس خانہ میں حضور قبلہ و کعبہ نے ارشاد فرمایا۔

مرشدِ کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔ وہ خدا اور رسولؐ سے حکم حاصل کرتا ہے۔ اور مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ اس لیئے مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے مرشد کی خدمت میں صرف خدا اور رسول کا علم حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہو۔ زن و شوہر کے جھگڑے، مال اور اولاد کی خواہشات اور دنیاوی اغراض لے کر مُرشد کی خدمت میں پہنچنا نادانی ہے۔ وہ مسندِ رسول پر متمکن ہے۔ اس کے در پر وہ لوگ جن کی طلب صادق اور دِل دنیاوی آلائشوں سے پاک ہوتے ہیں، آکر فیض حاصل کرتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ایسے دربار میں حاضر آکر علم حاصل کرتے ہیں اور پھر اخلاص کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ جس طرح علم بغیر عمل کے نافع نہیں ہوتا اسی طرح عمل اخلاص کے بغیر بے کار ہے۔

بیت اللہ کا مطلب خدا کا گھر ہے جو ایمان والوں کا قبلہ اور سجدہ گاہ ہے۔ جس جگہ پیرو مرشد ہو وہیں خدا موجود ہے۔

طالبانِ صادق جہاں پیر کا قیام ہو وہاں ادب سے رہتے ہیں کیونکہ یہ خدا اور رسولؐ کے ملاپ کی جگہ ہے اور ایمان والوں کی سجدہ گاہ ہے۔ پیرو مرشد کا دربار احترام کی جگہ ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل کے مرید پیرو مرشد کے دربار میں جوتوں سمیت چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ دربار پیرو مرشد میں خدا اور رسُول کی مطابعت اور اُن کی گفتار اور اُن کے کردار کے پاکیزہ انداز حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں دنیاوی خواہشات اور لہو ولعب کا معاملہ نہیں۔ پھر جہاں ایسی دولت تقسیم ہو رہی ہو افسوس ہے کہ مرید کے دل میں ایسی جگہ کی قدر و منزلت نہ ہو۔ حاضرین میں کچھ جاٹ بھی موجود تھے حضور قبلہ وکعبہ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اے جاٹو! تمہارا تو حال ہی عجیب ہے۔ خوب یاد رکھو کہ اس مقام پر صرف آنے اور جانے ہی سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ یاد رکھو جب تم یہاں آؤ۔ نفس ہوا اور ہوس سے ہاتھ دھو کر آؤ تاکہ جب تم لوٹو تو تمہارے دامن ایمان ویقین کی دولت سے بھرے ہوئے ہوں۔ شاید تمہارا خیال یہ ہو کہ تمہارا پیر کامل ہے وہ تمہیں نجات دلا دے گا۔ اور تم نفس اور ہوا کے گھوڑے پر سوار جہاں چاہو دوڑتے پھرو۔ اگر نجات کا یہی انداز ہوتا تو ابوجہل اور آذر کو بھی نجات میسر آجاتی۔

علم بغیر عمل کے سود مند نہیں۔ عمل فرمانبرداری کا نام ہے۔ جو پیرو مرشد

گے فرمان پر عمل نہ کرے گا۔ راندہ درگاہ ہو گا جیسا کہ سائیں شیر محمد علیہ الرحمۃ فرما گئے ہیں۔

عزازیل جیڈا نہ کوئی ہوز عالم — عمل باجھ ہو گیا شیطان بیلی
ہوئے بحر ضلالت تھیں پار سوئی — جنہاں من لیا فرمان بیلی

جو شخص جس قوم کے اعمال کے ساتھ محبت رکھے گا اس کا شمار اُسی قوم میں ہو گا اس کی موت بھی اُسی حال میں ہو گی اور حشر بھی اُسی قوم کے ساتھ ہو گا۔ بھلا وہ قوم جو مسلمان کہلانے کی دعوے دار ہے اگر کافروں کے اعمال سے محبّت رکھتی ہے تو یہ بھی جان لے کہ ایسے جھوٹوں کا حشر بھی ان کفار کے ساتھ ہو گا۔ جن کے اعمال کی محبت میں وہ مبتلا ہیں۔ ایمان والوں کی محبّت تو ایمان والوں کے ساتھ ہُوا کرتی ہے۔ اسی لیے حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات نے ارشاد فرمایا کہ "مومن مومن کا آئینہ ہے"۔ مومن جب آپس میں ملتے ہیں تو اُن کے ایمان و یقین میں ترقی ہوتی ہے تمہیں چاہیئے کہ ایمان والوں کی محبت رکھو۔ کیونکہ مومن آپس میں رحم اور مہربانی کرنے والے ہوتے ہیں اور کفار پر سخت گیر۔

افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں بحیثیت مجموعی نہ تو خدا کا خوف ہے اور نہ ہی محبّتِ رسُولؐ ہے۔ خوفِ خدا کا تقاضا یہ ہے کہ انسان منہیات سے دُور رہے۔ اور محبّتِ رسُولؐ کا خاصہ یہ ہے کہ اوامر پر انسان سختی سے پابند ہو جائے محبُوب کے ہر قول ہر فعل اور ہر انداز کو اپنانا مُحبّت کی علامت ہے۔ اور اگر

یہ نہیں تو پھر خالی دعوئِ مسلمانی سے کام نہیں بنے گا۔ اُن لوگوں پر افسوس ہے جو پیرومرشد کے آستانہ سے خدا اور رسُولؐ کے کلام کے گوہر اور موتی چھوڑ کر خالی ہاتھ واپس گھروں کو جا رہے ہیں۔

اے حاضرینِ مجلس! اس سے پہلے کہ اس دُنیائے فانی میں تمہاری آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند کر دی جائیں۔ اپنے رب کو پہچان لو کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ جو اس جہاں میں اندھا رہا اور اسے پہچان نہ سکا۔ وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ اور اپنے رب سے بہت ہی دُور ہوگا" مُبارک ہیں وہ لوگ جو اس کی بتائی ہوئی سیدھی راہ پر چل پڑے مشقتیں اٹھائیں مجاہدے کیے اور بالآخر اُسے پہچان لیا اور اُس کے قریب ہوگئے۔

جب طالبِ صادق اپنے ہادی کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اپنے سابق حال پر نہیں رہتا۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وہ حال نہ رہا۔ جو حضور سرورِ کائنات کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہونے سے پہلے تھا۔ نہ وہ دُنیا کا راحت و آرام رہا نہ وہ ظاہری جاہ و جلال اور مال و اسباب رہا۔ قلب و نظر کی سابقہ کیفیتیں بدل گئیں سکون اور اطمینانِ قلب کے دَور کا آغاز ہوگیا۔ حضور ام المومنین کے ایثار اور نگاہِ حق شناس کی مثال پیش کرنا امرِ محال ہے۔ انہوں نے سرکارِ دو عالم کو اس وقت پہچان لیا جبکہ آپ نے ابھی رسالت کا دعویٰ نہیں فرمایا تھا اور اپنا مال و دولت جاہ و حشم غرضیکہ دل و جان اور تمام اثاثۂ حیات حضورؐ

کی خدمتِ بابرکت میں پیش کر دیا۔

مردانِ حق شناس کے پاس دنیا کی زینتیں اور زیبائشیں نہیں ہوتیں اور اگر ہوں تو اُن کے دل ایسی چیزوں کی خواہش سے ہمیشہ خالی رہتے ہیں وہ کوئی چیز خواہش کے ہاتھ سے نہیں لیتے۔ اور جو چیز بلا خواہش میسر آجائے اُس میں بخل نہیں کرتے۔ کیونکہ انہیں حق کے سوا کسی چیز سے رغبت نہیں ہوتی وہ تو مقامِ آخرت کے حاکم ہیں۔ مومن کے لیئے دنیا دکھوں اور مصیبتوں کا گھر ہے۔ اور مقامِ آخرت ان کی خوشیوں اور راحتوں کا مسکن ہے۔ دنیا میں حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح کے دکھ اُٹھائے مصیبتیں جھیلیں۔ بھوک سے تنگ آکر شکم مبارک پر پتھر باندھے۔ اور جنگِ اُحد میں دندان مبارک شہید ہو گئے۔ الٰہی سیّد الانبیا سرکارِ دو عالم پر اُن کی ازدواج مطہرات پر اُن کی آل اور اُن کے اصحاب اور تمام ایمان والوں پر درود وسلام بھیج۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسٰكِيْنَ ط

الٰہی میری حیات مسکینی میں ہو اور میری موت مسکینی میں ہو اور میرا حشر زمرۂ مساکین میں ہو۔

مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے راہنما کی چادر پہنے یعنی قول اور فعل میں اپنے راہنما کی پیروی کرے۔ ہونہار طالب علموں کی طرح ہمیشہ اپنا سبق دُہراتا رہے اور کبھی بھولنے نہ پائے۔ سکولوں کی جماعت بندی کی طرح راہ سلوک کے بھی

درجے ہیں۔ ان دراجات سے وہی طالب صادق کامیابی سے گذر سکتا ہے جو تمام اسباق کو درجہ بدرجہ یاد رکھتا ہو۔

مالی کی طرف دیکھو کہ وہ کس طرح باغ کی آرائش اور زیبائش میں مصروف رہتا ہے۔ کیاری کیاری۔ ڈال ڈال اور پات پات کی نگھبانی کرتا ہے۔ کہیں کھاد ڈال رہا ہے اور کہیں گھاس پھُوس سے کیاریاں صاف کر رہا ہے۔ کسی پودے کی تراش خراش ہے کہ پھلے پھُولے اور کسی پودے کو ڈھانپ رہا ہے کہ ہوا کی سرد مہری کا شکار نہ ہونے پائے۔ اس کی یہ کوششیں باغ کی آرائش وزیبائش اور ترقی کے لیئے ہیں۔

اسی طرح مجھے بھی یہ کام سونپا گیا ہے کہ میں مریدوں کی دیکھ بھال کروں اور اُن کے دل کی کیاریوں سے نفس ہوا اور ہوس کی گھاس پھوس نکال کر باہر پھینک دوں۔ یہ اس لیئے کیا جاتا ہے کہ مرید آگے بڑھے اور ترقی کی منزلیں طے کر کے منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔ صاحبِ نظر مخلوق کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیئے بے تاب ہوتا ہے۔ وہ مخلوق کا پیوند ماسوا سے کاٹ کر خالق کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ وہ خود خالق کی رضامندی کا جویا ہے اور اس کے آگے جھکا ہُوا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ مخلوق بھی خالق کے آگے جھک جائے اور سرِ تسلیم خم کردے۔ منہیات سے بچے اور اوامر کو بجالائے۔

الٰہی ہمیں اس کام کی توفیق عنایت فرما جس سے ہمیں تیری خوشنودی

حاصل ہو اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ؕ

(۲)

مومن کا غصہ بھی مومن ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے غصے میں نفسانی خواہش اور غیر شرعی اغراض کا دخل نہیں ہوتا۔ مومن نہی سے بچنے اور امر کو بجالانے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ اس کا غصہ اس کا پیار اس کی صلح اور اس کی دشمنی صرف اللہ ہی کے لیئے ہے۔ مومن اپنے نفس کی مخالفت پر اس وقت تک مصروف رہتا ہے جب تک اُسے اس مخالفت سے روک نہ دیا جائے۔ اپنے نفسوں کا تعلق شیطان سے قطع کر لو۔ کیونکہ وہ ہمارا ازلی دشمن ہے۔ اُس سے بھلائی کی توقع رکھنا جہالت اور نادانی ہے۔ اس نے ہمارے ماں باپ حضرت آدم علیہ السلام اور حوّا کو اپنے مکر و فریب سے جنّت سے نکلوایا۔ وہ ہمارے اجداد کا دشمن تھا۔ اور کبھی بھی ہمارا دوست نہیں ہو سکتا۔ اس نے ہماری دشمنی کی قسم کھا رکھی ہے وہ خم ٹھونک کر ہمارے مقابلے پر کھڑا ہے۔ ایمان والے اپنی پوری قوت کے ساتھ اِس سے مصروفِ جنگ رہتے ہیں۔ وہ اس کے مکر و فریب سے آگاہ ہیں، اور

بچے رہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ مومنوں کا محافظ اور مددگار ہے۔

مومن شریعت کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ اس کا کھانا پینا، پہننا، سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا اور بولنا غرضیکہ ہر قول اور ہر فعل شریعت کے مطابق ہوتا ہے۔

فرمایا کہ جس شخص نے اپنا قدم ذرا بھی فرمانِ مرشد کے خلاف رکھا، یا آدابِ پیرخانہ کو ملحوظ نہ رکھا وہ راندۂ درگاہ ہے۔ کیونکہ فرمانِ مرشد عین فرمانِ رسولؐ ہے۔ اور فرمانِ رسولؐ عین فرمانِ الٰہی ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ارشاد ہوا کہ قبلہ و کعبہ حضرت قطب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص میاں سلطان سکنہ کمالیہ کو اپنی مجالس کے ملفوظات لکھنے پر مامور کر رکھا تھا۔ ایک روز وہ پیر محل میں لنگر خانہ کی چھت پر بیٹھا لکھ رہا تھا کہ اس کے پاس ایک عورت بیٹھی حضور پیر و مرشد سے متعلق کچھ باتیں کر رہی تھی۔ حضور قبلہ و کعبہ کو وہ باتیں بھلی معلوم نہ ہوئیں۔ جب مجلس برخاست فرمائی تو اپنے صاحب زادے حضرت فضل حسین شاہ صاحب کو حکم دیا کہ وہ میاں سلطان کو باہر نکال دیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ میاں سلطان چلا گیا۔ ایک عرصہ کے بعد جب اشتیاقِ ملاقات کا غلبہ ہوا تو نہایت عجز و انکساری سے ایک کافی بطور معذرت دربار پیر و مرشد میں پیش کی اور قصور معاف کرایا۔" فرمایا کہ پیر و مرشد کا دربار نہایت احترام کی جگہ ہوتی ہے۔ مرید خواہ کتنا ہی منظور و مقبول ہو آداب کو کسی صورت میں ہاتھ سے

نہ چھوڑے۔

مرید پر لازم ہے کہ وہ جب مرشد کی خدمت میں حاضر ہو اپنے دل کو کدورات بشریت سے پاک صاف کر کے حاضر ہو۔ مرشد کے مقام کو پہچانے اور آداب کو ملحوظ رکھے۔ مرشد احکامِ الٰہی کا حامل ہوتا ہے۔ وہ اپنے رب سے ایک لمحہ بھی الگ نہیں ہوتا مرشد کی نظر میں کھرا اور کھوٹا چھپ نہیں سکتا۔ وہ مخلوق کے اخلاص اور کھوٹ کو ایک نظر میں دیکھ لیتا ہے۔ مرید خواہ کہیں ہو وہ اس کے ظاہر اور باطن سے باخبر ہوتا ہے۔ جب تم مرشد کی خدمت میں پہنچو تو اپنے کھوٹ کو چھپانے کی کوشش نہ کرو۔ غلطی کو مان لینا اور اس پر نادم و پشیمان ہونا ایمان کی علامت ہے۔ میں بعض مریدوں کا عجیب حال دیکھتا ہوں۔ وہ دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے فریب سے اپنا بچاؤ کر لیا ہے حالانکہ وہ خود فریب خوردہ ہیں۔ انہیں شاید معلوم نہیں کہ اُن کا مرشد اُن کے فریب اور ریا سے باخبر ہے۔ مخلوق سے محبّت صرف فی سبیل اللہ ہونی چاہیئے اور کسی حال میں بھی یہ محبّت پیر کی محبت پر غالب نہ آئے صادق مرید اپنے پیر و مرشد کے کلام کی ہمیشہ تصدیق کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج کی تصدیق کی۔ اور اللہ تعالےٰ نے حضرت ابوبکر کی تصدیق اس طرح فرمائی کہ وہ ہمیشہ کے لیئے صدیق ہو گئے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی جزا اپنے محسنوں کے لیئے ہے۔ صادق مرید ترقی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی عنایات سے نوازا جاتا ہے۔ اور کاذب کا تو انجام

ہی خراب ہے۔ وہ محض قالی ہے۔ اور اس کا یہ قال اُسے ہرگز فائدہ نہ دیگا جو حال اُسے کسی وقت حاصل ہوگیا تھا وہ ختم ہو جائے گا۔

قال را بگذار مدِ حالِ شو		پیشِ مردِ کاملے پامالِ شو

صُوفیائے کرام اور اولیائے عُظام کو جس قدر قربتِ حق زیادہ نصیب ہوئی۔ اُسی قدر اُن کے کردار اور گفتار کی کڑی نگرانی کی گئی اور اُن کی معمولی سے معمولی لغزش پر بھی باز پرس کی گئی۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو جب حسبِ توفیق معراج نصیب ہوُا تو بارگاہِ ربّ العزّت سے خطاب ہوُا کہ " بایزید! ہمارے لیئے کیا تحفہ لائے ہو؟ عرض کیا کہ یا رب العالمین میں صرف تیرا علم اور توکّل لے کر حاضر ہوُا ہوں۔ فرمایا کہ تیرا دعویٰ غلط ہے۔ کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم نے دُودھ پیا تھا۔ پھر تمہارے پیٹ میں درد پیدا ہوُا اور تم کہنے لگے کہ ہائے دُودھ نے میرے پیٹ میں درد پیدا کر دیا۔ اے بایزید! اس وقت توکل کہاں گیا تھا اور میرا علم کیا ہوُا ؟ کیا مَیں فاعلِ حقیقی نہ تھا ؟ کیا مسبّب کو چھوڑ کر اسباب پر بھروسہ کر لینا توحید ہے ؟

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان و یقین اور توکّل میں ہمسری کا دعوٰی بہت کم بزرگانِ دین نے کیا ہے۔ تاہم اُن کی زبانِ مبارک سے اُن الفاظ کا نکلنا تھا کہ فوراً گرفت ہوئی۔

طالبانِ صادق مسبب کو چھوڑ کر اسباب کی طرف نہیں بھاگتے۔ وہ

اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ رسول اور صاحبِ امر کی اطاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔ علمائے حق و بزرگانِ دین جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول سے حکم لیتے ہیں اور مخلوق تک پہنچاتے ہیں صاحبِ امر ہیں[۱]۔ انہیں رشد و ہدایت کی توفیق عطا ہوتی ہے صاحبِ امر مرشد کا مبارک آستانہ عین دربارِ رسول اور دربارِ الٰہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا اور اُس کے رسول سے کسی وقت بھی جدا نہیں ہے۔ اے جماعتِ مریداں! تم جب یہاں آؤ تو اپنی ظاہری اور باطنی کثافت اور پندارِ خودی سے پاک صاف ہو کر آؤ۔ اے لوگو! جب تم دنیا کے کسی حاکمِ اعلیٰ کے پاس بڑے اہتمام کے ساتھ جاتے ہو تو حقیقی حاکم کے دربار میں کیوں ظاہری اور باطنی کثافت لے کر آتے ہو۔ تمہاری کثافتیں ظاہری ہوں یا باطنی یہاں چھپ نہیں سکتیں۔ مرشد دلوں کا جاسوس ہوتا ہے۔ اور وہ باطنی امراض کو ایک نظر میں پہچان لیتا ہے۔ وہ خود صاف ہے اس لیئے جب اس کے پاس آؤ تو قلب و نظر کی صفائی لے کر آؤ تاکہ وہ تمہاری نجات اور سعادت کا وسیلہ بنے اور تمہاری مشکلیں آسان ہو جائیں۔ سائیں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

---

[۱] آیتِ کریمہ، اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ میں ظاہری علماء اولی الامر منکم سے مراد حاکمِ وقت لیتے ہیں۔ یہ معنی صرف اسی حالت میں درست ہو سکتے ہیں۔ جب کہ حاکمِ وقت مومن ہو اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے حکم حاصل کرنے کی توفیق سے محروم نہ ہو۔ (مرتب)

ہادی ولاندا خاص جاسوس یارا لیندا باطنی رمز پچھان بیلی

صاف ہو کے صاف نوں جالیں تدوں مشکلاں ہوون آسان بیلی

طالب صادق پر پیر کے حکم کی اطاعت لازم ہے اور اس کی رضا کے آگے سر جھکا دینا عین فرض ہے۔ پیر کامل کی نظر سے کوئی راز پوشیدہ نہیں ہوتا۔ وہ نیکی اور بدی کے اسرار سے باخبر ہے اس لیئے اگر وہ کسی طالب کو بظاہر ایسے کام کا حکم دے جو مرید کی نظر میں صحیح نہ ہو تو اُسے کر گزرنا عین سعادت مندی ہے۔ کیونکہ مُرشد اس دانا طبیب کی مانند ہے جو مریض کی بہتری کے لیئے کبھی اُسے جلاب دیتا ہے اور کبھی فصد لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اگر مریض طبیب کی ہدایت پر عمل نہ کرے تو شفا کی توقع رکھنا نادانی ہے۔ ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزل ہا

مَیں تمہاری رُوحانی امراض کا طبیب ہوں۔ میری ہدایت پر عمل کیا کرو اس میں تمہاری ہی بہتری ہے۔ پیر کامل کا حکم خدا اور اس کے رسول کے حکم اور رضا کے عین مطابق ہوا کرتا ہے۔ خواہ تم اسے جان سکو یا نہ جان سکو۔

پیر و مرشد کی بارگاہ مرید کی عبادت کے رد و قبول کی کسوٹی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مردانِ کامل کو ایسی نظر بخشی ہے کہ اُن کے لیئے یہ جاننا دشوار نہیں۔ کہ مرید کی کونسی عبادت قبول ہے اور کونسی عبادت رد کی گئی ہے۔

مرید کے لیئے پیر کا دربار عین دربار الٰہی اور دربارِ رسول ہے۔ دوران کلام ایک برادرِ طریقت نے دست بستہ عرض کی کہ گذشتہ شب خواب میں حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تیری ساری عبادت اور ذکر و فکر نامنظور اور نامقبول ہے۔ یہ سُن کر حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں تیرے پیر کو یہ علم عطا کیا گیا ہے کہ وہ جان سکے کہ بارگاہِ الٰہی میں تیری عبادت مقبول ہوگی یا نہیں۔

کوئی شخص جو بدبخت ہو اگر اپنے مرشد کا فرمان بجالاتا رہے تو نیک نصیب ہو سکتا ہے۔ مرشد کامل مخلوق کی تقدیروں کو اپنی ہمت سے تغیر و تبدّل کر سکتا ہے اس کی ہمت ہمّتِ الٰہی سے الگ نہیں ہوتی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

تم بظاہر دیکھ رہے ہو ایک قابلِ گردن زنی مجرم جب دنیاوی حاکمِ اعلےٰ کی عدالت میں رحم اور جان بخشی کی درخواست پیش کرتا ہے تو اس حاکم اعلےٰ کو دستور کے مطابق اُسے پھانسی سے بچا لینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے جب ظاہری حاکم کو یہ اختیار حاصل ہے تو اُن مردانِ حق کو جو باطنی حاکم ہیں کہاں کہاں اختیارات حاصل نہ ہونگے؟

جب لوہار لوہے کی ایک سلاخ کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالتا ہے تو وہ سلاخ کچھ دیر بعد آگ کی جملہ صفات حاصل کر لیتی ہے۔ بلحاظ رنگ اور بلحاظ

شدت تمازت وہ آگ سے ذرہ بھر بھی مختلف نہیں ہوتی۔ جس پہلو نظر کرو آگ ہی کی صفات کی حامل ہے۔ اسی طرح وہ بندگانِ خدا جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے عشق کی آگ میں جل چکے ہوں۔ کیونکر اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی صفات سے محروم رہ سکتے ہیں۔ حدیث "اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَاسِوَاءَ اللہ" یعنی عشق ایک ایسی آگ ہے جو ماسوا یعنی غیر خدا کو جلا کر نیست کر دیتی ہے اور جب ماسوا دُور ہوا تو پھر اللہ کا ظہور رہا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا وہی اوّل ہے وہی آخر ہے، وہی باطن ہے اور وہی ظاہر ہے اس کے سوا کوئی موجود حقیقی نہیں۔ صفات غیر اللہ نہیں۔ ہر جا اُسی کا ظہور ہے۔

پیرومرشد کی اطاعت اور متابعت اختیار کرنے میں مرید کی بہتری ہے فرماں بردار اور اطاعت شعار مرید پیر کے لئے موجب فخر ہے۔ حدیثِ قدسی ہے کہ "مطیع الکامل حبیبی" یعنی کامل کی اطاعت کرنے والا میرا دوست ہے" اسی طرح نافرمان بردار مرید پیر کے لئے باعثِ افسوس ہوتا ہے کیونکہ وہ خسارہ میں ہوتا ہے اور مرید کے خسارہ پر پیر کو بہت دکھ ہوتا ہے۔ مرید جہاں بھی ہو پیر اُس کی نیکی اور بدی سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور اُس کے ہر پہلو پر نظر رکھتا ہے کیونکہ وہ مرید اپنے آپ کو شیخ کے ہاتھ پر فروخت کر چکا ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کی نگہبانی شیخ کامل کے لئے ضروری امر بن جاتی ہے۔ الٰہی ہمیں بھی مرشد کامل کے ہر فرمان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما تاکہ ہم دنیا و آخرت میں نجات حاصل کر سکیں۔ آمین!

غنی وہ ہے جو محبتِ الٰہی میں مٹ جائے ایسا غنی ہر دو جہاں میں غنی ہے۔ ایمان والوں کے لیئے اللہ تعالےٰ کی محبت مال۔ اولاد عزیز و اقربا دوست احباب غرضیکہ تمام مخلوق کی محبت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔

یعنی بعض لوگوں نے خیال کر لیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت ایسی ہی ہے جیسی کہ اولاد اور خویش و اقارب سے کی جاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اللہ کے ساتھ ایمان والوں کی محبت سب سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ غنی کی محبت نہ دوزخ کے ڈر سے ہے نہ بہشت کے لالچ سے۔ وہ اللہ ہی کا ہو چکا ہے اور اس کے بغیر بے تاب و بے قرار ہے۔

راہ سلوک میں طالبِ صادق عزت اور ذلت دونوں سے گذر جاتا ہے،

اُسے نہ عزت کی خواہش نہ ذلّت کا غم وہ نہ مخلوق کی تعریف سے خوش اور نہ
مذمت سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ وہ عزت یا ذلت۔ مدح یا مذمت۔ نفع یا ضرر مخلوق
کے ہاتھوں نہیں دیکھتا اس لیئے نہ وہ اِن سے خوش ہے اور نہ رنجیدہ ہے
وہ مخلوق سے نیک سلوک کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ ایک دن حضرت
سائیں شیر محمد فتحپوری رحمت اللہ علیہ کا ایک شخص صَلّح رہبیرہ کے ساتھ ایک جگہ
سے پانی کی نالی گذرنے پر اختلاف ہو گیا۔ آپ نے درویشوں سے فرمایا کہ
یہاں اگر صُلح رہبیرہ تم کو نالی بنانے سے روکے تو تم اپنی ہی جگہ پر ایک گڑھا کھود لینا
تاکہ پانی وہاں گرتا رہے۔ ایک مقرب درویش نے عرض کیا کہ حضور! ہم اُس کے
ساتھ معاملہ خوب نپٹ لیں گے۔ سائیں شیر محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میاں تم نے
مجھے کیا سمجھ رکھا ہے؟ عرض کیا کہ حضور میرے مرشد اور ولی اللہ ہیں"۔ فرمایا اگر ایسا
ہے تو کیا میں ایک دنیا دار کے ساتھ دنیا دار بن کر مقابلہ پر اتر آؤں! میاں! دنیا
مردار ہے اور مردار سے رغبت رکھنے والا تو کتا ہوتا ہے۔

اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَطَالِبُهَا کلَابٌ ۔!

میری نظر اُس کے فعل پر نہیں بلکہ فاعل حقیقی پر ہے۔ اس لیئے مجھے
اس سے کوئی رنجش نہیں۔ سائیں شیر محمد صاحبؒ کے لنگر میں لسی (چھاچھ)
صلح کے گھر سے آیا کرتی تھی۔ درویشوں کو جب اس تنازعہ کا علم ہوا تو انہوں
نے اس کے گھر سے لسی لینی چھوڑ دی۔ چند روز بعد ان درویشوں کو معلوم ہوا

کہ فلاں فلاں درویش اُس کے گھر جا کر لسّی پیتے ہیں چنانچہ انہوں نے اس امر کی شکایت سائیں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ کے دربار میں پیش کی۔

آپ نے شکایت پیش کرنے والے درویشوں سے پوچھا میاں تم نے صُلح کے گھر سے لسی لینی کیوں چھوڑ دی؟ درویشوں کے دل بغض و عناد کینہ فساد اور ریا سے خالی ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں رنجش قیام نہیں کر سکتی۔ جاؤ جا کر لسّی پیا کرو! ور دلوں کو ہمیشہ صاف رکھو"۔

فرمایا کہ سمندر کا پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس میں حرام اور حلال۔ پاک اور ناپاک سبھی جانور بستے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں نیک اور بد ہر قسم کے انسان بستے ہیں اور سمندر کی طرح یہاں بھی حرام و حلال پاک و ناپاک کا امتیاز نہیں اللہ تعالےٰ نے نیکوں اور بدوں کی الگ الگ بستیاں نہیں بسائیں۔ سبھی ساتھ ساتھ آباد ہیں اور حسبِ توفیق اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں یہ اُن دو دریاؤں کی مانند ہیں جو ساتھ ساتھ بہتے ہیں اور اُن کے درمیان ایک ایسی روک ہے جو انہیں ایک دوسرے سے الگ رکھے ہوئے ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَہُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ ۝ یہ اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ کون نیک ہے اور کون بد ہے۔ اگر تم آج نیک ہو کون کہہ سکتا ہے کہ کل تم بدی اختیار نہ کر لو گے اور جو آج بد ہیں کیا معلوم کہ وہ کل نیک ہو جائیں۔ اور پھر نیکی میں تم سے بھی بڑھ جائیں۔ اسی لیے اللہ کے بندے کسی کو

بنظرِ حقارت نہیں دیکھتے اور کسی لغزش پر مؤاخذہ نہیں کرتے خواہ وہ لغزش کتنی ہی سنگین ہو۔ وہ اس فرمانِ الٰہی سے آگاہ ہیں کہ ہم نے انسان کو کمزور پیدا کیا ہے۔ جب تخلیقِ انسان کی بنیاد کمزوری پر ہے تو پھر ہم اپنی کس نیکی پر ناز کر سکتے ہیں۔ کمزور سے کمزوری کا اظہار ہونا بعید نہیں۔

حکایت ہے کہ سائیں شیر محمد علیہ الرحمۃ کے دربار میں غلام علی درویش نے دو شخصوں کو بدکاری کے جرم میں پکڑ کر پیش کیا۔ سائیں شیر محمد صاحب نے فرمایا۔ "غلام علی! بتاؤ کہ کہیں نیکوں اور بدوں کی بستیاں الگ الگ بھی ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو تو نے پکڑ کر کیوں انہیں دربار میں شرمسار کیا جبکہ تم حکمِ الٰہی کے مطابق ان کے خلاف مزید چشم دید گواہ بھی نہیں لا سکے"۔ پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جاؤ میاں سنبھلو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو"۔ کچھ عرصہ بعد غلام علی درویش ایک عورت کی محبت میں اس قدر وارفتہ ہوا کہ سوائے اس عورت کے اُسے کوئی چیز محبوب نہ رہی ایک دفعہ دربارِ مرشد میں التجا کی کہ مجھے کسی طرح یہ عورت مل جائے خواہ اس کے بدلے میں مجھے دوزخ میں جانا پڑے۔ چنانچہ غلام علی کو عورت مل گئی جو چند دن بعد مر گئی۔ ع

"نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے"

دنیا کی محبت میں دوزخ بھی قبول کیا اور دنیا بھی ہاتھ نہ آئی۔

فرمایا اگر اُن دو شخصوں کو غلام علی پکڑ کر دربار میں نہ لاتا تو اس پر یہ

فتنہ و فساد نہ ہوتا اور نہ ہی دربارِ خداوندی سے اُس کی دُوری ہوتی۔ نیک بھی اُسی کے ہیں اور بُرے بھی اسی کے ہیں۔ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کے لئے ہے۔ مومن دوسروں کے عیوب و نقائص کا متلاشی نہیں ہوتا وہ اپنی خامیاں دُور کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔

فرمایا کہ جسے طلب حق ہو اُسے پیر کی تلاش میں مصروف ہو جانا چاہیئے۔

کیونکہ جب تک طالب کسی مردِ کامل کے قدموں پر سر نہیں رکھے گا منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکیگا۔ حدیث:

مَنْ لَّمْ یُدْرِكْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مَیْتَةً جَاهِلِیَّةً

جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہنچانا وہ جہالت میں مر گیا۔

پیر کی صحبت طالب کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ پیر ایسا کامل مرد ہونا چاہیئے۔ جس کا حال اُس کے قال کے مطابق ہو۔ ایسا پیر جس کی نظر جان پاک پر ہو نہ کہ آب اور خاک پر۔ ایسا پیر جو وجد و حال میں ہو اور جاہ و حشم کا شیدائی نہ ہو بلکہ نورِ عشق سے مست ہو۔ دوری میں مبتلا نہ ہو بلکہ ہمیشہ حضوری میں ہو۔ جب ایسا پیر مل جائے تو اس کی صحبت اختیار کرے اس کے اقوال پر یقین رکھے اور اس کے افعال کی متابعت کرے۔ گویا اس کے آگے ایسا رہے جیسے غسال کے ہاتھ

میں مبین ہوتی ہے۔ طالب کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور دیکھے کہ اپنے کردار اور پیر کے کردار میں کیا فرق ہے اور اگر فرق ہو تو طالب کو یہ فرق مٹا دینا چاہیئے علم اور عقل راہِ سلوک کے چراغ ہیں۔ ان چراغوں کی روشنی کے سبب راہ میں آنے والے گڑھوں میں گرنے سے بچ جائے گا۔ ہمارے تمام پیشوائے عظام کا یہی طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ سلطان الاولیا، صدر اصفیا، قطب ربانی، محبوبِ سبحانی، غوثِ صمدانی حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیلِ علم کے لیئے بہت محنت فرمائی آپ نے زہد و ریاضت میں بہت مشقت اٹھائی اور پچیس سال عراق کے جنگل میں مصروفِ عبادت رہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے آسمان پہ بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا جو رفتہ رفتہ تمام آسمان پر چھا گیا پھر اس سے ایک روشنی نمودار ہوئی۔ جس سے تمام اطراف روشن ہو گئیں۔ پھر ایک آواز سنائی دی کہ اے عبد القادر! میں تیرا رب ہوں۔ میں نے تمام حرام چیزیں تم پر حلال کر دیں۔ آپ چونکہ صاحبِ علم تھے جان گئے کہ اللہ تعالےٰ نے آج تک کسی شخص پر حرام چیزیں حلال نہیں فرمائیں اور کسی کو بھی فواحش کا حکم نہیں فرمایا چنانچہ فوراً پڑھا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

آپ کی زبان مبارک سے اس کلمہ کے نکلتے ہی روشنی غائب ہو گئی۔ اور پھر وہی علاقہ صورت بادل کی ظاہر ہوئی۔ اور آواز آئی کہ اے عبد القادر تم کو

تمہارے علم اور اللہ تعالیٰ کے فضل نے میرے مکر سے محفوظ رکھا ورنہ میں نے اس مکر سے کئی بندگانِ خدا کو ان کے مقام سے نیچے گرا دیا۔ آپؒ نے فرمایا اے ابلیس بے شک اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں تمہارے شر سے محفوظ رہا۔ اس کا فضل و کرم ہر وقت میرے شاملِ حال ہے۔

الٰہی ہمیں اپنے فضل و کرم سے دُور نہ رکھ ——— آمین

---

(۴)

جب تک مرید محبتِ الٰہی میں صادق نہ ہو محض قیل و قال سے فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ اس کا ظاہری علم اور نمائشی تصوّف اس کے کسی کام نہ آئے گا۔ بلکہ یہ اُس کے دعوئ محبّت کا بطلان ہے۔ جس سے حجاب بڑھے گا۔ دوری حاصل ہو گی اور غضبِ الٰہی میں گرفتار ہو گا۔ جن لوگوں نے محبّت میں صداقت اور احکامِ الٰہی سے موافقت اختیار کی۔ وہ اس کی بارگاہِ جلیل میں منظور اور مقبول ہو گئے۔ اور اُن کے دل دنیا کے رنج و غم سے آزاد ہو گئے۔ صداقت یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم الٰہی پہنچا تو بلا چون وچرا بیٹے کے حلق پر چھری چلانے سے گریز نہ کیا۔ اور یہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی صداقت تھی کہ جب باپ سے منشائے الٰہی معلوم ہوا تو بے دریغ حلق کو چھری کے نیچے رکھ دیا۔ اس اجمال کی پوری تفصیل سیّد الشُّہدا حضرت امام حسین علیہ السّلام نے کربلا کے میدان میں پیش کر دی۔ پھر محض تنِ تنہا نہیں بلکہ تمام خاندان کو راہِ حق میں شہادت کے لئے

پیش کر دیا یہ دعوئے محبت میں صداقت کا عملی ثبوت تھا ؎

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیلؑ   اقبالؒ

طالبِ صادق کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے وجود کے انڈے کو صداقت کی چونچ سے توڑ ڈالے۔ وجود کا توڑنا یہ ہے کہ نفس حرص اور ہوا سے منہ موڑ لے۔ نہ تو مخلوق سے محبّت رہے اور نہ مخلوق کا ڈر دل میں سمائے، یعنے ماسوا اللہ سے خوف اور محبت کی دیوار کو توحید کی تلوار سے توڑ ڈالے اور اپنے جسم و جان کو اُسی کے سپُرد کر دے۔ اے طالبِ صادق! اگر تو ایسا کرے گا تو خدا کی محبت کا ملاّح عنایت کی کشتی لے کر تیرے پاس آئے گا اور تجھے تیرے پیشوا کے دربار میں پہنچا دے گا۔

یہ دنیا دریا ہے اور تیرا ایمان کشتی ہے۔ اگر کشتی بھنور میں نہ پھنسے تو پھر تیرے لئے صحیح وسلامت پار اتر جانے کی خوشخبری ہے۔ ایمان تجھے نیک اعمال کی حلاوت سے خوش کر دے گا۔ اور یہ جس قدر پختہ ہوگا اُسی قدر تو خدا اور اس کے رسول کے آگے جُھک جائے گا۔ یہ جھکنا سربلندی کی علامت ہے کیونکہ سنّتِ الٰہی کا یہی تقاضا کہ وہ جھکنے والوں کو سربلند کرے۔ ایمان کے معنی ہیں خدا اور اس کے رسول کو دل و جان سے قبول کر لینا اور برحق جاننا۔ اُسے حاضر ناظر سمجھنا اور فرمانبرداری اختیار کرنا اور حدُود اللہ کو قائم کرنا۔ جیسا کہ حضرت لقمان نے

اپنے بیٹے کو فرمایا۔ بیٹا! دنیا دریا ہے اور ایمان کشتی ہے۔ نیک اعمال ملاح کی مانند ہیں اور اس دریا کا کنارہ آخرت ہے۔ اے طالب صادق! نیک اعمال میں اس سے بڑھ کر کوئی عمل نیک نہیں کہ تو کسی مرد کامل کے نقشِ قدم پر چلے۔ اس لیئے اس دنیا کے بحرِ عمیق سے اپنی کشتی صحیح وسلامت پار اتارنے کی صلاحیت اپنے پیرو مرشد سے حاصل کر کیونکہ دنیا کے طوفانی دریا سے بغیر کسی کامل ملاح کے صحیح وسلامت پار اتر جانا ناممکن ہے۔

فرمایا" جس نے لہو لعب اور ہرزہ سرائی میں زندگی بسر کی اور وقت کی قدر نہ جانی اس کے لیئے ہمیشہ کا پچھتاوا اور پشیمانی ہے۔ وقت ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے تم اس کی قدر و قیمت جان لو۔ دنیا کی کوئی چیز اگر ضائع ہو جائے تو ویسی چیز پھر بھی مل جانے کا امکان ہے مگر جب وقت ضائع ہو گیا اور اس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جو نفع بخش ہو تو جان لو کہ دنیا کی کوئی طاقت گذرے وقت کو واپس نہیں لا سکتی۔ افراد اور اقوام کے حالات سے عبرت حاصل کرو: کیونکہ جن لوگوں نے وقت سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اُسے غفلت میں گذار دیا ہے وہ پستیوں میں جا گرے ہیں۔ قوموں کے عروج و زوال کا سبب وقت کی قدر شناسی اور قدر ناشناسی ہے۔ اے بیہودہ گوئی اور غفلت میں وقت گذارنے والو! آج تم اپنی زباں درازی پر خوش ہو مگر یاد رکھو کل تمہاری تمام خوشیاں رنج والم اور پریشاں حالی میں بدل جائیں گی۔ تم آرزو کرو گے کہ" کاش کسی طرح

ہمیں وہ وقت میسر آجائے جو ہم نے ضائع کیا تھا تاکہ ہم نیک اعمال کر کے سرخروئی حاصل کر لیں" مگر یہ آرزو پوری نہ ہو سکے گی۔ بلکہ خدا کے غضب و جلال میں اسی طرح گرفتار ہو جاؤ گے جس طرح اگلے نافرمان پکڑے گئے"۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ"

تمہارا یہ وجود جو تمہاری نفسانی خواہشات کا غلام ہے۔ ایک دن بیکار ہو جائے گا اور تمہارا اس پر کوئی دعویٰ نہ رہے گا۔ اور نہ ہی تم اپنے ارادہ سے اس وجود سے کام لے سکو گے۔

جس دن گنہگار دربارِ الٰہی میں حاضر ہو گا تو اللہ تعالےٰ کراماً کاتبین کو گنہگار بندے کے اعمال کا دفتر پیش کرنے کا حکم صادر فرمائے گا۔ جب گنہگار وہ اعمالنامہ جس میں لاف زنی، بیہودہ گوئی اور سیاہ کاری کے سوا کچھ بھی نہ ہو گا۔ پڑھے گا تو وہ اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دے گا۔ اللہ تعالےٰ کراماً کاتبین سے پوچھے گا۔ کہ یہ بندہ تو اس دفتر کو درست ماننے سے انکاری ہے بتلاؤ کہ تم نے یہ دفتر کس طرح رقم کیا؟ فرشتے عرض کریں گے "اے ربُّ العزّت! ہم نے تیرا حکم مانا اور ہم اس بندے کے ساتھ ساتھ رہے۔ جہاں اس نے نیکی کی نیکی لکھ لی اور جہاں برائی کی برائی لکھ لی۔ اور تیرے دربار میں پیش کر دی۔

اے مالک حقیقی! اگر اس شخص نے یہ کام نہ کیئے ہوتے تو ہم ہرگز نہ لکھتے۔ تو تمام حقیقت سے آگاہ ہے۔ ہمیں تو ڈر تھا کہ اگر ہم سے تیرے حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو آج کے دن تیری بارگاہ میں شرمسار ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس گنہگار

بندے سے مخاطب ہو کر فرمائے گا کہ اے انسان! یہ تیرا ہی اعمالنامہ ہے۔ اور اس میں کوئی چیز غلط نہیں۔ تو سزاوارِ عذاب ہے۔ وہ شخص کہے گا اے خدایا یہ دونوں فرشتے تیرے اور تو ان کا یہاں میرا کون ہے جو میری بات کرے" جونہی گنہگار بندے کی زبان سے یہ الفاظ نکلیں گے جلالِ خداوندی سے اس کی زبان بند ہو جائے گی۔ اللہ تعالےٰ جس جس عضو کو حکم فرمائے گا۔ وہی عضو گنہگاری کی تمام داستان من وعن بیان کر دے گا۔ اے نافرمانبرداری میں وقت گذارنے والے! تیرا یہ وجود جسے تو اپنی نفسانی خواہشات کا آلہ کار بنائے ہوئے ہے۔ اور جس پر آج تو نازاں ہے جب تیرا ہی وجود خود تیرے خلاف گواہی دے گا۔ تو اس وقت تیری نجات کا کیا ذریعہ ہو گا؟

فرمایا۔ اُس وقت کو جو آنے والا ہے نہ بھولو۔ آج تمہارے پاس وقت ہے مہلت ہے۔ تندرستی ہے، توانائی ہے۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کر لو اپنی گفتار اور اپنے کردار کو آج جانچ لو۔ کیونکہ آج ہی کا دن تجھے کفایت کر سکتا ہے۔ کل کچھ نہ بنے گا۔"

اِقرأ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا ٥

آج اپنے اِن وجودوں کو اطاعت شعاری پر رضامند کر لو تاکہ کل جب معاملہ دربارِ الٰہی میں پیش ہو تمہارا یہ وجود تمہارا دوست بن سکے۔ اپنی حرص و ہوا اور امیدیں کوتاہ کر لو۔ احکام خداوندی بجالانے کی کوشش کرو۔ غیر اللہ سے

تعلقات منقطع کرلو۔ اپنی ہستیِ موہومہ سے کنارہ کرلو۔ موت کے منتظر رہو۔ ہمیشہ اللہ کی یاد میں رہو! اور ہر وقت اُس سے اُسی کو مانگتے رہو۔ حضرت بایزید بسطامی رح فرماتے ہیں کہ طالبِ صادق دنیا کا طالب نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ بہشت کا خواہشمند ہوتا ہے وہ تو دربارِ مولےٰ سے مولےٰ ہی مانگتا ہے۔ کیونکہ وہ دم بھر اس سے الگ نہیں رہ سکتا۔ جب ایک کے ہو گئے تو جو کچھ ایک کا ہے وہ سب کچھ حاصل ہو گیا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں ہی تمام ملکوں کا مالک ہوں —— جسے چاہتا ہوں ملک عطا فرما دیتا ہوں اور جس سے چاہتا ہوں واپس لے لیتا ہوں۔ جسے چاہتا ہوں عزت دیتا ہوں جسے چاہتا ہوں ذلت میں مبتلا کر دیتا ہوں۔ تمام بھلائیاں میرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ مَیں ہر چیز پر قدرت رکھتا ہوں۔ اور سب پر غالب ہوں"۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ تمہارے اس علاقے میں ایک قوم وبروآنہ ہے اور ایک قوم ممدوانہ۔ کسی زمانے میں اُن کی حکومت تھی۔ مگر کہاں ہے آج اُن کی حکومت! اور کہاں گیا اُن کا وُہ بادشاہی تخت؛ یہ عارضی معاملہ تھا جو ایک مقررّہ وقت کے بعد ختم ہو گیا۔ لیکن تم اس بادشاہی کی طرف خیال کرو جسے کبھی زوال نہیں۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اپنے دلوں کو ٹٹولو اور دیکھو کہ کیا تمہارے دل اُس کی حاکمیت اور بادشاہت کا اقرار کرتے ہیں؛

تو کہتا ہے کہ یہ میرا وجود ہے یہ میرا ہاتھ ہے یہ میری ناک اور یہ میرا کان ہے۔ لیکن جب تیرے جسم کا کوئی حصّہ تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو تجھ میں اسے دُور کرنے کی قدرت نہیں تیری جان پر کچھ بن جائے تو تو اسے روک نہیں سکتا۔ ایک شخص موت میں مبتلا ہو جائے تو کوئی اسے بچا نہیں سکتا۔ جب تو اپنے ہی جسم و جان سے متعلق اس قدر مجبور ہے تو کیوں نہیں اس خالقِ حقیقی کا اقرار کر لیتا۔ جو سب پر غالب ہے۔

جب خدا مارتا ہے تو دوسرا کوئی نہیں جو زندہ کر دے۔ جب وہ بیمار کرتا ہے تو دوسرا کوئی نہیں جو تندرست کر دے۔ جسے وہ فقیر بنائے، سوائے اس کے کون ہے جو اسے غنی کر دے۔ اور جب وہ ذلّت دیوے تو کون ہے جو عزّت دے سکے۔ یہ سب کام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اے مولا سے بھاگے ہوئے غلام! تو یہ سب کچھ دیکھتا، سنتا اور مانتا بھی ہے تو پھر کیوں اس کے احکام سے روگردانی کرتا ہے، خالص توبہ کر اور اس کی طرف واپس لوٹ آ۔ اخلاص کو ہاتھ سے نہ چھوڑ۔ نیک اعمال کی کشتی میں بیٹھ جا۔ روز روز کی توبہ درست نہیں یہ منافق بنا دیتی ہے اور بخشش و مغفرت سے دُور کر دیتی ہے بزرگانِ سلف کی طرف دیکھ ایک بار توبہ کی تو پھر اس طرح اس پر قائم ہو گئے کہ جان مال اور اولاد کے نقصان پر بھی اُن کے استقلال کے پاؤں نہیں لڑکھڑائے۔

اے طالب! اُن لوگوں میں شامل نہ ہو جن کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ انہیں دل دیئے گئے ہیں۔ مگر سوجھ بوجھ اور سوچ بچار سے کام نہیں لیتے انہیں کان دیئے گئے ہیں مگر وہ سننے کی کوشش نہیں کرتے۔ انہیں آنکھیں دی گئی ہیں۔ مگر دیکھتے نہیں۔ ایسے لوگ چوپاؤں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔" انسان میں اگر انسانیت کے اوصاف نہ ہوں تو حیوان ہے۔ انسان اگر خورد و نوش کا اہتمام کرتے ہیں تو بہائم بھی اپنی خوراک کی تلاش میں مشقت اٹھاتے ہیں۔ انسان میں اگر جنسی میلان ہے تو اُن میں بھی یہ وصف موجود ہے اپنے بچوں کی انسان بھی غور پرداخت کرتے ہیں اور وہ بھی۔ انسان کو اگر رہنے کے لیئے مکان درکار ہے۔ تو وہ بھی گرم اور سرد ہواؤں سے بچنے کے لیے کہیں نہ کہیں سر چھپا لیتے ہیں۔ انسان اور بہائم کی یہ قدریں مشترک ہیں۔ اگر انسان اس مقام سے آگے نہ بڑھے تو اس کے حیوانِ مطلق ہونے میں شک نہیں۔ اور اگر اس سے بھی گِر جائے تو وہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ ہم جنس چوپائے گروہ در گروہ جنگلوں میں پھرتے ہیں۔ اور وہیں گذر بسر کرتے ہیں۔ مگر اُن کا آپس میں نفاق نہیں۔ لڑائی اور جھگڑا انہیں اور نہ ہی ایک دوسرے سے نفرت ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کے درد میں شریک ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اگر ایک کوّے کو پکڑ لیں تو تمام کوّے کائیں کائیں کرتے ہوئے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

اے طالب! انسانیت کے اوصاف اپنے ہادی سے حاصل کر،

تاکہ تو حیوانیت سے نکل کر انسانیت میں داخل ہو جائے اور وہ تمہاری ظلمت کو دُور کر کے تمہیں نور میں لے آئے۔ افسوس ہے کہ تم ایک خدا کی پیدایش۔ ایک آدم کی اولاد ایک رسُول کی امّت اور ایک ہی پیر کی متابعت کرنے والے ہو۔ پھر تم میں نفاق اور ایک دوسرے سے نفرت کیوں ہے؟ بغض کینہ اور حسد سے تمہارے دل کیوں لبریز ہیں؟ جان لو کہ ایمان والے کسی دنیاوی غرض کی بنا پر ایک دوسرے سے نہیں اُلجھتے۔ بلکہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہوتے ہیں اور جیسے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ایمان والے تو یوں کہتے ہیں:-

(الحشر آیت ۱۵)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

"اے ہمارے مالک! ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں بخش دے۔ اور ایمان والوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں مَیل اور کینہ مت آنے دے۔ اے مالک ہمارے! بے شک تو بڑی شفقت والا مہربان ہے۔"

پھر حضور مرشدنا نے یہ دُعا فرمائی اور مجلس برخواست ہوئی۔

الٰہی ہمیں اپنے نیک بندوں کی جماعت اور سنگت میں شامل کر۔

اور ہمیں نیکی کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

۵

لڑکے مدرسوں میں جاتے ہیں۔ محنت اور رغبت سے علم حاصل کرتے ہیں۔ پھر جو تحصیلِ علم میں زیادہ مشقت اٹھاتے ہیں۔ اور زیادہ علم حاصل کرتے ہیں۔ وہ دنیا کے اس بازار میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ کوئی کاروباری دنیا میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیتا ہے اور کوئی بڑے عہدے پر مامور ہو کر عوام پر حکومت کرتا ہے۔ یہ ظاہری علم کے فائدے ہیں جن سے محنتی لڑکے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ علم اس علم کا ایک حقیر شعبہ ہے جس کے حصول کے لیئے تم یہاں آتے ہو۔ فانی دنیا کے حصول کے لیے جو علم حاصل کیا جائے گا۔ وہ فانی دنیا تک ہی رہے گا۔ میں تمہیں اس علم کی طرف بلاتا ہوں جو ہمیشہ تمہیں فائدہ دیتا رہے گا۔ کیونکہ یہ اُس مالکِ حقیقی کا علم ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ علم خلیفۃ اللہ کی وراثت ہے۔ قدرِ ناشناس نہ بنو اور غور کرو یہ وہ علم ہے جو فرشتوں پر بھی سبقت لے گیا تھا اور وہ پکار اُٹھے تھے۔

رَبَّنَا لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ط

اے خالق سے بھاگنے والو! میرے پاس آؤ کیونکہ یہاں ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا علم ہے۔ یہاں امام المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ آج وقت ہے کہ تم اس کے فائدے جان لو۔ گِن لو اور سمجھ لو اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کمرِ ہمت باندھ لو۔ میں تمہیں بار بار اپنی طرف بلاتا ہوں کہ آؤ آج اسے حاصل کر لو تاکہ کل جب وقت ہاتھ سے نکل جائے گا تمہیں ندامت نہ اٹھانی پڑے۔

مرید خواہ فرمانبردار خواہ نافرمان ہو۔ پیر کو اس کی طرف سے دو گونہ تکلیف اور رنج اٹھانا پڑتا ہے۔ نافرمان سے یہ تکلیف کہ اس نے فرمانبرداری کیوں اختیار نہ کی اور اگر یہ اسی طرح رہا تو کل اس کا مقام دوزخ میں ہوگا۔ فرمانبردار مرید سے یہ خوف کہ مبادا کوئی راہزن اس کی راہ روک لے اور یہ گمراہ ہو کر اپنے پیشوا کی پیروی چھوڑ دے جس سے یہ غریب برباد ہو جائے گا اور کسی کام کا نہ رہے گا۔ جب پیر و مرشد گنہگار مرید کی سفارش بارگاہ ربّ العزت میں کریں گے۔ تو جواب ملے گا کہ یہ بے عمل اور نافرمانبردار تھا میں نے اپنا علم تیری زبان پر جاری کر دیا تھا اس نے سنا اور عمل نہ کیا۔ تیرے ہاتھ پر جو اس نے بیعت کی۔ وہ بیعت دراصل میرے ہاتھ پر تھی اس نے عہد کیا اور اُسے وفا نہ کیا۔ تیرا حکم درحقیقت میرا حکم تھا اس نے سنا اور تعمیل نہ کی اور رُوگردانی اختیار کی اب یہ میرے

عذاب کا سزاوار ہے۔

فرمایا پیر مرید کو خوف دلائے اور دوزخ سے نکالے اور مرید پھر بھی دوزخ میں چھلانگ لگائے۔ پیرؔ ذکر فکر اور اللہ اللہ کے راز بتلائے اور گُر سمجھائے اور مرید عمل سے گریز کرے پیر مرید کے امراض باطنی کا نسخۂ شفا تجویز کرے اور مرید دوا سے پرہیز کرے ان صورتوں میں پیر کی کمالیت مرید کو کیا فیض پہنچا سکتی ہے! پیرؔ تو آج بھی مریدوں کو دوزخ سے نکال رہے ہیں مگر مرید دوزخ کے کنوئیں سے نہیں نکلتے۔

راہنما کے لیئے ایسے مرید بہت تکلیف دہ اور رنج کا موجب ہوتے ہیں کیونکہ جس طرح والدین کو اپنے بیٹے کی تکلیف خواہ اس کی نالائقی کی وجہ ہو۔ گوارا نہیں ہوتی اسی طرح راہنما بھی گنہگار مرید کی تکلیف گوارا نہیں کرتے ۔ افسوس ہے کہ آج زمانے کے انداز ہی کچھ بدل گئے ہیں اور وہ پہلا سماں نہ رہا جبکہ مرید کے دل میں پیر کی محبّت کمال کے درجے تک ہوا کرتی تھی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کسی مرید کے دل میں نہ ویسی محبّت ہے۔ اور نہ اپنے مرشد کا علم ہے جسے دیکھتا ہوں انانیت میں سرمست ہے۔ اور ہر وجود سے انانیت کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ کیا خوب ہوتا اگر انانیت کی بجائے اِن کے وجودوں سے اَنتَ اَنتَ کے نعرے بلند ہوتے۔ برتن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔

محبت حقیقی ہو یا مجازی اس کے انداز پیارے اور نرالے ہیں۔ جونہی محبت کا تیر دل میں اترا۔ سوائے محبوب کے سب رشتے منقطع ہو گئے۔ نہ ظاہری ذات پات کا خیال رہا اور نہ ننگ و ناموس کی فکر رہی۔ ماں باپ بہن بھائی خویش و اقارب سب سے الگ ہو گئے۔ ہر وقت محبوب کے تصور میں مستغرق ہیں۔ زبان ہے تو ذکرِ محبوب میں مشغول ہے اور آنکھیں سوائے محبوب کسی چیز کو نہیں دیکھتیں۔ ہر دم محبوب کا ذکر اور فکر ہے۔ افسوس کہ تمہیں تو پیر سے ویسی محبت بھی نہ ہوئی حالانکہ وہ بھی لباسِ مجاز میں تمہارے درمیان موجود ہے۔ مجنوں سے کسی نے پوچھا "تیرا کیا نام ہے؟" جواب دیا "لیلےٰ" پوچھا "کہاں رہتے ہو؟" کہا "لیلےٰ"۔ پوچھا "کہاں جاؤ گے" کہا "لیلےٰ" گویا تمام اشیا سوائے محبوب کے اس کے قلب و نظر سے مرتفع ہو گئیں۔

ایسا توحید نے گھیرا، ہے سجدہ ہر طرف میرا
جدھر دیکھوں ادھر تو ہے ہے جلوہ ہر طرف تیرا

محبوب کی طلب کے سوا کسی دوسری طلب اور خواہش کا باقی نہ رہنا محبت ہے۔ اپنی ہستی کو بھول جانا اور محبوب کی یاد میں ہر دم مبتلا رہنا محبت ہے۔

محبت صراط المستقیم ہے۔

محبت رحمتِ الٰہی ہے محبت کائنات کی تخلیق کی محرک ہے

محبّت نہ ہوتی تو فیضانِ ربوبیت نہ ہوتا۔ محبت ہی نے مخفی خزانہ کو اپنے اظہار پر آمادہ کیا۔ "کُنتُ کَنزاً مخفیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرِفُ فَخَلقتُ الخَلق"۔

حضرت فریدالدّین عطّار علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

حق جہاں را از محبت آفرید ۔۔۔ از محبّت ہر دو عالم شد پدید
شد محبّت روح و عالم جملہ تن ۔۔۔ گر نباشد جاں چہ کار آید بدن
چونکہ دارد عشق ہر جائے ظہور ۔۔۔ مَیلِ دِل ہر سو اگر باشد چہ دُور
ہر چہ دارد در جہاں بود و نبود ۔۔۔ از طفیلِ عشق آمد در نمُود

محبت اُس مالکِ حقیقی کی امانت ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا۔ ظاہری اور باطنی خوبیوں سے نوازا اور تمام مخلوق میں ہمیں مکرم فرمایا:- لقد کرمنا بنی آدم۔

اس خالقِ حقیقی[1] نے جب یہ امانتِ عشق و محبّت تمام آسمانوں زمین اور پہاڑوں کو پیش کی تو وہ اس کے سوز و ساز و مستی سے گھبرا گئے اور اس کے متحمل نہ ہو سکے اور ظلمت وجہالت کا یہ پیکرِ خاکی یعنی انسان اس کا متحمل ہوا اس امانت کو غیر کے مصرف میں لانا خیانت ہے۔ حق و انصاف کا تقاضا یہی

[1] اِنَّا عَرَضنَا الاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَالجِبَالِ فَاَبَینَ اَن یَّحمِلنَهَا وَاَشفَقنَ مِنهَا وَحَمَلَهَا الاِنسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ط

ہے کہ امانت اہلِ امانت کو لوٹا دی جائے اداؔیی اس صاحبِ امانت کا حکم ہے۔

اے طالبانِ صادق! اپنے دلوں کو ٹٹولو اور دیکھو کہ یہ کس کی محبت میں گرفتار ہیں۔ کیونکہ جس کی محبت میں گرفتار ہونگے وہی تمہارا معبود ہے۔ دل عرشِ الٰہی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا یہاں کسی اور کا قیام شرک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "انسان کے جسم میں ایک ایسا لوتھڑا ہے جس کے سُدھرنے سے تمام جسم سُدھر جاتا ہے اور اس کے بگڑنے سے تمام جسم بگڑ جاتا ہے"۔

اپنے دلوں کو سدھار لو تاکہ باقی جسم بھی سُدھر جائے اور تمام اعضاؑ دل کی موافقت پر رضامند ہو جائیں۔ اگر دنیاوی حرص و ہوا کو تم نے دلوں میں جگہ دے رکھی ہے۔ تو جان لو کہ تم انہی کے پجاری ہو۔ اور تم جس کا غم اُٹھا رہے ہو وہی تمہارا معبود ہے۔

میں نے تمہارے لیئے ایسی چیز کو پسند کیا ہے۔ جو تمہیں نفع دینے والی ہے۔ تم نادان ہو اور اپنے نفع و نقصان سے واقف نہیں ہو تم بسا اوقات

ع۱ اِنَّ فِی الجَسَدِ لَمُضغَۃً فاذا صلحت صلحت جسدہ کلّہٗ فاذا فصَلَت فصَلَت جسدہ کلّہٗ۔

اُن چیزوں کی خواہش کرتے ہو جو تمہیں نقصان دینے والی ہیں اور جب تمہاری خواہشوں کی تکمیل نہیں ہوتی تو گمان کرنے لگتے ہو کہ پیرومرشد کی ہم پر ویسی عنایت نہیں جیسی کہ فلاں مُرید پر ہے۔ تمہارا یہ گمان غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ اگر مجھے تمہاری بھلائی اور سلامتی مقصود نہ ہوتی تو تمہارے ہاتھ نہ پکڑتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ " بہت گمان کرنا چھوڑ دو کیونکہ بعض گمان گناہوں میں شمار ہوتے ہیں "۔ سرکارِ دو عالم سیّد خیر الامم کا ارشاد ہے کہ "مومن کا گمان ہمیشہ نیک ہوتا ہے"۔ نیک ظن نہ رکھنا ایمان سے فرار ہے۔ نادان نہ بنو! میری شفقت اور میری محبت تم سب کے لیئے یکساں ہے اور محض فی سبیل اللہ ہے۔ میں تمہاری باطنی امراض کا معالج ہوں۔ تمہارے باطن مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ہر مریض کو اس کی بیماری کی نوعیت کے مطابق ہی دوا دینا مناسب ہے۔ بدگمانی کی راہ اختیار نہ کرو۔ ایمان کی بنیادوں کو مضبوط کرلو۔ اور یقینِ دل سے جان لو کہ میں تم سب کا خیر خواہ ہوں۔ میری محبت مجھے مجبور کرتی ہے۔ کہ تمہاری راہوں کے نشیب و فراز سے تمہیں آگاہ کروں اور تمہیں اس راہ پر لے چلوں جس میں تمہارے لیئے امن اور سلامتی ہے۔ وہ دن یاد کرو جب میں نے تمہارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ میں نے تو اس دن ہی تمہیں پہچان لیا۔ اور قبول کر لیا تھا۔ لیکن تم نے مجھے آج تک نہ پہچانا اور نہ ہی قبول کیا۔ میں صداقت پر ہوں اور سچ کہہ رہا ہوں۔ تم نے جہالت کے پردے ابھی تک نہیں اُٹھائے

اور اپنی تاریکیوں سے باہر نکل کر سورج کی نورانی کرنوں کو دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ تم آج مجھے پہچان نہیں رہے ہو ۔ مگر کل جان لوگے۔ آج اگر تم نے میری نصیحت قبول نہ کی یا تصدیق سے گریز کیا تو کل کا معاملہ خدا کے سپرد ہے وہ مالکِ حقیقی ہے جو چاہے کرے اُسے کوئی پُوچھنے والا نہیں۔ البتہ ہم سب پُوچھے جائیں گے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ط

الٰہی ہماری بھول اور ہماری خطاؤں پر مؤاخذہ نہ فرما۔ ہمیں معاف کردے۔ اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔

طالبِ راہِ حق پر لازم ہے کہ اپنا ہاتھ کسی مردِ خدا کے ہاتھ میں دینے سے پہلے خوب سوچ سمجھ لے۔ کھرا اور کھوٹا سودا پہچان لے پھر جب کسی مردِ کامل کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے چکے تو بدگمانی سے گریز کرے کیونکہ بدگمانی دین کی موت اور ایمان کی موت ہے۔ تم اللہ والوں کے احوال سے واقف نہیں ہو۔ اُن کے اسرار تمہاری نظروں سے اوجھل ہیں۔ اپنے قیاس اور گمان سے بنائے ہوئے ترازوؤں اور پیمانوں سے اُن کے احوال کا ناپ اور تول تمہیں راہِ ہدایت سے دُور لے جائے گا۔ اخلاص کے ساتھ اُن کی صحبت اختیار کرو۔ اور آداب کو ملحوظ رکھو۔ پہلے دن جو تم نے ایک دستِ حق پرست پر عہد کیا تھا اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش میں ہر وقت مصروف رہو کیونکہ یہ عہد در اصل اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ :-

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔

یہ عہد کیا ہے ؛ پیر کے ہاتھ میں بیع ہو جانا اور آقا کے سامنے اپنی غلامی اور فرمانبرداری کا اقرار کر لینا ہے۔ غلامی کے اقرار اور پیر کے ہاتھ میں بیع ہو جانے کے بعد غلام کو اپنے آقا پر اعتراض کا کوئی حق نہیں رہتا کیونکہ اعتراض سراسر نا فرمانبرداری اور سرکشی کی دلیل ہے۔

روایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمت اللہ علیہ کی زبان پر ایک دفعہ کلمہ "سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ" وارد ہوا۔ اور جب وہ حالت ختم ہوئی تو آپ کے مریدوں نے اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالےٰ انہیں غارت کرے جب دوبارہ ایسے الفاظ سنو تو مجھے قتل کر ڈالو"۔ مریدوں نے حکم کی تعمیل میں چھریاں اپنے پاس رکھ لیں۔ اور دوبارہ جب آپ پر وہ حالت طاری ہوئی اور زبان مبارک سے وہی کلمہ جاری ہوا۔ تو مریدوں نے چھریوں سے آپ پر پیہم وار کیئے ان کی چھریاں آپ کے جسم مبارک سے اس طرح گزر جاتیں جیسے وہ پانی پر وار کر رہے ہوں۔ اور آپ بالکل محفوظ و مامون رہے۔ بلکہ ان کی چھریوں نے خود اُن ہی کو زخمی کر دیا۔ جب آپ اپنی سابقہ حالت میں آئے تو مریدوں نے تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "اگر یہ صورت ہے تو پھر وہ بایزید نہ تھا بایزید تو یہ ہے جواب تمہارے سامنے موجود ہے"۔

فرمایا اس حکایت میں تمہارے لیئے بہت عبرت ہے اور ایک ایسا

سبق ہے۔ جو مرید صادق کو کبھی بھولنا نہیں چاہیئے۔ حضرت بایزید علیہ الرحمۃ کے مریدوں نے تصدیق کی بجائے آپ پر اعتراض کیا اور ذاتِ پیر کو ذاتِ حق سے الگ جانا۔ اگر پیر کو دل کی آنکھوں سے دیکھتے اعتراض تو کجا ذوق و شوق اور سرور و مستی کے سمندر میں غوطے لگاتے اور دل و جان سے تصدیق کرتے۔

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول
دو مبین و دو مخوان و دو مداں
خواجہ را در خواجۂ خود محو داں
گر جدا بینی ز حق ایں خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

افسوس کہ تمہارے پاس نہ وہ کان ہیں جن سے پیر کا کلام سن سکو اور نہ وہ آنکھیں ہیں جو ذاتِ پیر کو پہچان سکو۔ ایسے کان اور ایسی آنکھیں تو تب حاصل ہوتی ہیں جب خدا اور رسول کی محبت میں مخلوق کی محبت باقی نہ رہے۔

فرمایا اگر مریدوں کو ایسی محبت پیر سے ہو جائے تو دوری اور مہجوری پھر کہاں۔ حضرت باہو فرماتے ہیں۔

الف : ایہہ تن میرا چشماں ہو وے میں مرشد دیکھ نہ رجاں ہُو
لُوں لُوں دے وچ لکھ لکھ چشماں اک کھولاں اک کجاں ہُو

اتناں ڈٹھیاں صبر نہ آوے مُڑ کت وَل مَیں بھجّاں ہُو
مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجّاں ہُو

طالب کے لیئے سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ وہ دل وجان سے پیر کی خدمت بجالائے۔ اس کے احسانات کا ہر وقت ممنون اور شکر گذار رہے۔ پیر کے صرف اس احسان کا حق ادا کرنا محال ہے کہ اُس نے بکمال مہربانی اپنے قدموں میں بلایا اور طالب کا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔ اس احسان کو وہی مرید مانتا ہے جسے ایمان اور یقین کی دولت میسّر آگئی ہو۔ قدر ناشناس کا تو معاملہ ہی اور ہے۔ بعض مرید یہ احسان جتلاتے ہیں۔ کہ وہ اس قدر مسافت طے کر کے یہاں دربار میں آئے ہیں۔ اگر اُن کے دل کی آنکھوں میں نور بصیرت ہوتا تو وہ دیکھ سکتے کہ اس دربار میں پہنچنا اُن کا ذاتی فعل نہیں۔ یہ تو محض حضرت پیر ومرشد کا اُن پر احسان ہے کہ اس کی کشش نے انہیں یہاں حاضر کر لیا اور انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنیوں میں لے آیا۔ اے احسان جتلانے والو! معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اپنی ظلمتوں سے باہر آنے کی خواہش ہی نہیں۔ یاد رکھو! اگر تم نفس اور دنیاوی ہوا وہوس کے پردوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ برحق کی اطاعت میں تار تار کر ڈالو گے اور ہر دم نام مبارک اللہ اللہ وردِ زبان کر لو گے، اسی کی یاد اور اسی کے ذکر وفکر میں ہمیشہ کے لیئے مشغول ہو جاؤ گے تو بلاشبہ میں تمہارا احسان مند ہو جاؤں گا۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

اور یاد رکھو محبت کی ابتدا پیر کی جانب سے ہوتی ہے اور وہ پہلے ہی دن مرید کے دل میں ختم نہ ہونے والی محبت ڈال دیتا ہے اور مرید بھی اپنے قلب و نظر میں انقلابی کیفیت محسوس کر لیتا ہے اور مرشد کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ اگرچہ گاہے گاہے مرید کی ہمت کو بھی آزمایا جاتا ہے۔ تاہم ترغیب اور تحریکِ محبت کا سلسلہ حضرت پیر و مرشد کی طرف سے بدستور جاری رہتا ہے۔ اگر مرید پیر کے پیش کردہ محرکات کو تسلیم کر لے تو پھر فرمانبردار بن کر ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے اور اگر پیر کی ترغیب اور تحریک کو نظر انداز کر دے۔ اور غیر کی محبت کو دل میں جگہ دے تو پھر پیر بھی مرید کی محبت سے رُک جاتا ہے۔ اس صورت میں مرید فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر بصمیمِ قلب توبہ کرے اور پھر رجوع کرے تو اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے چنانچہ وہ اپنے محبوب سے ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

جنہوں نے اپنا معاملہ ذات وحدہٗ لاشریک کے سپرد کر دیا اور اسی کے ہو گئے وہ دنیا کے جنجالوں سے پاک اور اس کے فریبوں سے آزاد ہو گئے

جنھوں نے توحید الہٰی کو دل و جان سے تسلیم کر لیا اور اُن کی آنکھوں اور کانوں نے اس کے سوا کسی کو دیکھا اور نہ کسی کو سُنا۔ اپنا نفع اور ضرر اسی سے جانا۔ وہ اس کے قریب ہو گئے۔ توحید کیا ہے؟ اس ذاتِ یکتا کو ہر جگہ ہر گھڑی ہر شئے میں ظاہر اور باطن دیکھنا۔ اور اس کے سوا جملہ اشیا کو معدومِ محض جاننا جیسے اگر کسی عطار کی دکان پر جائیں تو وہاں پہنچتے ہی ایک دل خوش کُن مہک دماغ میں بس جاتی ہے۔ جس طرح اس خوشبو میں تمام خوشبوئیں موجود ہیں۔ اسی طرح علم التوحید میں تمام علوم شامل ہیں۔ علمِ توحید اسلام کا لازمی رکن ہے شریعتِ توحید، طریقت توحید، حقیقت توحید، معرفت توحید، توحید تمام علوم کی راس المال۔ تمام علوم کا توحید ہی سے آغاز اور توحید ہی میں اختتام اور توحید بحرِ ناپید کنار ہے۔ یہ ایسا مسئلہ نہیں کہ بیان اور تحریر میں سما سکے۔ بلکہ ایک ایسی حقیقت اور ایسی کیفیت ہے جو الفاظ اور کلام پر محیط ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝

میں نے اس بوئے دلنواز سے تمہیں ذوق و مستی میں لانے کی کوشش کی مگر تم دنیادار تھے اور دنیا کی حرص و ہوا کے اسیر۔ تم نے اس جنس بے بہا کی قدر نہ جانی اور گمراہی اختیار کر لی۔ اور تمہارا وہ حال ہوا جو ایک بھنگی کا ہو گیا تھا۔ چنانچہ حکایت ہے کہ ایک بھنگی ایک بازار کی جاروب کشی پر مامور ہوا

اس بازار میں عطار کی دوکان تھی۔ جب بھنگی جاروب کشی کرتے ہوئے وہاں پہنچا تو خوشبو کی مہک سے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ عطار نے ہزار جتن کیے۔ طرح طرح کی خوشبوئیں سُنگھائیں۔ مگر بھنگی ہوش میں نہ آیا۔ ایک معاملہ فہم اور دانا شخص کا اُدھر سے گذر ہوا۔ یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگا اگر تم اسے ہوش میں لانا چاہتے ہو تو خوشبوئیں اس سے ہٹا لو اور اسے گندگی سنگھاؤ یہ خوشبو کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس نے گندگیوں اور بدبوؤں میں پرورش پائی ہے۔ اس ہدایت پر جب عمل کیا گیا تو بھنگی ہوش میں آ گیا۔ چنانچہ اُسے وہی گندگی اور غلاظت دے کر دوکان سے دُور کر دیا۔"

دنیا کی حرص وہوا اور جاہ و مرتبہ کی خواہش و طلب۔ طالبِ مولا کے نزدیک غلاظتیں ہیں۔ انہیں دل سے نکال دو۔ کیونکہ دل مولا کے قیام کی جگہ ہے۔ مکان کو مکین کی حیثیت کے مطابق ہی بنایا اور سجایا جاتا ہے۔ طرح دلوں کو ماسوا اللہ سے پاک کر لو تاکہ اس مکان کا مکین یہاں قیام کرے۔ دنیا کا معاملہ اس کے سپرد کر دو۔ اور اسی پر بھروسہ کر لو۔ وہ ہم پر مہربان اور ہم سے زیادہ ہمارا خیر خواہ ہے۔ دل میں بیک وقت ایک ہی چیز قیام کرتی ہے۔ طلبِ دنیا یا طلب مولا۔

دنیا کیا ہے؟ یگانے سے بیگانہ ہونا پھر یگانہ اور بیگانہ کا ایک جگہ قیام ممکن نہیں۔

۶

پیر و مرشد کے بغیر آج تک کوئی انسان راہ سلوک کی منزلیں طے نہیں کر سکا۔ تمام اصحابِ کبار رضوان اللہ اجمعین تابعین اور تبع تابعین اولیائے عظام اور صوفیائے اکرام نے یہی طریقہ اختیار کیا کیونکہ یہی راہ مستقیم ہے۔ یہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ایسی سنت ہے کہ اس کے بغیر صحیح طور پر فرائض کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَبْتَغُوْا عَلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو! تمہاری فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کی راہ میں جد وجہد کرتے رہو۔ اور اس کی طرف وسیلہ اختیار کرو۔ راہِ حق میں وسیلہ اختیار کرنا گویا حکمِ الٰہی کی تعمیل کرنا ہے۔ وسیلہ سے وہ امام زمانہ یا پیرِ کامل مراد ہے جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول بر حق

سے حکم حاصل کرے اور مخلوق تک پہنچائے۔ بعض علماء کے نزدیک وسیلہ سے
مراد قرآن مجید اور ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بے شک قرآن مجید
ہیں متقیوں کے لیئے ہدایت اور حضور سرورِ کائنات ہم سب کے لیئے وسیلہ
ہیں۔ مگر عملی طور پر یہ وسیلہ حضور کا ظاہری وقت گذر جانے کے بعد صرف
ذات پیر و مرشد کی صورت میں ہی میسر آسکتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا:-

لَادِیْنَ لَہٗ لِمَنْ لَاشَیْخَ لَہٗ، یعنی جس کا کوئی مرشد نہیں
ہے اس کا کوئی دین نہیں ہے۔

اور حدیثِ قدسی بھی ہے۔

قَالَ عَزَّ وَجَلَّ۔ جَعَلْنَا الشَّیْخَ الْکَامِلَ نَافِعَ الْاِنْسَانِ کَمَا جَعَلْنَا
النَّبِیَّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ وَجَعَلْنَا الشَّیْخَ النَّاقِصَ خَاسِرَ
الْاِنْسَانِ کَمَا جَعَلْنَا رَجِیْمَ الشَّیْطَانَ۔

یعنی ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ نے مَیں نے شیخ کامل کو انسان کے لیئے
نافع بنایا ہے جیسا کہ حضور خاتم النبیین کو بنایا اور ناقص پیر کو انسان کے
لیئے نقصان دینے والا بنایا ہے۔ جیسا کہ شیطان رجیم کو بنایا"۔

اے عزیزو! جب تم کہیں دوسرے ملک میں جانا چاہتے ہو تو تم
اس ملک کی ضروریات کے مطابق تیاری میں مصروف ہو جاتے ہو تم اُن

لوگوں سے واقفیت حاصل کرتے ہو جو اس مُلک سے واقف ہیں۔ تم کوشش کرتے ہو کہ تمہیں کوئی ایسا شخص مل جائے۔ جو وہاں کے رہنے والے کسی شخص کے نام تمہیں تعارفی چِٹھی لکھ دے۔ یا پھر کوئی ایسا شخص مل جائے جو تمہارا ہم سفر ہو۔ تم یہ سب جتن اس لیئے کرتے ہو کہ تم اس ملک کے رسم و رواج اور دستور سے بے خبر ہو اور چاہتے ہو کہ وہاں تمہیں کوئی ایسا رفیق مل جائے جس کی واقفیت اور اثر و رسوخ سے تم فائدہ اٹھا سکو مگر غور تو کرو کہ تمہارے یہ تمام جتن ایک عارضی سفر اور ایک عارضی قیام کے لیئے ہیں۔ پھر جو سفر درحقیقت تمہیں پیش ہے اس سے غافل کیوں ہو! اور سفر کو قیام کیوں سمجھ رکھا ہے!! حالانکہ تم دوشِ وقت پر سوار منزلِ آخرت کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہو۔ وقت دن رات اور ماہ و سال کی صورت میں بیتا چلا جا رہا ہے۔ منزل قریب آ رہی ہے۔ اچانک ایک دن سفر ختم ہو جائے گا اور تم اس ملک میں پہنچ جاؤ گے۔ جہاں دنیا کی رفاقتیں کام نہ آئیں گی۔

ندی ناؤ کا بیٹھنا ایک پلک کی پریت
پل میں بچھڑے جات ہیں یہی جگت کی ریت

اے عزیزو! اور اے سُن کر بھُول جانے والو! میں نے بار بار تمہیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا ہے۔ یہاں تک کہ میرے بال سفید ہو گئے۔ آج میں پھر تمہیں باآواز بلند خبردار کر رہا ہوں اور تمہیں دعوت دے رہا ہوں کہ آؤ میرے ہمرکاب

ہو جاؤ۔ میں اس راہ سے واقف ہوں جو تمہیں تمہاری منزل تک لے جانے والی ہے۔ میں اس ملک سے باخبر ہوں جہاں تم سب نے پہنچنا ہے۔ تم میری بات مان لو۔ میں تم سے کوئی لالچ نہیں رکھتا۔ کسی اُجرت کا طلب گار نہیں ہوں میں تمہاری آسائش اور راحت کا اس لیئے خواہشمند ہوں کہ میں نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر تم سے فرمانبرداری کا عہد لے لیا تھا۔ میرا تمہارا معاملہ صرف اسی ذات وحدہٗ لاشریک کے لیئے ہے۔ میری رفاقت سے گریز نہ کرو کیونکہ میری رفاقت تمہیں نفع دے گی۔

حضور سرورِ کائنات کا ارشاد ہے:۔

" اُطلُبُ الرَّفِیق ثُمَّ الطَّرِیق "

یعنی راہ سفر اختیار کرنے سے پہلے کسی کو رفیقِ سفر بنا لو ؎

گفتِ حق اندر سفر ھر جا روی — باید اوّل طالبِ مردے شوی

سیّد الانبیاء صلعم کا ارشاد ہے:۔

حبُّ الفقراءُ مفتاح الجنۃ ط

اے طالبانِ صادق! فقراء کی محبت کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ کیونکہ یہ تمہارے لیئے کلید جنت بھی ہے اور زادِ راہ بھی ہے ؎

سفر طویل ہے کچھ زادِ راہ لے جاؤ — کسی فقیر کی کامل نگاہ لے جاؤ

اولیا را در دِل ہم نغمہ است — طالباں را زاں حیاتِ بے بہا است

یک زمانہ صحبتِ با اولیاءٔ | بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی | چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی
صُحبتِ صالح ترا صالح کند | صحبت طالح ترا طالح کند

سُبحان اللہ! فقرا کی محبت بھی کیا عمدہ چیز ہے کہ جس کے سبب محبانِ فقراء کا حشر و نشر بھی فقرا کے ساتھ ہی ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف ہ

مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا عَلٰی اَعْمَالِھِمْ حُشِرَ فِیْ زُمْرَتِھِمْ
وَحُوْسِبَ بِحِسَابِھِمْ وَاِنْ لَمْ یَعْمَلْ بِاَعْمَالِھِمْ

حضرتِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

محبت تو رکھ اولیا سے بسر | کہ فرماتے ہیں دیکھ خیر البشر
جو ان کی صحبت میں کامل ہوا | حشر کو بھی وہ اُن میں شامل ہوا
کہیں اس طرح عاشقِ کردگار | شتر جیسے بیمار ہو در قطار
تو منزل پہ وہ بھی پہنچ جاتا ہے | پس و پیش کا بس فرق آتا ہے
ملے اس طرح تجھ کو جائے فقر | سبب اس صحبت کے اے بے خبر
محبت بزرگوں کی اکسیر ہے | وصال خدا کی یہ تدبیر ہے
رہا اس محبت سے جو دُور تر | ہے ازلی شقاوت کا اس پہ اثر

اے عزیز و احباب کوئی شخص کسی حاکم وقت کی خدمت میں رہ کر اُس کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔ یا کسی وزیر سے مراسم پیدا کر لیتے ہیں اور اس کی نظر میں مقبول ہو گیا ہے تم دیکھتے ہو کہ وہ شخص طرح طرح کی نوازشوں اور رعایتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ حکام اور وزرا خود احتیاج سے دُور نہیں ہیں۔ پھر وہ ہستیٔ مطلق جو لامحتاج ہے اگر کسی کو منظور فرما لے تو کیا اس کے مزید انعامات اور احسانات کسی سے کم ہوں گے۔

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے خوش ہو کر اپنی بیگمات اور کنیزوں میں انعامات و اکرامات کا اعلان کیا۔ بیگمات اور کنیزوں نے منہ مانگی مرادیں پائیں۔ کسی نے عمدہ زیورات حاصل کیٔے۔ کسی نے عالیشان باغ اور محل کی خواہش کو پُورا کیا اور کسی نے زر و جواہرات حاصل کیٔے۔ مگر ایک کنیز نے کوئی سوال نہ کیا۔ جب بادشاہ نے اس سے خاموش رہنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا اے جہاں پناہ! میں ڈرتی ہوں کہ شاید میری آرزو پوری ہو یا نہ ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ اے کنیز! کیا تو نہیں جانتی کہ میں ہمیشہ سے وعدہ کا سچا ہوں۔ میری سلطنت میں تو جس چیز کی بھی خواہشمند ہے بیان کر۔ کنیز نے عرض کیا جہاں پناہ۔ نہ تو زر و جواہرات کی خواہشمند ہوں نہ ہی عالیشان محلات اور عمدہ باغات کی رغبت ہے۔ نہ ہی مجھے شان و شوکت اور مال و جاہ کی طلب ہے۔ مجھے جو سب سے زیادہ چیز عزیز ہے وہ حضور ہی کی ذات گرامی ہے

اگر حضور میرے ہو جاویں تو میں نے سب کچھ پا لیا۔

من نخواہم رحمتی جز رحم شاہ — من نخواہم غیر آں شاہ را پناہ

غیرِ شہہ راہبر آں لاکردہ ام — کہ بسوئے شاہ تو لاکردہ ام

من نخواہم آفرینِ ہیچ کس — مدح من دشنام لیلےٰ باد و بس

گر نزا سنگے زند معشوق مست — بہ کہ از غیرے گہر آری بدست

بادشاہ نے جب یہ سنا اور کنیز کو اپنی محبت میں سب سے بیگانہ پایا، تو سوزِ محبت نے اس کے دل کو گرما دیا۔ محبت سے کنیز کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا۔ بے شک اے کنیز نیک خصال آج سے میں تیرا ہو گیا۔ اور میری یہ سلطنت بھی اب تیری ہے۔"

فرمایا۔ اسی طرح اہل اللہ لذاتِ دنیا اور نعمائے بہشت کی طلب سے دست بردار ہو کر صرف اسی ذات واحدہٗ لاشریک کے ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے مولا کی طلب میں ہوا اور نفس کی اس شدت سے مخالفت کی کہ آخر کار اُن کے نفسوں نے اوّل دل سے اور پھر رُوح سے موافقت اختیار کر لی اور مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے اپنی رضا کو مولا کی رضا میں گم کر دیا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالےٰ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالےٰ اُن سے راضی ہو گیا اور پھر انہیں خطاب فرمایا:۔

یَا اَیُّھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ط

فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَ ادْخُلِی جَنَّتِی ط

ہے گذرگاہ دل خدا کا رکھ صفا | غیر کا سب خار و خس دل سے مٹا
کیونکہ تو اس خانہ کا ہے پاسباں | غیر کو اس میں نہ رہنے دے جواں
لا کا جھاڑو لے کے اس کو صاف کر | ایسا ہی طواف ہر دم کر بسر
اس سبب سے تجھ سے راضی ہو خدا | تب تجھے بخشے گا رتبہ اولیا

اے دُنیا والو! جب تم کسی حاکمِ وقت سے مراسم پیدا کر لیتے ہو، تو زمین پر اکڑ کر چلتے ہو۔ اپنے مال اور املاک کے غرور میں مخلوقِ خدا کو روندتے چلے جاتے ہو۔ اہل اللہ اُس احکم الحاکمین سے مل گئے ہیں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں تمام مخلوق اور کل کائنات ہے۔ وہ تمہارے کھوٹے اور کھرے پن سے آگاہ ہیں۔ دنیا اُن کے ہاتھ میں گیند کی مانند ہے اُن کا ایک قدم اگر مشرق میں ہے تو دوسرا قدم مغرب میں ہوتا ہے۔ مخلوق کے احوال اُن سے پوشیدہ نہیں رکھے جاتے جو اُن کی نظر میں مقبول ہے وہی مقبول بارگاہ ربُّ العزّت ہے۔ جسے چاہیں عزّت دے دیں۔ جسے چاہیں ذلّت میں ڈال دیں۔ لیکن وہ مخلوق خدا پر مہربان ہیں۔ کسی کی پردہ دری نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ خلقِ عظیم کے مالک ہیں۔ انہوں نے مولا کا رنگ لے لیا ہے۔ اور جنہوں نے مولا کا رنگ لے لیا ہے کیا ہی اچھا رنگ لے لیا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ؀

فرمایا طالب صادق ہمیشہ اپنے پیرو مرشد کے کلام کی تصدیق کرتا ہے۔

اے نہ ماننے والو! میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں۔ کہ اہل اللہ کا کلام ان کا اپنا کلام نہیں۔ وہ اسی کے بلائے بولتے ہیں اور جب انہیں خاموشی کا حکم ہوتا ہے تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔ اُن کا کلام اور ان کی خاموشی دونوں امر الٰہی کی پابند ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول صلعم اپنا کلام اُن کی زبان سے جاری فرماتے ہیں اور اُن کے اعمال و افعال سنّتِ رسول کے مطابق ہیں۔ کیونکہ وہ رسول اللہ کے نائب ہیں۔ رسول اللہ اُن کے ایمانوں کے گواہ ہیں اور وہ تمام لوگوں کے ایمانوں کے گواہ ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

حضور قبلہ و کعبہ نے دستِ مبارک میں ایک روپیہ لے کر ارشاد فرمایا اے حاضرینِ مجلس! اگر تم سے یہ کہا جائے کہ یہ روپیہ نہیں ہے تو تم یقین نہیں کرتے۔ کیونکہ تمہاری بصارت تمہیں یقین دلا رہی ہے کہ یہ روپیہ ہے۔ تمہاری نظر اس کے ظاہری تعین پر ہے جو اسے حکومت کے ٹکسال سے ملا اور تم نے اسے روپیہ کہنا شروع کر دیا۔ جب تک تم اس کے ظاہری تعین کو نہ چھوڑو گے تم یقین نہیں کرو گے کہ فی الحقیقت یہ روپیہ نہیں ہے۔ اسی طرح وہ لوگ

پیرومرشد کے کلام کو خدا اور رسول کے کلام کا آئینہ نہیں مانتے کیونکہ وہ تعینات میں گرفتار ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم کس طرح یقین کرلیں جب کہ ہم دیکھتے اور جانتے ہیں کہ یہ فلاں مقام کا رہنے والا اور فلاں کا بیٹا ہے! اے عزیزو! ذرا اس روزِ میثاق کو بھی یاد کرلو جبکہ اللہ تعالےٰ نے آدم کی تمام اولاد سے اقرار لے لیا اور سب نے گواہی دی کہ بے شک تو ہمارا ربّ ہے۔ اے لوگو! افسوس ہے کہ جب ایمان و یقین کے بے بہا موتی لٹائے جارہے ہوں۔ تم خالی دامن گھروں کو لوٹتے ہو۔ آؤ! اور بتلاؤ کہ جب یہ قول و اقرار ہوا اس وقت حضرت آدم صفی اللہ کہاں تھے؟ تم کس کے بیٹے تھے اور تمہارا کون سا دیس تھا؟

تمہارے یہ ظاہری رشتے اور ناطے اس جسم کثیف کی وجہ سے ہیں۔ اس کثافت کو درمیان سے اُٹھا دو اور مُوتُو قَبْلَ اَنْتَ مُوتُوا ہو جاؤ تو تم پر وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کی حقیقت واضح ہو جائے گی

چونکہ آتش ہست خود جو آں بود | آدمی آنست کو را جاں بود
آدمی دید است باقی پوست است | دید آں باشد کہ دید دوست است
تن زجان و جاں زتن مستور نیست | لیک کس را دید جاں دستور نیست
ذات او را بے صفاتش کس ندید | ذات او با ما کند گفت و شنید

فرمایا۔ محبت کے انداز نرالے ہوتے ہیں۔ جونہی ذکرِ محبوب ہُوا سنتے ہی

ایک ایسی رُوح افزا لہر اٹھی۔ کہ تمام جسم وجد میں آگیا! اور بے خودی کی حالت طاری ہو گئی۔ تم ان مجالس میں ایسے درویشوں کو اکثر دیکھتے رہتے ہو۔ یہ حال انہیں زہد و ریاضت میں ذوق و شوق کے سبب حاصل ہوتا ہے۔ پھر اگر کسی کا حال ضبط ہو جائے۔ تو غریب کی جان پر بن جاتی ہے اور پیر و مرشد کے دربار میں فریاد اور آہ و فغاں بپا کر دیتے ہیں۔ وہ لوگ جن پر کبھی حال وارد ہی نہ ہو وہ اس کی لذّت اور سرور کو کیا جانیں۔

اولیا اللہ کو خاموش رہنے کا حکم ہے۔ اگر یہ حکم نہ ہوتا تو کوئی شخص بھی سنّتِ رسول اللہ کے خلاف قدم نہ اٹھا سکتا۔ جب حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ظاہری وقت تھا تو حضور کے ظاہری عدل و انصاف کی ہیبت ہر دل پر چھائی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کو تو حضور کا عدل و انصاف اس قدر پیارا تھا کہ اگر فیصلہ کسی مسلمان کے خلاف بھی ہوتا تو خوشی سے قبول کرتے۔ اور اگر کسی نے اعتراض کیا تو اس کا انجام بھی خراب ہوا۔

خلفائے راشدہ نے شہنشاہی میں درویشی کے جو لطف اٹھائے ہیں وہ پھر کسی کو کم ہی نصیب ہوئے ہیں۔ ایک طرف وسیع و عریض سلطنت کی حکمرانی دوسری جانب فتوحات کی فراوانی حقیقت یہ ہے کہ بخت و دولت نے اُن کے قدم چوم لیئے مگر آفرین اور صد آفرین اُن کی ہمّتِ عالی پر کہ یہ سب کچھ میسر ہوتے ہوئے بھی اُن کے استغنا کے قدم کبھی نہ لڑکھڑائے دنیا ان کے قدموں میں آگری

مگر انہوں نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ منصب خلافت و حکمرانی کو خدمتِ دین کے لیئے وقف کر دیا اور اس پر درویشی کا وہ رنگ چڑھایا کہ اُن کے بعد کوئی بھی اُن کے نقشِ قدم پر پورا نہیں اتر سکا۔ چنانچہ روایت ہے، کہ ایک مرتبہ خلیفۃُ المسلمین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیت المقدس میں فوج کا ایک دستہ بھیجا۔ اور حکم فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کریں تو اُن سے برادرانہ برتاؤ کرو۔ اگر جزیہ قبول کریں تو اُن سے معاہدہ کر لو اور انہیں اپنی حفاظت میں لے لو۔ اور اگر سرکشی اختیار کریں تو اُن کے ملک پر اپنا تسلط قائم کر لو مگر انصاف اور عدل کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ سپہ سالار حکم پا کر معہ فوج روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچے تو شہر سے باہر ڈیرے ڈال دیئے۔ اور مورچے قائم کر لیئے۔ شہر والوں کو اپنی آمد کا مقصد بتلایا اور انہیں دعوتِ اسلام دی۔

اُس شہر میں چند راہب بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنی دینی کتابوں میں پیغمبر آخر الزماں اور اُن کے اصحابؓ کے حالات پڑھے ہیں۔ اگر خلیفۃ المسلمین یہاں تشریف لاویں تو ممکن ہے کہ ہم نشانیاں پہچان کر ایمان لے آویں۔ سپہ سالارِ فوج نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیجا، چنانچہ آپ نے اطلاع پا کر ایک غلام کو ہمراہ لیا اور ایک اونٹ پر سوار ہو کر اس شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک منزل تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سواری فرماتے اور غلام مہار پکڑے آگے چلتا پھر دوسری منزل تک

غلام اونٹ پر سوار ہوتا اور خلیفۃ المسلمین مہار پکڑ کر آگے چلتے۔ اسی طرح منزل بمنزل جب آپ اُس شہر کے قریب پہنچے تو اونٹ پر سواری کی باری غلام کی تھی غلام نے عرض کیا کہ حضور اب منزل مقصود قریب ہے۔ غیر ملک ہے۔ حضور کے شایانِ شان نہیں کہ حضور مہار پکڑیں اور غلام سوار ہو مصلحتِ وقت یہی ہے کہ اب حضور سوار ہو جائیں۔ فرمایا "عمر انصاف کو کسی صورت میں بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتا۔ اللہ تعالےٰ ہماری مصلحتوں سے بے نیاز ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" غرضیکہ غلام نے بہت کوشش کی مگر حضرت عمرؓ نہایت سکون سے بڑھے چلے گئے یہاں تک کہ شہر والے جو حضور کی آمد کی اطلاع پا کر استقبال کے لیئے شہر سے باہر آگئے تھے حضرت کو بخیر و خوبی تشریف لاتے دیکھ رہے تھے۔ راہبوں نے آگے بڑھ کر مسلمانوں سے پوچھا کہ ان دو آنے والوں میں خلیفۃ المسلمین کون سے ہیں؟ جواب ملا خلیفۃ المسلمین مہار پکڑے تشریف لا رہے ہیں اور اونٹ پر اُن کا غلام سوار ہے۔" راہبوں نے کہا مرحبا! اس قدر وسیع و عریض سلطنت کے مالک پھر یہ سادگی! اور یہ بندہ نوازی! بیشک اللہ والوں کی یہی نشانیاں ہیں جو ہماری دینی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ تمام راہب اور تمام شہر والے آگے بڑھے۔ خلیفۃ المسلمین کے دست مبارک پر توبہ کی اور نورِ ایمان سے دل کی سیاہیوں کو دھو ڈالا۔ حضرت عمرؓ بعد تعلیم واپس تشریف فرما ہوئے۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

۷

اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ وَكَثْرَتُهَا لِلْجَاهِلِيْن

حضور سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ "علم ایک نقطہ ہے اور کثرت محض جاہل لوگوں کے لیئے ہے"۔ یہ نقطہ جس کے دل میں جم گیا۔ اس نے گوہر مقصود پا لیا۔ یہ نقطہ کیا ہے، ذات واحد کو مان لینا اور اس کا ہو رہنا۔ اپنے وجود سے فانی اور اس کے ساتھ باقی رہنا۔ یہ ہر روز کے پند و نصائح اور کثرت کلام محض طالبانِ حق کو سمجھانے کے لیئے ہے۔ ورنہ اس مقام پر سخن و کلام کا کیا کام۔ ہادیٔ برحق نے فرمایا کہ ذاتِ حق تعالےٰ میں فکر بچار نہ کرو بلکہ اس کی صفات میں تدبر و تفکر سے کام لو۔ وہ ذات واحد حد اور حصر سے باہر اور سب پر محیط ہے۔ پھر انسان کا محدود تفکر اور شعور اس لاانتہا کی گرد کو کس طرح پا سکتا ہے۔ اسی لیئے حکم ہوا کہ صفات میں غور و فکر کرو۔ کیونکہ صفاتِ عین ذات ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے میرے اسمائے حسنےٰ

سے یاد کرو۔ تمام کائنات کی تخلیق اور اس کا ظہور ان اسمائے حسنٰی سے ہے جو عین صفاتِ الٰہی ہیں۔ ہر مصنوع اس صانع حقیقی کی تسبیح میں رطب اللسان ہے۔ آفاق اور انفس میں اُسی کی جلوہ گری ہے۔ وہ ہر شے پر محیط ——— اور ہر شے میں اُسی کا ظہور ہے۔ اس نے انسان کو فِیٓ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡم پیدا کیا۔ کیونکہ وہ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡن ہے۔ انسان کو حیات بخشی اور ظاہری وجود کثیف سے اُسے قائم کیا کیونکہ وہ حیی القیوم ہے۔ اسے سمع و بصر دی۔ کیونکہ وہ سمیع بصیر ہے۔ انداز تکلم دیا کیوں کہ وہ کلیم ہے۔ علم عطا فرمایا کیوں کہ وہ علیم ہے۔ اُسے چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے اور حس و حرکت کی طاقت سے نوازا کیونکہ وہ قادرِ مطلق اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ غرضیکہ جو کچھ ملا اسی کا ملا اور اسی سے ملا پھر اس انسان کی اپنی چیز کونسی ہے جس کے لیے اس نے اپنی انانیت کا ڈھونگ رچایا ہے؟

وہ ذاتِ واحد حیّ القیوم ہے یعنی اپنی حیات اور اپنی ذات سے قائم ہے۔ اس ذاتِ منزہ کے سوا کوئی بھی اپنی ذات سے قائم نہیں ہے۔ بلکہ سب اُسی کی ذات سے قائم ہیں۔ اور جو اپنی ذات سے قائم نہیں۔ وہ درحقیقت موجود بھی نہیں۔ پس وہی ذاتِ واحد ہر جا موجود اور اسی کا ہر شے میں ظہور ہے۔٭ اُسی کا آفتاب حسن ہر ذرّے میں ظاہر اور ہر ایک نے اسی سے اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق حصّہ پایا۔ کیونکہ ہر گھر میں اس کی دیوار کے

٭ عبارت آگے لکھے ہوئے اشعار کا مطلب ہے۔

روزن کی تنگی یا فراخی کے برابر نورِ آفتاب نے جلوہ نمائی فرمائی ہے۔ اے طالب!
تو بھی اپنے گھر کا دروازہ اور روزن کھول دے۔ تاکہ نورِ آفتاب سے تیرا گھر
روشن ہوجائے اور اگر تو اپنی گھر کی چھتیں اور دیواریں ہی گرا دے۔ یعنی "مُوْتُوا
قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" ہوجائے تو تیرا تمام گھر نورِ آفتاب سے چمک اُٹھے۔ حجاب
کا رفع ہوجانا کشف ہے۔ افسوس کہ تو اپنی ہستی کے وہم کی وجہ سے حجاب میں
ہے۔ اگر تو اس حجاب کو درمیان سے اُٹھا دے تو حقیقت کو ان آنکھوں سے
دیکھ لے گا۔ جب تک تو اس تعین کو درمیان سے نہ اٹھائے گا حقیقت کا نورانی
چہرہ نہ دیکھ سکے گا۔ اے طالب! تو خود ہی اپنا حجاب ہے ورنہ حقیقت یہ ہے
کہ ہر جا حق ہی حق ہے۔ اے طالب! اپنی ہستی سے گذر جا تاکہ تجھے راہ نجات
ملے اور جب تو اپنی ہستی کے وہم سے نجات پالیگا حق تیری جگہ ظاہر ہوگا"

حضرت فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

مہرِ رویش بر ہمہ ذرات تافت — ہر یکے در خوردِ خود زو بہرہ یافت
در درُونِ خانہ نورِ آفتاب — ہم بقدرِ روزنہ افگند تاب
روزن از خانہ کشا ایں خانہ را — تا شود ایں خانہ پُر نور و ضیا
سقفِ دیوارش اگر سازی خراب — پُر شود خانہ ز نورِ آفتاب
کشف در معنی بود رفعِ حجاب — بود تو آمد بروئے تو نقاب

پردۂ خود از میاں بردار زود | تا عیاں بینی تو روئے یار زود
تا تعین برنخیزد از میاں | حق نہاں ہست و نباید شد عیاں
سدِّ راہ تو توئی آمد بداں | ورنہ حق پیدا است در کون و مکاں
نیست از خود شو کہ تا یابی نجات | چوں تو برخیزی نشنید حق بجات
نیستم من ہر چہ ہستی بس توئی | چوں یکے نبود کجا باشد دوئی

فرمایا۔ اولیا اللہ کو مخلوق کا رشتہ مطلوبِ حقیقی سے ملانے کی توفیق عطا فرمائی گئی ہے۔

وہ ہر وقت اسی کے حضور میں ہیں اور اُن کی خدمت میں حضوری مطلوبِ حقیقی کی خدمت میں حضوری ہے۔ وہ ہر لحظہ اُس شاہدِ مطلق کی خبر دیتے ہیں اور کسی وقت بھی اُس سے جدا نہیں ہیں۔

اے طالبانِ حق! محبت اور طلبِ صادق کا مقتضا یہ ہے کہ تم دوست کی خبر دینے والے اور اس کی زلفِ عنبر فشاں کی خوشبو لانے والے کی راہ میں پڑے رہو۔ کیونکہ دوست کو یہی طریقہ مرغوب اور پسند ہے۔ ان کی تعظیم و تکریم میں بدل و جان مصروف رہو کیونکہ ان کی تعظیم اور ان کی اطاعت درحقیقت دوست کی تعظیم اور اطاعت ہے۔ اولیا اللہ شاہدِ حقیقی کی بارگاہ سے طالب کی بہتری اور بھلائی پر مامور ہیں اور دوست کی جانب سے ہر آنے والی چیز کا خیر مقدم کرنا اور اسے دل و جان سے قبول کرنا محبت میں صداقت اور

راست بازی کی دلیل ہے۔

وہ رہنما جس کا حال اُس کے قال پر غالب ہو طالب کے لیئے ایک بے بہا نعمت اور لاانتہا رحمت ہے۔ اس کا آستانہ طالبِ صادق کے لیئے کعبہ و عرش معلیٰ اور اس کی پاکیزہ صحبت میں چند گھڑیاں سالہا سال کی عبادت سے افضل ہیں۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیا   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

عبادت اور اطاعت کیا ہے؛ ہر وقت دوست کی یاد۔ اُس کے ذکر فکر میں محو رہنا اور ماسوا اللہ سے فارغ ہو جانا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:
فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنَ ۔ یعنی "اے میرے بندو! تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں گا۔ میرے شکر گذار رہو اور انکار کرنے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ"

اللہ تعالےٰ کا اپنے بندے پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ وہ اسے اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر اس سے بڑھ کر اس ذات وحدہٗ لاشریک کا بندے پر کیا احسان ہو سکتا ہے کہ وہ خود اُسے یاد فرمائے۔ اس لیئے لازم ہے کہ تم ہمیشہ اس کے شکر گذار رہو اور اس سے بھاگنے والوں کی راہ نہ اختیار کرو۔

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالےٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو حضرت جبریلؑ کو ارشاد

فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے کو اپنا دوست رکھتا ہوں تم بھی اس کو دوست رکھو۔ پس جبریلؑ اس کو دوست رکھتے ہیں اور تمام فرشتوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اس کو دوست رکھو۔ تمام اہلِ آسمان اس کو دوست رکھتے ہیں۔ پھر اُسے زمین پر مقبولیت عطا فرمائی جاتی ہے۔

حدیثِ مسلم:- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَیُحِبُّهٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اِن ارشاداتِ عالیہ کے بعد قدرے توقّف سے حضور قبلہ و کعبہ مرشدنا و مولانا رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں زیادہ کلام کرتا ہوں تو مجھے خشکی کی شکایت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں برادرِ طریقت مولوی گل شبیر صاحب نے وعظ فرمایا اور مجلس برخاست ہوئی۔

۸

جو لوگ دنیا کی کدورتوں سے الگ ہو کر دلوں میں عقیدت اور محبت کا تحفہ لے کر میرے پاس پہنچتے ہیں وہ مجھے بہت عزیز ہیں۔ فرمانبردار مریدوں سے دل کو راحت ملتی ہے اور نافرمانبرداروں کا دکھ ہوتا ہے۔ اے نافرمانبردارو! فرمانبرداری اختیار کر لو آج تکلیف اُٹھا لو۔ کل راحت ملے گی۔ یہ تکلیف دو روزہ ہے مگر کل کی راحت دائمی راحت ہو گی۔ میں نے جس روز تمہارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا محبت سے لیا تھا۔ مگر تم نے قدر نہ جانی۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں محبت سے پیدا کیا ہے اور اپنی رحمتوں اور نوازشوں سے تمہاری پرورش کی ہے۔ محبت اور نوازش کرنے والے سے بے التفاتی اختیار کرنا ناشکر گزاری اور سرکشی کی علامت ہے۔ اپنے ارادے اور اپنے ظن پر چلنے والا کبھی بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتا۔ سعادت مند مرید اپنے ارادوں کو پیر کے ارادے میں گم کر دیتے ہیں۔ اور فرمانبرداروں کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اے عزیزو!

میں نے تم سے جس قدر محبت اور تم پر جس قدر شفقت کی ہے تمہیں ایسی مثال کہیں نہ ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہاری اصلاح اور تعلیم کے لیئے اَن تھک کوشش کرتا ہُوں۔ اگر اطاعت اختیار کرو گے تو دربار پیرو مرشد میں مقبُول اور منظور ہو جاؤ گے! ور جو یہاں مقبول ہُوا وہی بارگاہ ربّ العزت میں مقبُول ہوگا۔ ذاتِ پیر کو ذاتِ حق سے الگ نہ جانو کیونکہ یہ آنکھ کا بھینگا پن ہے ؂

آنکہ پیر و ذاتِ حق را یک نہ دید   نے مرید و نے مرید و نے مرید

اے عزیزو! اگر دوست نے تمہیں اپنی بارگاہ میں مقبولیت کے مقام پر سرفراز فرمایا ہے تو ہمیشہ اس کے شکر گزار رہو۔ طالبانِ صادق اس مقام پر عجز اور انکساری کا تحفہ دوست کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے ہیں تاکہ جو قرب انہیں حاصل ہو گیا ہے اس میں ترقی ہوتی رہے رد و قبول دوست کی مرضی کا معاملہ ہے۔ اس بات سے ڈرتے رہو کہ جس نے آج مقبول و منظور فرمایا ہے۔ وہ کل رد بھی کر سکتا ہے اور اُسے کوئی پوچھنے والا نہیں مقبول وہ ہے جس کا انجام مقبولیت پر ہو۔ غرور اور تکبر میں سراسر ہلاکت ہے ہمیشہ اس سے بچتے رہو۔ تکبر اسی ذاتِ واحد کو زیبا ہے۔ عجز و انکساری اولادِ آدم کا زیور ہے۔ جو خالق حقیقی کو پسند ہے۔ ابلیس نے تکبر کیا تو رد کر دیا گیا کیونکہ اس نے اپنی تخلیق کو تخلیقِ آدم سے بہتر جانا تھا۔ حضرتِ آدم علیہ السّلام نے عجز و انکساری سے کام لیا تو مقبول ہو گئے۔ اے عزیزو! اپنے برگزیدہ باپ

کی سنّت پر عمل کروگے تو درِ مقبولیت تمہارے لیئے بھی کھل جائے گا۔ اور تم امن میں ہو جاؤ گے۔ پھل اور پھولوں سے لدی ہوئی ٹہنیاں ہمیشہ جھکی رہتی ہیں۔

اسی طرح طالبانِ صادق کو جوں جوں قرب نصیب ہوتا ہے شکر گذاری اور عجز و انکساری میں بڑھتے چلے جاتے ہیں وہ دوست کی بارگاہ میں ہمیشہ مؤدّب اور اس کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔

توبہ کے معنی ہیں اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنا۔ اور جس نے سچّے دل سے اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کیا اس پر اس کی بخشش اور رحمت کا دروازہ کھل گیا اور تمام گناہ نیکیوں میں بدل گئے۔ جب میں قبلہ شیخ حضرت قطب علی شاہ قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے پاس خطاؤں اور لغزشوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ مگر شیخ کو میری مسکینی اور غریبی پسند آئی۔ چنانچہ کمال شفقت سے مجھے میری لغزشوں کے ساتھ ہی مقبول اور منظور فرما لیا۔ اور اپنی محبّت میں اس قدر قرب عطا فرمایا کہ حضرتِ شیخ میرے دل اور میری نظر سے پھر کبھی دور نہ ہوئے۔ حضور قبلہ و کعبہ کا ایک جوڑا مبارک میرے پاس محفوظ ہے جب بھی اس کا دیدار کرتا ہوں ایک ایسی روح افزا کیفیت طاری ہوتی ہے۔ جو بیان سے باہر ہے۔ ایسی حالت اُن لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جو پیرو مرشد کی محبّت میں اپنے ظاہری وجود ختم کر چکے ہوں۔ چنانچہ روایت

ہے کہ حضرت امیر خسروؒ کو اپنے شیخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیار رحمت اللہ علیہ
سے بہت محبّت تھی۔ ایک دفعہ امیر خسرو تجارت کی غرض سے دہلی سے باہر گئے
کستوری کا سودا کیا اونٹوں پر لاد کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ جب دہلی
سے دُور ایک غیر آباد مقام سے گذرے تو ساتھیوں سے فرمایا" مجھے حضرت
شیخ کی خوشبو آرہی ہے۔ ساتھیوں نے عرض کیا کہ" حضور! یہاں حضرت
خواجہ کا گذر کہاں"؛ جب کچھ آگے بڑھے تو سامنے سے دو آدمی آتے نظر
پڑے۔ قریب پہنچے تو ان سے کہنے لگے" بھائی! تم کہاں سے آرہے ہو! کہ
حضرت شیخ کی خوشبو آپ سے آرہی ہے" وہ کہنے لگے ہم دہلی سے آرہے
ہیں۔ سنا تھا کہ حضرت نظام الدین اولیارؒ کے پاس جو سائل پہنچتا ہے آپ
اُسے مالا مال کر دیتے ہیں۔ مگر جب ہم پہنچتے تو فرمانے لگے کہ میاں! اس
وقت تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے یہ جوتوں کا جوڑا ہے اگر چاہو تو لے
جاؤ۔ ہم نے یہی غنیمت جانا اور وہ جوڑا لے آئے ہیں"۔ امیر خسرو نے جوڑا
اُن سے لے لیا اُسے بوسہ دیا سر پر رکھا اور کہنے لگے کہ" جاؤ اس کے عوض
میں ہمارا سارا مال لے جاؤ"۔ راہگیر مال لے کر روانہ ہو گئے حضرت امیر خسرو
جوڑا لیے دہلی پہنچے اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے دریافت
فرمایا کہ خسرو! اب کے تجارت کیسی رہی"؛ دست بستہ عرض کیا کہ" قبلہ اس
تجارت میں جتنا فائدہ میں نے اُٹھایا ہے وہ کبھی پہلے نصیب ہوا ہے اور نہ

آئندہ امکان ہے"۔ پوچھا وہ کیسے؟ عرض کیا کہ حضرت میں نے حضور کے جوڑا مبارک کے عوض میں سارا مال اُن آدمیوں کو دے دیا ہے جو حضور سے جوڑا مبارک لے گئے تھے"۔ شیخ نے فرمایا "بے شک تم نے بہترین منافع حاصل کیا ہے"۔

فرمایا جوڑے تو آج بھی موجود ہیں مگر امیر خسرو جیسے خریدار کہاں؟

فرمایا جب تک مال اولاد اور املاک کی محبّت دل میں موجود ہے۔ شیخ کی محبّت کے تمام دعوے غلط ہیں۔ طلب صادق کا مقتضا یہ ہے کہ مطلوب کے سوا کسی کی طلب باقی نہ رہے اور مطلوب حقیقی سے جو حاصل ہو اُسے محبّت اور شکر کے ہاتھ سے قبول کرے۔ بھونرا اور بھونڈ (زنبور) ہم شکل اور ہم رنگ ہوتے ہیں۔ بھونرا پھولوں کے گرد منڈلاتا رہتا ہے مگر زنبور گندگی اور تعفن میں خوش رہتا ہے اور وہیں گذر بسر کرتا ہے۔ ایک دن بھونرا بھونڈ سے کہنے لگا کہ بھائی تم میرے ہم جنس معلوم ہوتے ہو مگر ہر وقت گندگی میں کیوں پڑے رہتے ہو کیوں نہیں میرے پاس میرے باغ میں آجاتے کہ وہاں قسم قسم کے خوش رنگ پھول ہیں جن کی بھینی بھینی خوشبو بڑی پیاری معلوم ہوتی ہے۔ بھونڈ نے کہا:۔ باغ کیسا ہوتا ہے؟ بھونرا کہنے لگا" باغ ایک بہت خوبصورت مقام ہے۔ آؤ میرے ساتھ چلو میں تمہیں باغ دکھلاؤں"۔ دونوں باغ میں پہنچے۔ بھونرا نے اُسے طرح طرح کے پھول دکھلائے خوشبوئیں سنگھائیں اور دل میں بہت خوش تھا کہ آج زنبور باغ کو دیکھ کر اپنے گندے مقام کو چھوڑ دے گا اور یہاں قیام

کرلیگا۔ بھونرا جب سارا باغ دکھلا چکا تو زنبور سے پوچھنے لگا" کیوں بھائی! دیکھا ہمارا باغ کیسا خوش نما ہے اور یہاں کیسی عمدہ عمدہ خوشبوئیں ہیں"۔ زنبور نے کہا کہ" بھائی مجھے تو کسی خوشبو کا پتہ ہی نہیں چلا۔ میں کیا جانوں کہ تمہارا باغ کیسا ہے"۔ بھونرا یہ سن کر بہت حیران ہوا۔ اچانک اس کی نظر بھونڈ کی ناک پر جا پڑی۔ جہاں گندگی لگی ہوئی تھی۔ خفا ہو کر بولا کہ اے کمبخت! جب تو اپنی گندگی یہاں بھی اپنے ساتھ لے آیا ہے تو تجھے کیونکر معلوم ہوتا کہ یہ باغ کیسا اور خوشبوئیں کیسی ہیں؟

اے عزیزو! جب تک دنیاوی خواہشوں کی غلاظت سے تمہاری ناک بھری پڑی ہے اللہ تعالےٰ کی محبت کی خوشبو تمہارے دماغوں میں کیونکر اتر سکے گی، اے عزیزو! طالبانِ صادق نے اپنے مولےٰ کی طلب میں دنیا کی راحتوں اور بہشت کی نعمتوں سے ہمیشہ منہ موڑا ہے۔ اور اسی کے ہو گئے ہیں۔ وہ ماسوا سے تعلقات قطع کر لیتے ہیں۔ اور اپنے مطلوب کے در پر جا پڑتے ہیں۔ چنانچہ حکایت ہے:۔

کہ مردانہ اوصاف کی حامل ایک سندھی عورت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کی مرید تھی۔ پیر و مرشد کے ارشاد کے مطابق ذکر و فکر میں مشغول رہتی۔ ایک دن بہشت کا حجاب اس کی نظر سے اٹھ گیا اور اُسے حُور و قصُور نظر آنے لگیں۔ جونہی یہ حال وارد ہوا روتی ہوئی شیخ کی خدمت میں

حاضر ہوئی اور آہ و فغاں کرنے لگی۔ حضرت نے سبب پوچھا۔ عرض کیا "یا حضرت!
یہ رفع حجاب میرے لیئے ایک ناقابلِ برداشت حجاب ہے کیونکہ یہ دوست سے
روکنے والا معاملہ ہے۔ میں ہرگز حور و قصور کی طالب نہیں ہوں خدا کے لیئے
اس حجاب کو رفع کیجئے۔ میں تو صرف مولا کی طالب ہوں ؎

حُور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

فرمایا۔ طالب صادق کو کسی حجاب کے اٹھ جانے پر اسی جگہ قیام نہیں
کر لینا چاہیئے بلکہ اسے چھوڑ کر آگے بڑھنا چاہیئے تاکہ اپنے مقصود کو حاصل کر سکے

ہر کشف بر آں چہرہ نقابے دگر است
ہر بحر دریں راہ سرابے دگر است
از رفع حجاب خویش مغرور مباش
کایں رفع حجاب ہم حجابے دگر است

ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ میں حضرت پیر و مرشد قطب الاقطاب علیہ الرحمۃ
کو خاص فضیلت حاصل ہے۔ اکثر امورِ فیصلہ کے لیئے آپ کی خدمت میں پیش
ہوتے ہیں۔ بعض اولیا کسی کو نجات دلانے کے لیئے حضرت کو وسیلہ پکڑتے
ہیں۔ اولیائے عظام قیامت کے دن دوزخ کے دروازوں کے قریب خیمے
لگا لیں گے۔ اور گنہگاران امت مرحومہ کو دوزخ سے بچانے کی کوشش میں

مصروف ہوں گے۔ اولیاءاللہ گوارہ نہیں کر سکیں گے کہ اللہ اور رسول کا کوئی نام لیوا دوزخ میں جائے۔ یہ اس عشق اور محبت کی وجہ سے ہے جو انہیں اللہ اور رسول سے ہے اور اُن کی سب توفیق اللہ ہی کی دی ہوئی ہے۔

اس واقعہ کو تو میں نے بھی دیکھ لیا کہ مولوی الٰہی بخش ساکن کلیراوسطی جو پیر مہر علیشاہ صاحب کا مرید تھا۔ بیماری کی حالت میں اس دربار میں پہنچا۔ اور مجھ سے کہنے لگا کہ " اپنے پیرومرشد کے نام پر مجھ کو پیر شاہ کے زیر سایہ قبر کی جگہ دیویں۔ میں نے اجازت دے دی۔ کچھ دنوں بعد مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا اور انہیں یہاں دفن کر دیا گیا۔ جب بارگاہ الٰہی میں اس کی پیشی کا وقت آیا تو پیر شاہ نے التجا کی کہ اے رب العزت، یہ شخص میری امان میں ہے۔ تو غفور الرحیم ہے اسے بخش دے۔

اسی طرح کا حال اور بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ موضع بھاگو آنہ میں ایک شخص عنایت بھاگو آنہ پیر حافظ بوٹے شاہ کا مرید تھا۔ بظاہر شکل وصورت سے نیک۔ نمازی اور بڑی تسبیح ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اس دربار میں بھی گاہے گاہے آتا رہتا تھا۔ جب وہ بیمار ہوا تو مجھے بھی اس کی تیمارداری کے لئے اس کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ آخر غریب چل بسا۔ دربار احکم الحاکمین میں پیش کیا گیا تو حکم ہوا تیری سب نمازیں تسبیحیں اور عبادتیں نامنظور ہیں۔ اس کے پیر حافظ بوٹے شاہ صاحب نے عالم رویا میں یہ ماجرا دیکھا تو حضرت پیر قطب علیشاہ

دام اللہ برکاتہ، کو وسیلہ اختیار کیا اور اپنے مرید کی نجات چاہی۔ حضرت قطب الاقطاب نے بارگاہ کبریا میں عرض کیا اے ربِ جلیل! تیری بےحساب رحمت سے یہ بعید نہیں کہ تو اِس شخص کی نیکیاں قبول فرمالے اور اس کی برائیاں بخش دے۔ اور رحمت اللعالمین کے صدقے میں اسے معاف کر دے۔

الٰہی! ہماری خطاؤں پر مؤاخذہ نہ فرما اور ہمیں ہماری بھول کی وجہ سے شرمسار نہ فرما اور ہمیں معاف فرما دے۔

الٰہی! حضرت محمد مصطفےٰ پر آپ کی آل پر آپ کے اصحاب اور اہلِ بیت پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔

٩

اے بیٹے! جب تک تیرے اور خدا کے مابین مخلوق اور نفس کے حجاب اور دیواریں نہ گر جائیں اور اُن کی طرف سے نہ کوئی خوف اور نہ ہی کوئی امید باقی رہے نفع۔ ضرر۔ عزت۔ ذلت۔ تعریف اور مذمت کا خوف یا طمع اُن سے نہ رہے پھر تو پیر و مرشد کی محبت میں صادق ہو جائے گا۔ مخلوق کو دل سے نکال دے اور اِن سے الگ ہو جا تا کہ تیری اصلاح ہو۔ تیرا نفع اور تیرا ضرر مخلوق کے ہاتھ میں نہیں۔ خواہ مخلوق کے ہاتھوں پہنچ رہا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ کے سِوا نہ تو کوئی کسی کو نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اور جو چیز تیرے مقدر میں ہے مخلوق تجھ سے روک نہیں سکتی اور جو چیز مقدر میں نہیں وہ دے نہیں سکتی۔ اس لیئے تو مخلوق سے الگ ہو کر آگے بڑھ جا۔ یعنی ان کو پسِ پُشت ڈال اور میرے پاس چلا آ تا کہ تجھے اطمینان نصیب ہو۔

اے لڑکے: دوسرا حجاب تیرا نفس ہے۔ اس کی اما رگی سے بچ اور

مقابلہ پر کمر ہمت باندھ لے یہ تیرا دشمن ہے۔ اور تجھے دوزخ کی طرف دھکیل رہا ہے۔ اس کا رفیق نہ بن اس سے اپنی شفقت کا ہاتھ روک لے کیونکہ اس کی رفاقت میں سراسر ہلاکت اور تباہی ہے یہ موذی ہے اور موذی کے ایذا پہنچانے سے پہلے ہی اُسے قتل کرنا مناسب ہے۔

اے عزیز! نفس حرص اور ہوا کی غلامی سے منہ موڑ لے۔ اس دو روزہ زندگی میں کب تک اپنے ارادے اور خواہش کی متابعت کرتا رہے گا۔ تو دیکھ رہا ہے کہ دنیا حیلہ ساز ہے اور کسی سے بھی وفا نہیں کرتی۔ پھر تجھ سے کیونکر وفا کرے گی۔ اے عزیز! تو اُس ذاتِ واحد کی رفاقت اور موافقت اختیار کر جو بہتر رفیق ہے اور اپنے قول کا سچا ہے اور تجھ سے زیادہ تیری بھلائی کا خواہشمند ہے ہمیشہ اُسی کی یاد میں مصروف رہ زندگی مُستعار کے چار دن اُس کی موافقت میں گذار لے بالآخر تو نے اُسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ اور جب تو اس کے پاس پہنچے۔ تو تجھے ندامت نہ اُٹھانی پڑے۔ اس چار روزہ مہلت کو غنیمت جان۔ اگر یہ وقت یونہی بیہودگی میں گذر گیا تو پھر پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اے عزیز! تیری زندگی شیشہ کی مانند ہے شیشہ جب ہاتھ سے گرے تو ٹوٹ جاتا ہے معلوم نہیں کہ تیری زندگی کے اس شیشہ کو جس ہاتھ نے تھام رکھا ہے وہ کب اسے گرا دے۔ تجھ پر افسوس ہے کہ تیری زندگی بغیر نیکی کے گذر گئی۔ تو نے مخلوق اور نفس کی موافقت کو مقدم خدا اور اس کے احکام کو ہیچ

جاناحالانکہ تو مخلوق اور نفس کو آزما چکا ہے مخلوق اور نفس آگ کے دو خوفناک اور تباہ کن دریا ہیں۔ یا دو جنگل ہیں۔ ہیبت ناک اور ہلاکت آفریں۔ صدق کی کمر باندھ کر اس خطرناک مقام سے گزر جا اور اس جماعت میں شامل ہو جا جو اللہ تعالےٰ کی محبت اس کی مؤافقت اور اطاعت میں ہمیشہ ہوشیار رہے اور جس سے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ط

اے عزیز! تو مہلک مرض میں مبتلا ہے پیشتر اس سے کہ تیرا مرض تیری ہلاکت کا موجب بنے تو کسی کامل طبیب کے پاس جا کیونکہ جس نے مرض پیدا کیا ہے اُس نے دوا بھی پیدا کی ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں اُسی کے قبضہ میں ہیں مخلوق کے ہاتھوں میں نہ تو تیری دوا ہے اور نہ ہی اُس حکیمِ مطلق کے سوا تجھے کوئی ہلاکت سے بچا سکتا ہے۔ تیری بیماری کا علاج تیرے پیرو مرشد کے پاس ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے ایسی بیماریوں کا طبیب اور معالج مقرر فرمایا ہے۔ وہ جو دوا تجویز کرے اُس سے گریز نہ کر اور جس سے پرہیز تجویز فرمائے اس سے بچ۔ اپنے علاج میں اُس سے موافقت اختیار کر تا کہ تجھے شفا نصیب ہو۔ اے عزیز! میرے پاس آ! میں تیرا معالج ہوں۔ نفس اور مخلوق کے ساتھ موافقت کرنا اور اسباب پر مائل ہونا تیری بیماری ہے۔ نفع۔ ضرر۔ عزت، ذلت، فقر اور غنا مخلوق سے سمجھنا شدتِ مرض اور ضعف کی علامت ہے اور پیر و مرشد کے احکام کی تعمیل کرنا تیرا

علاج ہے، اے عزیز! موت کو یاد رکھ اور اس روز سے ڈر جبکہ تو اس احکم الحاکمین کے دربار میں پیش ہوگا اور بنائے کچھ نہ بنے گا۔ بظاہر مخلوق میں رہ مگر مخلوق کو دل میں جگہ نہ دے تاکہ اس میں رب العرش جلوہ نمائی فرمائے۔ پیر و مرشد کی محبت کو دل میں قائم کر کیونکہ یہی محبتِ الٰہی ہے ——— اور یہی محبتِ رسول ہے۔ بظاہر روزگار کا دھندا اور کسبِ حلال اختیار کر۔ بباطن اُسی ذاتِ واحد کو اپنا رب اور رازق جان۔ اَعزّہ و اقربا اور تمام مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک اختیار کر مگر ان میں اس قدر مشغول نہ ہو کہ یادِ الٰہی سے غافل ہو جائے۔

اے عزیز! عقل سے کام لے۔ جلد بازی نہ کر۔ اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا بلا صدق اس کے دروازے پر نہ جا۔ کیونکہ پرکھنے والا بینا ہے۔ تیرے کھوٹے مال کو اچھی طرح پہچان سکتا ہے۔ میں تجھے اپنے پاس تیرے نفع ہی کے لیئے بلاتا ہوں۔ افسوس تو مخلوق سے چھپ کر گناہ کرتا ہے۔ مخلوق سے پردہ۔ مخلوق سے ڈر۔ مخلوق سے خوف اور مخلوق سے شرم کرتا ہے۔ خالق سے کیونکر چھپ سکتا ہے اے جاہل! اے خالق اور مخلوق سے چھپ کر گناہ کرنے والے! خدا ہر وقت تیرے ساتھ ہے۔ خواہ تو جنگل میں ہے۔ پہاڑ کی غار یا سمندر کی تہ میں ہو۔ میدان میں ہو یا قلعہ بندیوں میں ہو۔ تو اُس خدائے علیم و بصیر سے چھپ نہیں سکتا۔ تجھے یہ خیال ہی نہیں کہ تیرا چلنا۔ بولنا۔ اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ دیکھنا اور سننا سب خالق کے قبضہ میں ہے۔

اے عزیز! مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک اختیار کر۔ خدا کے احکام کی پابندی اپنی غذا بنا لے اور کسی پر اعتراض نہ کر۔ دنیاوی غرض و غایت کی بنا پر کسی سے دشمنی نہ رکھ۔ خواہ کتنی ہی مصیبتیں نازل ہوں اپنے رب سے نہ بھاگ اور اس کا در چھوڑ کر نہ جا۔ ایک دانا طبیب اپنے زیرِ علاج مریض کو مرض سے بچانے کے لیۓ کبھی جلاب دیتا ہے اور کبھی فصد لیتا ہے۔ خواہ مریض کمزور و ناتواں ہو طبیب کا یہ فعل حکمت سے خالی نہیں۔ جو مریض دوا سے پرہیز اور طبیب پر اعتراض کرے وہ شفا سے دور ہی رہے گا۔ پھر اُس حکیم مطلق پر اعتراض جو سب حکیموں کا حکیم ہے وبالِ جان ہے۔

ایک اہل اللہ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک دن ایک جوان آدمی کو بھیک مانگتے دیکھا۔ میں نے اس سے کہا کیا اچھا ہوتا اگر تو محنت مشقت کر کے روزی حاصل کرتا۔ اتنا کہنے سے مجھ پر ایسی گرفت ہوئی کہ چھ ماہ کی عبادت جاتی رہی۔ چھ ماہ تک رات کا قیام اور دن کا آرام جاتا رہا۔ اور میں چھ مہینے روتا رہا۔ یہ سزا اعتراض کی تھی۔ خدا کے کاموں پر اعتراض کرنا توحید کی موت، دین کی موت اور اخلاص کی موت ہے۔ چون و چرا کرنا ایمان والوں کا شیوہ نہیں

اے غافل! فانی چیزوں میں زندگی برباد نہ کر۔ اُن چیزوں میں مشغول نہ ہو جو تجھے نفع یا ضرر نہیں پہنچا سکتیں۔ اگر تو واصل باللہ ہونا چاہتا ہے تو اپنے پیرو مرشد کے قول۔ فعل اور حال کا پیرو ہو جا۔ نفس اور مخلوق سے تعلقات منقطع

کرلے اور اِن دو آتشی دریاؤں سے بچ کر ایک مولا کا طالب بن جا۔ اور دل میں اُسی کی طلب اور اسی کی محبّت رکھ۔

ملا تجھکو رتبہ جو انسان کا ‏ ‏ نہ چاہیئے تجھے کام حیوان کا
نہ کر اس شکل پر فخر اے اخی ‏ ‏ کہ جو فعل تیرا ہے تو ہے وہی
تو جس شان کے یار کرتا ہے کام ‏ ‏ دو عالم میں تیرا وہی ہوگا نام

الٰہی ہمیں دنیا و آخرت میں اپنا عارف بنا۔ دنیا و آخرت میں نیکی عطا فرما
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۝

۱۰

توحید کا پودا اُسی دل میں ہرا بھرا رہتا ہے جو ماسوا کی طلب اور خواہش کے خس و خاشاک سے صاف ہو۔ یہ وہ پودا ہے جس کی آبیاری یقین کے پانی سے کی جاتی ہے اور ایمان کی حرارت اِسے پھل پھول اور پتیاں عطا کرتی ہے۔ نفسانی خواہشات۔ مال و املاک کی محبت اور طلب جاہ و حشم کی زہریلی ہواؤں سے یہ پودا مرجھا جاتا ہے۔ جو دل یقین اور ایمان کی دولت سے محروم ہے اس دل میں اس کی گنجائش نہیں۔ اے حاضرینِ مجلس! اپنے دلوں کو ماسوا سے پاک صاف کرلو۔ کیونکہ اگر دل کدوراتِ بشریت سے لبریز ہیں تو پھر وہاں توحید کا سمانا ممکن نہیں۔ جو برتن پہلے ہی بھرا ہوا ہو جب تک اُسے خالی نہ کرلیا جاوے اس میں مزید کسی چیز کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔

توخود را گماں بردہ پُرخرد
انائے کہ پُر شد دِگر چوں پرد

ز دعویٰ تہی آئے تا پُر شوی
تو از خود پُری زاں تہی می رَوی

زہستی در آفاق سعدی صفت　　　تہی گر دو باز آئی پر معرفت

تم پر افسوس ہے کہ تم نے منہ کو گناہوں کی طرف اور پشت کو خدا کی طرف کیا ہوا ہے۔ اس سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ گھڑے کو پانی کے دھارا پر اوندھے منہ برسوں رکھے رہو پانی سے نہ بھرے گا۔ افسوس تمہیں معلوم ہی نہیں کہ تمہیں درحقیقت کس چیز کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بسا اوقات تم ان چیزوں کی خواہش کرتے ہو جو تمہاری حقیقی ضرورت سے تعلق نہیں رکھتیں۔ بازار سے تم اپنی ضرورت کی چیز خرید سکتے ہو۔ مگر جب تمہیں اپنی ضرورت کا علم ہی نہیں۔ تم کیا چیز خرید سکو گے؟

اے عزیزو! دنیا کے اس بازار میں کوئی چیز خریدنے سے پہلے جان لو کہ تمہاری اصل اور حقیقی ضرورت کیا ہے تاکہ جب تم اس بازار سے رخصت ہو کر گھر کی طرف لوٹو۔ تو وہ تمہارے کام آسکے یہ جان لو کہ دنیا کے اس بازار میں تمہارا ایک ہی پھیرا ہے۔ پھر نہ آسکو گے۔ اس لیئے اس چیز کو اپنی ہمت، اطاعت اور مخلصانہ کوشش کے عوض میں خرید لو۔ جو آئندہ تمہیں فائدہ دے اور ضرورت پر کام آئے۔

اے طالبانِ صادق! صرف پیر و مرشد کی محبت اور اطاعت ہی ایسی چیز ہے جو ہمیشہ تمہیں فائدہ پہنچاتی رہے گی۔ ارشادِ باری ہے: "وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ؕ جس نے رسول کی اطاعت کی پس اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی"۔ پھر یہ بھی جان لو کہ جس نے شیخ کامل کی اطاعت

کی اُس نے گویا رسول اللہ کی اطاعت کی۔ مردانِ حق شناس ہمیشہ جناب باری سے بیر ہی پیر مانگتے گئے! اور وُہ اُن کے فرمان کی تعمیل میں ایسے محو اور مصروف ہوئے کہ اپنی ہستی سے گذر گئے۔ مگر یہ محبت کوئی آسان کام نہیں۔ محض دعوے سے کام نہیں بنتا جب تک کہ اخلاص نہ ہو۔ جسے اخلاص ملا اُس نے اپنا سب کچھ محبوب کی خدمت میں پیش کر دیا اور ہر قسم کے دعوؤں سے دست بردار ہو گیا جو اخلاص سے دور رہا ہمیشہ محجوب اور مہجور رہا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے حق تعالےٰ کی محبت کا دعوےٰ کیا۔ حضور نے فرمایا "بلاؤں کا نزول اپنے اوپر ضروری جان لو۔" دوسرے نے محبتِ رسول کا دعوےٰ کیا فرمایا "فقر و فاقہ اپنے اوپر لازم سمجھ لو۔"

فرمایا بغیر دعوے کے جو کام نکل آئے بہا غنیمت ہے۔ محبت کا مقام دل ہے زبان نہیں اور ذاتِ حق علیم و خبیر ہے۔ دربارِ پیر و مرشد میں بعض ایسے طالب بھی دیکھے گئے جو منظور و مقبول تھے۔ مگر انہوں نے محبت کا کبھی دعوےٰ نہ کیا۔ چنانچہ حکایت ہے کہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو نہ تو کبھی عبادت میں دیکھا اور نہ ہی کبھی اس کی زبان پر نام "اللہ تبارک و تعالےٰ" پایا۔ ایک دن بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے ایسے مرد کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے جو تجھ سے بھاگا ہوا ہے۔ میں نے اُسے تیری عبادت اور حمد و ثنا سے ہمیشہ محروم دیکھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں نے کبھی بھی اُس کی زبان سے تیرا

مبارک نام نہیں سُنا۔ اے مالک حقیقی! جب میں اس کی زبان سے تیرا نام سنوں گی فلاں چیز تیری راہ میں نذر کروں گی۔ اچانک ایک دن اُس عورت نے اپنے خاوند کی زبان سے نام اللہ جَلَّ شَانُہٗ سُن لیا۔ بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ اے نیک مرد میں نے منّت مانی تھی کہ اگر کبھی تیرے منہ سے نام اللہ سنوں گی تو فلاں چیز راہ مولا نذر کروں گی۔ الحمدللہ کہ آج میں نے تیری زبان سے یہ نام مبارک سُن لیا۔ اب مجھے اجازت دے کہ میں اپنی منّت پوری کروں" اس مردِ خدا نے جب بیوی کی زبانی یہ ماجرا سُنا تو کہنے لگا افسوس کہ آج دوست کا راز فاش ہو گیا اور تو نے نامِ محبوب میری زبان سے سُن لیا۔ لو اب ہم چلتے ہیں یہ کہہ کر چارپائی پر لیٹ گیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی"۔ سبحان اللہ! محبّت کا یہ بھی ایک انداز ہے۔ کہ تمام عمر سوزِ محبّت سے اندر ہی اندر جلتا رہا اور کبھی منہ سے دھوآں نہ نکالا۔

اے ابنِ آدم! اپنے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کی شان اور اس کی عظمت دیکھ! کہ اللہ تعالٰے نے اس میں توحید کے کس قدر اسرار و رموز رکھ دئے۔ یہاں تک کہ جس نے اُسے حقارت کی نظر سے دیکھا لعنت میں گرفتار ہوا اور جنہوں نے اُسے رازِ ربّی جانا وہ سُرخرو ہوئے۔

اے عزیزو! پیر و مرشد کا کلام الہام الٰہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰے اپنے علم اور حکمت کے موتی اس کی زبان سے بکھیرتا ہے جنہوں نے اپنا دامن اِن موتیوں

سے بھر لیا اور شیخ کے ذکر و فکر کو اپنی غذا بنا لیا۔ وہ مقصود تک پہنچ گئے۔ یہ ہر روز تعلیم اور تلقین کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اس لیئے ہے کہ اوّل روز میں نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہاری ہدایت کا جو پیمان باندھا تھا اُسے پُورا کر سکوں۔ مگر افسوس تم اپنے پیمان کو بھول گئے اور انکار و سرکشی کی راہ اختیار کر لی۔ بالآخر تم نے بھی تو وعدہ کیا تھا کہ ہمیشہ اطاعت گذار رہیں گے۔ اللہ اور رسُول کی محبت دل و جان میں بسائیں گے مگر تم نے اللہ اور رسول کی محبّت کی بجائے دنیا کی محبّت اختیار کر لی۔ تمہارا یہ قول و اقرار اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے اور اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہمیشہ سچّا ہوتا ہے وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ مگر تم نے اس سے فرار کی راہ کیوں اختیار کر لی؟

اے خوابِ غفلت کے متوالو! کیا تم اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گئے ہو، جو اس قدر گہری نیند سو رہے ہو؟ افسوس! تمہیں نہ موت کا کھٹکا رہا نہ قبر کے عذاب کا ڈر۔ نہ قیامت کا خوف نہ دوزخ کا رنج و ملال! کیا تمہیں کوئی سند ہاتھ آگئی ہے۔ کہ اب تمہاری غفلت اور بے عملی پر پرسش نہ ہوگی؟

اے سونے والو مسافرو! اُٹھو کہ ابھی تمہارا سفر ختم نہیں ہوا۔ مسافر اپنے ضروری سامانِ سفر سے غافل نہیں ہوا کرتے۔ یہ گناہوں کی گٹھڑیاں پھینک دو۔ کیونکہ اِن کے بوجھ سے تمہاری کمریں دوہری ہو رہی ہیں۔ منزل پر پہنچ کر یہ بوجھ تمہاری ندامت و رسوائی کا موجب بنے گا۔ نیک اعمال کا تحفہ ساتھ لے لو۔ یہ

تمہیں ہلکا پھلکا اور سفر کی تھکان سے دُور رکھے گا۔ پھر منزل پر پہنچ کر تمہاری سرخروئی اور خوشنودی کا باعث بھی بنے گا۔ اے عزیزو! آج جان لو کہ یہ سفر جو تمہیں درپیش ہے۔ اس کی منزلِ مقصود آخرت ہے۔ جہاں پہنچ کر تم مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں پیش کیئے جاؤ گے وہ احکم الحاکمین ہے۔ صرف اپنی محبّت کا تحفہ قبول فرماتا ہے۔ اس دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد آڑے آئے گی۔ مگر صرف وہ دل جس میں اُسی کی محبّت ہو گی۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ؕ

اے طالبانِ حق! جس نے پیرومرشد کے دستِ حق پرست پر بعیت کی اور اپنے وجود کو اپنے مال اور املاک کو پیر کے سپرد نہ کیا اور ان پر اپنا حق جانا وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ بوقت بعیت اس نے شیخ کی راہنمائی اور اپنی غلامی کو قبول کر لیا تھا۔ غلام کو اپنے آقا کی اطاعت بلا چون وچرا کرنی چاہیئے جس غلام نے اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کر لی۔ وہ مقبولیت کے اعلیٰ مقام پر سرفراز ہو جاتا ہے۔ مردانِ خدا نے اوّل بہشت کے عوض لذاتِ دنیا کو چھوڑ دیا۔ پھر اللہ کے لیئے نعمائے بہشت کو بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح جملہ مخلوقات سے منقطع ہو کر صرف ایک کے ہو گئے۔ جنہوں نے بہشت کی طلب میں لذّات دنیا کو چھوڑ دیا۔ دوزخ کی آگ اُن پر حرام ہو گئی۔ دنیا وفا سے ناآشنا ہے۔ اے لوگو! تم کب تک اس بے وفا پر اعتماد کرو گے، کامل مرشد کی نظر باطن پر ہوتی ہے۔

وہ مخلوق کے باطن سے باخبر اور اُن کے اخلاص و ریا سے آگاہ ہوتے ہیں۔
طالبانِ صادق پیرو مرشد کے مقام سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ دلوں کو صاف کرکے یہاں پہنچتے ہیں۔ اور سچائی کو عزیز رکھتے ہیں۔ جنہوں نے پیرو مرشد کو اپنے جیسا ایک آدمی جانا وہی دربارِ مرشد میں سچ بولنے سے گریز کرتے ہیں۔ طلبِ صادق کا تقاضا یہ ہے کہ پیرو مرشد کے حق میں اپنے وجود۔ مال املاک اور یہاں تک کہ اولاد سے دست بردار ہو جائے اور پیرو مرشد کی محبّت پر اور کسی چیز کی محبّت غالب نہ آسکے۔ راہِ مستقیم یہ ہے کہ پیرو مرشد کے حکم کی بلا چون وچرا تعمیل کی جائے خواہ اس میں جان اور مال کا خطرہ ہو۔ جو شخص اس راہِ مستقیم سے دُور رہے گا۔ وہ ہمیشہ محجوب اور مہجور رہے گا۔

الٰہی ہمیں اپنی سیدھی راہ پر چلا تاکہ ہم تیری خوشنودی حاصل کرسکیں اور ہماری خطاؤں پر عفو اور درگزر سے کام لے اور ہمیں معاف فرمادے۔

۱۱

اے حاضرینِ مجلس! آج مجھے تم سے تمہاری بے عملی اور غفلت شعاری کا گلہ ہے۔ میں تمہیں دیکھ کر دُکھ میں ہوں۔ تمہیں خدا اور رسول کی طرف بلاتے بلاتے ایک زمانہ گذر گیا تمہیں جہالت سے نکالنے کی پیہم کوششیں کی گئیں۔ مگر تم نے سُنی اَور اَن سُنی ایک کر دی۔ تم نے اللہ تعالٰے اور رسُولِ برحق کے حکموں کو سُنا مگر یقین نہ کیا۔ اور تعمیل و عمل سے منہ موڑ لیا۔ جس طرح تمہارے باپ دادا خدا اور رسول سے بیگانے رہے تم نے بھی بیگانگی اختیار کرلی، اور گمراہی سے باہر نہ نکل سکے۔ افسوس کہ تُم انصاف سے عاری ہو گئے۔ انسان کہلایا مگر انسانیت کے اوصاف سے محروم رہے۔

اے بھٹکے ہوئے انسان! تو آئینۂ الٰہی ہے۔ اَلْاِنْسَانُ مِرْاٰۃُ الرَّحْمٰنْ تیرا شاہدِ حال ہے۔ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے انسانیت کے اوصاف سے آج منہ موڑ لیا۔ اور آئینۂ جمالِ الٰہی پر خواہشاتِ نفسانی اور اشغالِ حیوانی کے لاتعدا

زنگ خوردہ اور خاک آلودہ پردے ڈال دیئے اور اپنی شان کو خاک میں ملا دیا۔ تو وہ انسان ہے جس کی خاطر دونوں جہان بنائے گئے اور تمام مخلوقات میں تجھے شرف عطا ہوا۔ فی احسن تقویم[1] تیری تخلیق خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ تیری صورت اور اُس پر صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ کے نقش و نگار۔ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ تیرا خلعت اور انعام۔ خلیفۃ اللہ تیرا مقام اور قرآن تیری شان اور آن کا بیان ہے۔

دن ہو یا رات۔ صبح ہو یا شام وہ احسن الخالقین ہر روز تجھے اپنی طرف بلاتا ہے مگر افسوس کہ تو سنتا ہی نہیں۔ تو نفس اور حرص و ہوا کے پنجہ میں گرفتار ہے اور اپنی آواز کے سوا کوئی آواز سننا پسند ہی نہیں کرتا۔ افسوس کہ تو نے شرم و حیا کا جامہ تار تار کر دیا۔ اپنے مالک کے احسانات کا کبھی شکر گزار نہ ہوا۔ نفس اور شیطان کا پجاری بنا رہا۔ خدا سے بے خوف اور رسولِ خدا صلعم کے اسوۂ حسنہ سے دور بھاگ نکلا۔ موت کی سختی۔ قبر کی تنگی۔ حشر کی مصیبت۔ دوزخ کی آگ کی تیزی اور تندی گویا ہر آفت سے تو بے خوف ہو گیا۔ تو نے کبھی نہ سوچا کہ قبر کا مقام کتنا تنگ و تاریک ہو گا۔ اس کی دیواریں جب آپس میں ملیں گی تو درمیان پڑے ہوئے تیرے خاکی جسم کا کیا حال ہو گا۔ فرشتے پوچھینگے

---

[1] لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔

تو کیا جواب دیگا۔ آج جب تیری زندگی غفلت اور جہالت میں گذر گئی تو کل تمام حقیقتِ حال تجھ پر کھل جائے گی۔ پھر بے بسی کے سوا تیرے لیئے کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ آ! آج پھر توبہ کرلے۔ نہ ٹوٹنے والی توبہ۔ اس دوروزہ مہلت کو غنیمت جان۔ اسے نادانی سے برباد نہ کر۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگاہِ ما درگاہ نا امیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ!

جب اللہ تعالےٰ کا مخلص بندہ اس جہان سے رخصت ہوتا ہے تو تکفین وتدفین کے بعد قبر چاروں طرف حکم الٰہی سے ستر ستر گز کشادہ ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں بہشتی روشنی اور بہشتی ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور اس نیک بندے کو اللہ تعالےٰ کے لطف وکرم کی روزی بہم پہنچائی جاتی ہے اور تمام اہلِ بہشت مبارک سلامت پکار اٹھتے ہیں۔ لیکن گنہگار بندے کے دوزخ میں جانے پر دوزخی بھی پناہ مانگتے ہیں۔

اے غافل انسان! دیکھ کہ تجھ پر اللہ تعالےٰ کے کس قدر انعامات اور احسانات ہیں۔ افسوس ہے کہ تو ایسے رحیم اور کریم مالک کا آستانہ چھوڑ کر دربدر ذلیل وخوار ہو رہا ہے۔ تجھ سے تو وہ کتا بہتر ہے جو بھوکا رہے یا پیاسا مگر اپنے مالک کا در نہیں چھوڑتا۔

اے نادان! کراماً کاتبین تیرے نیک وبد اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔

وہ قیامت کے دن تیرے اعمال پر گواہی دیں گے۔ تیرے باطنی اعمال کا دفتر اللہ تعالےٰ کے پاس محفوظ ہے۔ اور قیامت کے دن جب یہ اعمالنامہ تیرے سامنے رکھا جائے گا۔ تو تُو شرم و ندامت سے پانی پانی ہو جائے گا۔ پھر اس پانی میں تجھے بار بار غوطے کھانے پڑیں گے اور تجھے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئے گی۔

اے غافل! اللہ تعالےٰ کا تجھ پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ تجھے اُس آنے والے وقت کی سختی سے بار بار آگاہ کیا جا رہا ہے۔ آ! اپنے پیر و مرشد کی اطاعت کر۔ اس کے سامنے کسی قسم کی چون و چرا نہ کر بلکہ ہمیشہ مؤدب رہ۔ اس کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھ۔ اس کی محبت اور عقیدت میں تیری بھلائی اور نجات ہے۔ محبت الٰہی کا جو جام تیرے پیر و مرشد کے ہاتھ میں ہے اس میں سے ایک گھونٹ پی لے اور مستانہ وار اس کے در پر پڑا رہ۔

عشق کا ہر دم نشہ دل صاف کرتا ہے سعید
عشق کی مستی سوا سب فتنہ ہی جانو پلید
شوقِ الٰہی کا ہمیشہ جام لے دِل کو پلا
اس نشہ کی دیکھ عارف دم بدم کرتے تائید

اے عزیز! شیخ کامل کے حکم کو اپنے قیاس و گمان کے بنائے ہوئے ترازو میں نہ تول۔ وہ تمام رموز و اسرار سے واقف ہے اگر تو اس کے حکم کو شریعت کے خلاف دیکھتا ہے تو یہ تیری بینائی کا قصور اور کم فہمی کا فتور ہے۔

چنانچہ حکایت ہے کہ ایک شہر میں گردش زمانہ سے ایسا انقلاب آیا کہ اپنے بیگانے سب بچھڑ گئے۔ کوئی کسی کا پُرسان حال نہ رہا۔ انہی حالات میں ایک نیک مرد اپنی نیک خصال بیوی سے بچھڑ کر کسی دوسرے شہر میں جا بسا۔ بالآخر ایک کامل بزرگ کی درسگاہ میں حصول تعلیم کے لیئے جانا شروع کیا۔ ایک دن اُستاد سے دیوان حافظ پڑھ رہا تھا اور جب اس شعر پر پہنچا ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

تو عرض کیا "قبلہ و کعبہ! یہ شعر تو خلاف شریعت معلوم ہوتا ہے اور عقل بھی اسے تسلیم نہیں کرتی۔ استاد خاموش رہا۔ جب اس مرد نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ شیخ کے ایسے حکم کی بنا عقل پر نہیں بلکہ عشق و محبت پر ہوا کرتی ہے جہاں عقل کی رسائی نہیں۔ اگر اس کی مزید وضاحت چاہتے ہو تو لو یہ رقم اور آج رات کسی کسبی عورت کے پاس گذارو اور صبح آ کر اس شعر کا مطلب پوچھو! استاد سے یہ حکم پا کر وہ بہت پریشان ہوا۔ سوچنے لگا کہ جو کام عمر بھر نہیں کیا۔ یہاں پہنچ کر کرنا پڑا ہے۔ کروں یا نہ کروں ؛ اسی سوچ میں تھا کہ استاد نے فرمایا اُٹھو! کیوں تعمیل نہیں کرتے۔ بالآخر وہ اُٹھا اور کہا کہ چلو آج یہ بھی کر لو اور دیکھو کہ عالمِ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ چلتے چلتے بازار حسن فروشاں میں پہنچا ایک نائکہ کو کچھ نقدی دی اور وہ اُسے اپنے مکان میں ایک عورت کے پاس چھوڑ کر چلی گئی۔

جب وہ صالح مرد عورت کی طرف متوجہ ہوا تو وہ کہنے لگی۔ اے نیک مرد! اپنی رقم لے اور یہاں سے کسی اور جگہ چلا جا۔ میں فاحشہ عورت نہیں ہوں۔ مجھے آج تک کسی غیر مرد نے ہاتھ نہیں لگایا۔ میں ستم رسیدہ گردش زمانہ کی شکار ہوں اور تقدیر الٰہی سے یہاں پھنس گئی ہوں۔ مرد نے کہا اے نیک خاتون! مجھ پر اتنا احسان کر کہ اپنا تمام حال سنا کیونکہ میں بھی گردشِ زمانہ سے اپنا شہر چھوڑ کر یہاں مقیم ہو گیا ہوں۔ جب اس عورت نے اپنا تمام حال بیان کیا اور نام پتہ بتلایا۔ تو وہ مرد بے تاب ہو کر بولا "اے نیک بیوی! میری طرف دیکھ کہ میں ہی تیرا شوہر ہوں۔ الحمد للہ کہ تو اس فتنہ کے دوران باعصمت رہی۔ جب دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا تو فوراً سجدہ شکر ادا کیا اور استاد کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی۔

ارشاد فرمایا "حق و باطل کی مخالفت کوئی نئی چیز نہیں ہے حیاتِ انسانی میں یہ دو قوتیں ہمیشہ سے برسرِ پیکار چلی آرہی ہیں اور حق پرستوں نے باطل کو ہمیشہ رسوا اور پامال کیا ہے کیونکہ حق دبنے والی قوت نہیں ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت سے ایک مرد جریح نامی کسی شہر سے باہر ایک حجرہ میں عبادت کیا کرتا تھا۔ لوگوں میں اسے عزت حاصل تھی۔ مگر کچھ لوگ اس کی نیک نامی پر حسد کرتے تھے۔ وہ کوشش میں تھے کہ کوئی ایسا موقع ہاتھ آئے کہ جریح کی نیک نامی بدنامی میں بدل جائے اور اسے ذلیل و رسوا

کیا جاوے۔ انہوں نے ایک فاحشہ عورت کو اس کے پاس بھیجا کہ اُسے راہِ راست سے بھٹکائے۔ مگر جریج نے اس عورت کی جانب نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا ناچار ایک دن اُس عورت نے جریج کے حجرہ کے قریب ایک چرواہے سے مباشرت کی۔ اور جب اُس سے لڑکا پیدا ہوا تو مشہور کر دیا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔ مفسدوں نے آ کر جریج کا حجرہ گرا دیا اور اسے مارنے پیٹنے لگے۔ جریج نے اس ستم ناروا کا سبب دریافت کیا۔ جواب دیا کہ تو نیکوکار بنتا ہے مگر غیر عورتوں سے رغبت رکھتا ہے۔ دیکھ یہ لڑکا تیری ایسی کرتوت کا ثبوت ہے۔ جریج نے اس شیرخوار بچے سے دریافت کیا کہ اے لڑکے تیرا والد کون ہے؟ لڑکا بولا میرا والد فلاں چرواہا ہے۔ اُن مفسدوں نے جب جریج کی یہ کرامت دیکھی تو سخت نادم ہوئے۔ اپنا قصور معاف کرایا۔ اور حجرہ بھی نیا بنا دیا۔" فرمایا "جب موسٰے علیہ السلام کی اُمت کے بزرگوں سے ایسی کرامات ظہور میں آ سکتی ہیں تو کیا سرورِ کائنات فخرِ موجودات امام المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے کرامتیں ظاہر نہیں ہو سکتیں؟ حضور کی امت سے تو وہ کرامتیں ظہور میں آئیں اور اس میں ایسے ایسے صاحبِ کمال عالمِ وجود میں آئے کہ حضرت موسٰے علیہ السلام نے آرزو کی کہ کاش میں نبوت کی بجائے حضور کا امتی ہونے کا فخر حاصل کر سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ بھی اس امت کی شان یوں بیان فرماتا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ

عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط

بلکہ سچ پوچھو تو اس اُمت میں سینکڑوں موسےٰ اور سینکڑوں عیسےٰ پیدا ہوئے
فرمایا کہ سلسلہ نبوت کے بعد اولیائے عظام کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ انبیائے کرام
سے معجزے ظاہر ہوئے اور اولیائے کرام سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ انبیاؑ کا
منکر کافر اور اولیاؑ اللہ کا منکر منافق ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بعض علمائے ظاہر کے
نزدیک عورت کا بیعت ہونا ممنوع ہے۔ مگر یہ خیال درست نہیں۔ اللہ تعالےٰ
اور اس کے رسولِ برحق کی فرمانبرداری کے جس قدر حقوق مرد پر ہیں ویسے ہی
عورت پر ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی راہ کسی پر بند نہیں فرمائی۔ قرآنِ مجید میں
سورہ مریم اس حقیقت پر گواہ ہے۔ عورت جب تک اپنے شوہر کی فرمانبردار نہ ہو۔
حقوق اللہ ادا نہیں ہو سکتے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں
نے دوزخ میں بہت سی عورتوں کو دیکھا۔ اُن میں اُن عورتوں کی تعداد زیادہ
تھی جو اپنے شوہروں کی نافرمانبرداری کے باعث عذاب میں مبتلا ہیں۔ غیبت
گناہ کبیرہ ہے۔ مگر مردوں سے زیادہ عورتیں اس گناہ میں مبتلا ہوتی ہیں۔ ایک کے
سامنے دوسری کا گلہ شکوہ۔ عورتوں کی بھری محفل میں خاوند کی برائی بیان کرنا
وغیرہ اِن کا عام دستور ہے عورت اگر اپنے شوہر کی اطاعت گذار اور دیانتدار
ہو جائے تو اس کا درجہ بلند ہے۔ پردہ عورت کے لیے ضروری ہے۔ جن مردوں
کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہو۔ عورت انہیں اپنا ہار سنگھار نہ دکھلائے۔ بلکہ خود

عورتیں آپس میں ناف سے زانو تک پردہ کریں۔

اے عزیزو! تمہیں جو حکم دیا جاوے اس کی پوری پوری تعمیل کیا کرو کیونکہ بعض حکم اگرچہ معمولی نوعیت کے ہوں اِن سے طالب کی آزمائش مقصود ہوتی ہے

ایک دن قبلہ وکعبہ حضرت سیّد قطب علی شاہ رحمت اللہ علیہ نے اپنے لانگری (لنگر خانہ کا منتظم) بابا مولا بخش کو ڈیوڑھی خانہ میں طلب فرمایا۔ آپ کے ایک ہاتھ میں ایک سی دو روٹیاں تھیں۔ اُن میں سے ایک روٹی دوسرے ہاتھ سے اٹھا کر بابا مولا بخش کو دی اور فرمایا کہ اسے فلاں آدمی کو دے دو۔ پھر دوسری روٹی بھی دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے فلاں آدمی کو دے دو۔ بابا مولا بخش نے بہت اچھا حضور" کہتے ہوئے روٹیاں لے لیں اور لنگر خانہ میں پہنچا۔ روٹیاں دیکھیں تو ایک سی تھیں۔ اُن میں کچھ فرق نہ تھا۔ چنانچہ اس نے قبلہ وکعبہ کے ارشاد کا چنداں خیال نہ کیا اور روٹیاں جیسے ہاتھ میں آئیں ویسے ہی اُن شخصوں کو دے دیں۔ ظہر کی نماز کے وقت جب قبلہ عالم باہر تشریف لائے تو بابا مولا بخش سے پوچھا کیوں میاں! کیا روٹیاں اُسی طرح اُن لوگوں کو دی تھیں۔ جیسے کہا گیا تھا؟ یہ سنتے ہی بابا مولا بخش پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ بالآخر دست بستہ عرض کی۔ قبلہ وکعبہ مجھ سے غلطی ہو گئی معاف فرماویں"۔ فرمایا۔ مرشد کامل کو اپنے جیسا خیال نہ کرو۔ طالب خواہ قریب ہو یا دور کامل کی نظر سے اوجھل نہیں رہ سکتا۔ جنہوں نے پیر و مرشد کو ہمیشہ حضوری میں جانا وہ غلطیوں سے دور ہو جاتے

ہیں۔ مردانِ کامل اخلاقِ الٰہی کا آئینہ اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہ کی تفسیر ہوتے ہیں۔ مخلوق کے ساتھ عفو و درگذر سے پیش آتے ہیں۔ الٰہی ہمیں اپنے اخلاق میں رنگ لے اور ہمارے اعمال پر عفو و درگذر سے کام لے اور رحم فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

۱۲

یہ دنیا دار الحکمت ہے اور عقبےٰ دار القدرت ہے۔ بہشت والے
جس چیز کی خواہش کریں گے بغیر محنت کے اسی وقت انہیں حاصل ہو گی۔
اہلِ بہشت کو اپنی خواہشات کی تسکین کے لئے محنت اور مشقت نہ اٹھانی
پڑے گی۔ کیونکہ بہشت دار القدرت میں ہے۔ دوزخی اپنی کوشش اور
گریہ زاری کے باوجود اس عذاب کو ٹال نہیں سکیں گے۔ کیونکہ دار القدرت میں
کسی کی کوشش مشکور نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس دار الحکمت میں تمہیں اپنی
خواہشات کی تسکین کے لیئے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ پیاسا اگر پانی پانی کا ورد
کرتا رہے۔ تو اُسے پانی میسر نہیں آسکتا۔ جب تک وہ خود پانی کے پاس پہنچ کر
اُسے حاصل نہ کرے۔ کیونکہ دار الحکمت کا تقاضا یہی ہے کہ یہاں اپنی خواہش کی
تسکین کے لیئے کچھ نہ کچھ کیا جاوے اگر انسان دنیا حاصل کرنے کی خواہش رکھتا
ہے۔ اور اس کے حصول کے لیئے جد وجہد کرتا ہے تو اُسے دنیا حاصل ہو گی اور

اگر آخرت کی بھلائی کا خواہشمند ہے اور اس کے حصول کے لیئے کوشش کرتا ہے۔ تو اُسے وہی ملے گی۔ اور جو مولا کے ہو گئے اُن کے لیئے وہی کافی ہے۔

وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَۃِ نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَسَنَجْزِی الشّٰاکِرِیْنَ ○ ؎

نیکی کا بدلہ نیک ہے بد سے بدی کی بات لے
یاں خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

اگر تم دنیا کی حرص دلوں میں بسا کر بہشت کی توقع رکھتے ہو اور اُن اعمال سے منہ موڑتے ہو جن کے بدلے بہشت کی بشارت تمہیں مل سکتی ہے۔ تو جان لو یہ راہ بہشت کو جانے والی نہیں ہے۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو

جَو بو کر یہ توقع رکھنا کہ گندم حاصل ہو گی جہالت اور نادانی ہے۔

اے عزیزو! اگر آخرت میں آرام اور چین کی تمنا ہے تو نیک عمل کرو۔ یہ دنیا تمہارے اعمال کی کھیتی ہے۔ یہاں جو کچھ بوؤ گے آخرت میں وہی کاٹو گے اپنے پیرو مرشد کی اطاعت پر کمر ہمت باندھ لو۔ اس کی اطاعت میں تمہاری بھلائی ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِتَّبِعُوْنِیْ یَا اُمَّتِیْ قَوْلاً فِعْلاً وَحَالاً حَتّٰی تَصِیْرُوْ مَحْبُوْبِیْنَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ ہادی کی اطاعت سے تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں شمار کیئے

جاؤ گے۔ نافرمانبرداری کی راہ میں سراسر نقصان اور خسارہ ہے۔ عقلمند خسارے سے بچنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اور اس حال کی طرف رجوع نہیں کیا کرتے جس سے خسارہ حاصل ہو۔ فرمانبرداری کی راہ نافرمانبرداری کی راہ سے الگ ہے۔ تسلیم کرنے والے اور تسلیم سے انکار کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ کافر اور مومن کا ایک مقام اور ایک مرتبہ نہیں۔ ابوجہل خانہ کعبہ میں پہنچ کر بتوں کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ اور جب حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ تو بتوں نے اوندھے منہ گر کر حضور کو سجدہ کیا۔ ایک دادا کی اولاد سے یہ دو انسان یہ دو بشر ایک بتوں کا ساجد دوسرا بتوں کا مسجود کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔ اندھا اور بینا غلام اور آقا کبھی بھی ایک شان اور ایک مرتبہ نہیں ہو سکتا۔

اے جاہل انسان! افسوس کہ تیری بینائی میں فتور آگیا ہے اور تو دیکھنے کے باوجود نہ دیکھ سکا۔ تجھ سے تو وہ پتھر کے ٹکڑے بہتر ہیں جنہوں نے جان لیا۔ پہچان لیا اور سجدے میں گر پڑے۔ اے اندھے انسان! تیری کور چشمی کی دوا تیرے ہادی کے پاس ہے۔ وہی تیرا طبیب ہے۔ وہ تیرے مرض۔ تیری طبیعت اور تیری تمام کیفیت سے آگاہ ہے۔ اس کے علاج سے تیری چشمِ باطن پُرنور ہو جائے گی۔ اور تجھ پر تیری حقیقت اور تیرے مرشد کا مقام منکشف ہو جائے گا۔ اور مَنْ عَرَفَہٗ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا راز کھل جائے گا۔ آ! اپنے ہادی کی اطاعت میں سرگرم عمل ہو جا۔ فرمانبرداروں نے ہمیشہ یہی ایک طریقہ اختیار

کیا ہے۔ یہ طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس سے انحراف کا نتیجہ خدا اور رسول سے مہجوری اور محجوبی ہے۔

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید　　　که هرگز بمنزل نه خواهد رسید

جس بیمار کو اس کی بیماری کی علت بتلائی جائے۔ اور وہ اُسے درست تسلیم نہ کرے۔ اس کے لیئے دوا تجویز کی جائے اور وہ استعمال سے گریز کرے ایسے مریض کو کیونکر شفا حاصل ہوگی؟ تجھ پر افسوس ہے کہ تو دنیا کی رنگ رلیوں میں مشغول ہے۔ پھر اللہ والوں کی مجلس میں آنے سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ جبکہ تو اخلاص سے خالی اور ذوقِ عمل سے عاری ہے۔ جان لے! کہ یہاں تیرا آنا تیری نجات کا سبب بھی بن سکتا ہے اور عذاب کا موجب بھی۔ کیونکہ اگر اخلاص سے آیا اور عمل سے گریز نہ کیا۔ تو تیرے لیئے بشارت ہے اور اگر بلا اخلاص چلا آیا اور تصدیق سے گریز کیا تو پھر عذابِ الٰہی میں گرفتاری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اے حاضرینِ مجلس! اور اے دنیا والو! وہ خالقِ حقیقی جس نے تمہیں محبت سے پیدا کیا ہے۔ اپنی رحمت سے تمہاری پرورش کرتا ہے اور اپنی ربوبیت کا حق ادا کر رہا ہے۔ جس نے اپنی رحمت کو تمہارے لیے لازم کر لیا ہے[1]۔ وہ ہر روز محبت سے تمہیں اپنی طرف پکارتا ہے۔ افسوس کہ تم سنتے ہی نہیں: اے راوی! والو

[1] كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ط

یہ تمہاری خوشِ قسمتی ہے۔ کہ وہ خود قاصدانہ لباس میں تمہارے درمیان آیا ہے اور نہایت محبت سے خود تمہیں اپنا پیغام سناتا ہے اور تم پر اپنی رحمت کے انوار و تجلیات برساتا ہے۔ پھر اگر کوئی نہ پہچانے اور اس کے کلام کی تصدیق نہ کرے تو اس سے بڑھ کر کیا بدنصیبی ہو سکتی ہے !!

اے حرص و ہوا میں ڈوبے ہوئے انسان! تو اس کلام کی کیا قدر و قیمت جان سکتا ہے۔ تو بے وفا کی محبت میں مبتلا ہے اور وفا کرنے والے کے ساتھ بے وفائی کرتا ہے۔ اس کلام کی قدر و قیمت اُن طالبانِ صادق سے پوچھ: جنہوں نے اس کی محبت میں اپنی ہستی کو فراموش کر دیا۔ اور اس کے سوا ہر چیز اُن کی نظر سے مرتفع ہو گئی۔ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ؁

قدرِ زر زرگر بداند قدرِ گوہر جوہری

اے طالبانِ صادق! طلبِ صادق کا یہ تقاضا ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے۔ شیخ کے اس احسان کو بھول نہ جاؤ کہ تمہیں اشارہ اور کنایہ سے نیک اعمال کی تلقین کی جاتی ہے۔ مگر یاد رکھو کہ جب واضح طور پر تمہیں کوئی حکم دیا جائے تو اس میں کبھی کوتاہی نہ کرو کیونکہ کوتاہی کا نتیجہ ایمان سے محرومی ہے۔ حضرتِ شیخ کا مجھے حکم ہے کہ میں ہر روز اسی طرح کلام کیا کروں ہر چوتھے دن نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیا کروں۔ اگر خدانخواستہ اس حکم کی تعمیل

سے گریز کروں تو مجھے ڈر ہے کہ مبادا میرا نام بھی نافرمانبرداروں کی فہرست میں شامل کر لیا جائے۔ پیرومرشد کو علم ہوتا ہے کہ مرید کی بھلائی کس بات میں ہے۔ اور مرید سے زیادہ مرید کی بھلائی کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ پیرومرشد کی خوشی میں خوش ہونا اور غمی میں غم کھانا طلبِ صادق اور ایمانِ کامل کی علامت ہے۔

قبلہ وکعبہ حضرتِ شیخ کے وعظ کے اختتام پر جملہ برادرانِ طریقت نے حضرت صاحب زادہ سیّد محمد نواز شاہ صاحب قبلہ (سجادہ نشین) کی صحت کے لیئے دعا کی التجا کی۔ حضور قبلہ وکعبہ نے ارشاد فرمایا "دعا مانگنا یا نہ مانگنا آپ لوگوں کا کام ہے چونکہ اس کا تعلّق میری ذات سے ہے۔ اِس لیئے میں نے یہ معاملہ اپنے مولا کی رضا پر چھوڑ دیا ہے اور خاموش ہو گیا ہوں۔ جب میں نے ایسا کیا تو میں نے دیکھا کہ حضرتِ شیخ قطب الاقطاب اُن کے فرزند حضرت سیّد محمد غوث صاحب اور حضرت سید فضل حسین شاہ صاحب اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق صاحب زادہ محمد نواز شاہ کی صحت و تندرستی کے لیئے بارگاہِ ربّ العزّت میں دست بہ دعا ہیں۔

الٰہی ہمیں اپنے احسانات کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں اہل اللہ کے ساتھ قائم کر اور دوزخ کی آگ سے بچا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ ط

۱۳

افسوس ہے کہ بعض لوگوں نے خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل کا ابھی تک ارادہ ہی نہیں کیا۔ انہیں نہ اپنی پیدائش کے مقصد سے آگہی ہے اور نہ نیکی اور بدی کی تمیز ہے۔ پھر حیرت یہ کہ نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع سمجھ رکھا ہے۔ انہوں نے حرص اور ہوا کے گھوڑوں کو منہیات کی راہوں پر ڈال رکھا ہے۔ اور اوامر سے دُور بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ پھر اس پر یہ گمان ہے کہ ہم نکوکاروں کی جماعت میں شامل ہیں۔ نیکوں کی مجلس میں شمولیت تو نیک عمل کرنے ہی سے ہو سکتی ہے محض دعوے بے معنی اور لاحاصل ہے۔

اے علم و فضل کا دعوے کرنے والو! افسوس کہ تمہارے علم نے تمہیں فائدہ نہ پہنچایا اور تم راہِ حق سے دور بھاگ نکلے۔ تم نے دلیل و برہان کو دستارِ فضیلت جانا مگر ذاتِ حق کو بلا دلیل نہ مانا۔ تم روایات میں کھو گئے اور قیل و قال کی آہنی زنجیروں سے نجات حاصل نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ تمہاری ظاہر بینی نے تمہارے

باطن پر لاتعداد پردے ڈال دیئے۔ تم نے ظاہری علوم سے دماغوں کو چراغاں کیا۔ مگر دل کی تاریکیوں کو نورِ عشق سے کبھی آشنا نہ کیا۔ تم نے عقل و دانش کے چراغ سے حیاتِ انسانی کے پوشیدہ راز پانے کی کوشش کی مگر عشق اور جنون کی وہ ایک نگاہ حاصل نہ کی جس کے سامنے حیات اور ممات کے سربستہ راز بے نقاب ہیں۔ تم نے رنگین بیانی میں کمال حاصل کر لیا۔ مگر تم اُس لذت سے ناآشنا رہے جو محبت والوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ افسوس کہ تم نے مقامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بحث اور تکرار کا موضوع بنا رکھا ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو تمہاری آنکھوں دیکھنے سے قاصر اور تمہارا شعور جاننے سے عاجز ہے۔ اگر تم اپنا مقام دیکھ لیتے۔ تو پھر مقامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی حسبِ توفیق تم پر منکشف ہو جاتا۔ افسوس کہ تم نے ظن اور گمان کو اپنا راہنما بنا لیا۔ اور کسی مردِ حق آگاہ کی صحبت سے کسبِ فیض نہ کیا۔ جان لو! اگر زندگی بھر تم فروعات کے چکر سے نہ نکل سکے، تو پھر حقِ عبودیت ادا کرنے اور عرفانِ الٰہی حاصل کرنے کے لیئے مزید فرصت کہاں سے لاؤ گے! آخر یہ استخوان پیشِ سگاں کا معاملہ کب تک[1]۔

اے مولائے علیؑ کی امامت و خلافت کا پھریرا اڑانے والو! اگر تم

---

[1] من ز قرآں مغز را برداشتم استخواں پیشِ سگاں انداختم
(مولانا روم)

بصمیمِ قلب اُن کی امامت کو تسلیم کر لیتے تو پھر اُن کی متابعت سے گریز نہ کرتے۔ اور جب متابعت میں پُورے اترتے تو اپنی اور دنیا و ما فیہا کی اصلیت تم پر منکشف ہو جاتی اور حقیقت کا بے نقاب چہرہ تم دل کی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ افسوس کہ تم نے اپنی نسبت اُن سے منقطع کر لی۔ اور اب محض دعوے ہی دعوے باقی رہ گیا۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں"۔ اے مقامِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر جھگڑنے والو! افسوس کہ جب تم نے اُس پاک و مطہرہ شہر کے پاکیزہ دروازہ کے قریب پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کی پھر تم علم کے اس مدینۂ طیبہ سے متعلق کیا خبر دے سکتے ہو۔

کاش تمہارا رخ اس بے مثل اور پاکیزہ شہر کی طرف ہوتا۔ اور تم اس کی شاہراہ پر رہزنوں سے بچتے بچاتے بڑھتے چلے جاتے یہاں تک کہ تم فیوض و برکات والے باب العلم تک پہنچ جاتے اور پھر وہاں سے اگر تم اس نادرِ روزگار شہر کو ایک نظر دیکھ لیتے۔ تو پھر تم اُس سے متعلق جو کچھ بھی کہتے حق ہی حق ہوتا

حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم جس کا اقتدا کرو گے راہِ راست پاؤ گے"۔ راہِ راست

وہ ہے جو ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے قدموں میں لے جائے۔

اے عزیزو! آسمانِ نبوّت پر ستارے آج بھی موجود ہیں مگر افسوس کہ پہچاننے والے اور پہچان کر اقتدا کرنے والے کم ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے کسی زمانے میں بھی مخلوق پر اپنی راہ بند نہیں فرمائی۔ اولیائے کرام کو اللہ تعالےٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ آج بھی حضور خاتم المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پاکیزہ صحبت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اور تمام عالم کو فیض پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کی برکت سے مخلوق کی بداعمالیوں سے درگذر اور اُن کے وسیلہ سے دنیا پر رحمتِ عام فرماتا ہے۔ اہل اللہ نے آخرت کے بدلے میں دنیا کو بیچ ڈالا اور مولا کی خاطر آخرت سے بھی کنارہ کش ہو گئے۔ یہ جب چاہتے ہیں مخلوق کو اپنے سے دُور کر دیتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں مخلوق کو قریب لے آتے ہیں۔ مگر اللہ کی رسّی کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ یہ گمنامی میں بھی ہیں اور شہرتِ دوام میں بھی۔ کہیں مخلوق اِن سے نفور اور کہیں یہ مخلوق میں مقبول و منظور ہیں۔ یہ مخلوق کے احوال سے آگاہ ہوتے ہیں مگر مخلوق ان کے اسرار کے ادراک سے محروم ہوتی ہے۔ انہوں نے طلب دنیا کو چھوڑا تو طالبِ دنیا سے بھی کنارہ کر لیا۔

اے عزیزو! دینِ حق سے دُور نہ بھاگو۔ دینِ حق ہمیشہ ایک ہی رہا ہے اور ایک ہی رہے گا۔

حریم قدس سے انبیا علیہم السّلام کو خطاب ہوا: "اے گروہ مرسلین![1]

---

[1] سورۃ المومنون آیت ۵۱

یہ تمہاری اُمت دراصل ایک ہی اُمت ہے۔ میں ہی تمہارا رب ہوں پس تقویٰ اختیار کرو۔ لیکن لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کٹ گئے اور الگ الگ دین بنا بیٹھے۔ اب جس کے پلے جو کچھ پڑ گیا اسی میں مگن ہو گیا ہے۔"

یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ؕ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝

اے علم والو! آؤ ہم سوچیں اور سمجھیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم المرسلین (صلعم) تک دینِ حق ایک ہی ہے۔ جو پہلی امتوں کا دین وہی یہود کا دین۔ جو یہود کا دین وہی نصاریٰ کا دین۔ جو نصاریٰ اور سابقہ امتوں کا دین وہی اہلِ اسلام کا دین۔ حالانکہ سابقہ اُمتوں کے صحیفے اور کتابیں الگ الگ۔ پیغمبر الگ الگ۔ شریعت اور رسوم عبادت الگ الگ۔ پھر جن کا اللہ بھی ایک رسول بھی ایک کعبہ بھی ایک۔ شریعت بھی ایک کتاب بھی ایک دین بھی ایک اور ایمان بھی ایک۔ اُن میں آج اختلافات کیوں ہیں؟ فرقہ بندیاں کیوں ہیں؟ بحث اور تکرار کیوں ہے؟

پھر حریم کبریا سے ارشاد ہوا وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍ ۙ وَّهُمْ یَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ

یہود کہتے ہیں عیسائیوں کا دین کچھ نہیں ہے اور عیسائی کہتے ہیں یہود کے پاس کیا رکھا ہے، حالانکہ اللہ کی کتاب دونوں پڑھتے ہیں" وہ کونسی ایک کتاب ہے جو یہود اور نصاریٰ دونوں پڑھتے ہیں؟ اللہ تعالےٰ نے وحدتِ دین کے لحاظ سے توریت اور انجیل کو ایک ہی کتاب شمار فرمایا ہے۔ کیوں کہ اصلِ دین سے متعلق جو احکام توریت میں موجود ہیں وہی انجیل میں موجود ہیں اور اگر یہود و نصاریٰ اِن احکام پر عمل پیرا ہو جاتے تو پھر مباحثوں اور مناظروں سے الگ رہتے اور دیکھ لیتے کہ درحقیقت دینِ یہود اور دینِ نصاریٰ میں اصلِ دین کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے اور جب اُن پر یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر ایک دوسرے کی تکذیب کرنے کی بجائے تصدیق کرتے اور اختلافات کا تیز و تند طوفان عالمِ وجود میں نہ آتا۔

اے علم والو! اگر مختلف کتابوں اور مختلف شریعتوں کے باوجود اصلِ دین ایک ہے اور اختلافات باطل محض ہیں۔ تو پھر ایک شریعت اور ایک کتاب والے باہم گردستِ بگریباں کیوں ہیں؟

اس کی وہی ایک وجہ ہے کہ عمل سے گریز اور دینِ حق کی اصل سے انقطاع فَتَقَطَّعُوٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝

اے علم والو! علم کو لوحِ دل پر نقش کر لو تاکہ علم کے نُور سے لوحِ دل منور ہو جائے۔ افسوس کہ تم نے علم کے نقش و نگار سے دماغوں کو مزیّن کر لیا۔

اور لوحِ دل جو اس کا اصل مقام تھا خالی رہ گیا اور تم اس سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے خسارہ میں جا پڑے اور تمہارا وہ حال ہو گیا جیسے گدھے کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہوں اور وہ اُن سے فیض یاب ہونے سے معذور رہو
مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ ے

علم را بر دل زنی یارے بُوَد علم را بر تن زنی مارے بود

اے مسلمانو! آؤ ہم قطع کردہ علائق اس مالکِ حقیقی سے پھر جوڑ لیں اپنے الگ الگ بنائے ہوئے حصاروں کو توڑ کر دینِ حق کی طرف رجوع کریں اللہ تعالےٰ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لیں۔ اور جان لیں کہ دینِ حق کا منشا عمل ہے قیل و قال نہیں۔ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

ہاں جس کسی نے اپنا سر اللہ تعالےٰ کے آگے جھکا دیا اور نیک عمل کیا بے شک وہ اس کا اجر اپنے رب سے پائے گا۔ اور اس کے لئے کوئی خوف اور حزن و ملال نہیں۔

دینِ حق کی اصل سے الگ ہو جانا ضلالت اور گمراہی ہے۔ اہل اللہ نے اپنا معاملہ اُسی کے سپرد کر دیا اور اُسی کے ہو گئے ہیں۔ وہ دنیا کے دریا کو عبور کرنے کے لئے ایسی کشتی پر سوار ہیں جسے دریا کی تیزی اور طغیانی متزلزل

نہیں کر سکتی۔ مخالف ہواؤں کا اُن پر کچھ اثر نہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اِن کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ اور امن و سکون پا لیا ہے۔

اے عزیزو! حضرت نوح علیہ السّلام کے بیٹے کے انجام کو نہ بھولو اور سرکشی اختیار نہ کرو۔ حضرت نوح علیہ السّلام کو بارگاہِ الوہیت سے ارشاد ہوتا ہے کہ "تیرا یہ بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں" کیونکہ اس نے نافرمانی کی راہ اختیار کر لی تھی۔ یہ انکار اور سرکشی کا نتیجہ ہے کہ ابوجہل حضور سرورِ کائنات (صلعم) کا حقیقی چچا ہونے کے باوجود دوزخ سے نہیں بچ سکا۔ جان لو! کہ دنیا کا یہ بلاخیز دریا کامل راہنما کے بغیر خیر و عافیت سے عبور کر لینا ممکن نہیں ہے۔

اے عزیزو! اگر بہشت چاہتے ہو تو جس ہاتھ میں بہشت ہے اُس سے موافقت اختیار کر لو۔ جنہوں نے مولا کی طلب کے سوا سب کچھ دل سے نکال دیا۔ یہاں تک کہ بہشت کی خواہش بھی اُسی کے لئے چھوڑ دی انہوں نے سب کچھ پا لیا۔ مگر ایسے طالبانِ حق کمیاب ہیں۔

اے عزیزو! جس طرح والدین کو اپنی اولاد کا دکھ اور رنج، خواہ وہ نافرمانبردار ہوں، گوارہ نہیں ہوتا اسی طرح شیخ کامل بھی اپنے مریدوں کا دکھ اور درد، خواہ وہ نافرمانبردار ہوں، گوارہ نہیں فرماتے۔ والدین کا رشتہ دنیوی ہے۔ حشر کے دن تمام دنیاوی رشتے اور قرابت داریاں ختم ہو جائینگی کوئی عزیز کسی کے کام نہ آسکے گا۔ مگر صرف شیخ کامل جو وقت کا امام ہو جیسا کہ

ارشاد باری ہے " يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

جس دن ہم لوگوں کو اُن کے پیشواؤں کے ساتھ اپنے حضور بلائینگے پھر جو کوئی اپنا نوشتہ (اعمالنامہ) اپنے دہنے ہاتھ میں پائے گا اور وہ اسے پڑھ لے گا اور کسی پر بھی رائی برابر زیادتی نہ ہوگی اور جو اس جہان میں اندھا رہا۔ (اور امام وقت کو نہ پہچان سکا۔) وہ اُس جہان میں بھی اندھا رہے گا اور راہ سے بہت بھٹکا ہوا ہو گا۔" اسی لیئے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ وَمَنْ لَّمْ يُدْرِكْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّه ۝

جس نے اپنے وقت کے امام یعنی شیخ کامل کو نہ پہچانا وہ جہالت کی موت مر گیا۔

اے عزیزو! اپنے وقت کے امام کو پہچان لو اور اگر تم اپنے شیخ کو دل کی آنکھوں سے دیکھ لو گے تو حقیقت بے نقاب ہو کر تمہارے سامنے آجائیگی اُن لوگوں کی راہ اختیار نہ کرو جن سے متعلق اللہ تعالےٰ اپنے محبوب سے ارشاد فرماتا ہے کہ "اے میرے حبیب! تو سمجھتا ہے کہ شاید یہ لوگ تجھے دیکھ رہے ہیں مگر یہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔ تو سمجھتا ہے کہ یہ تیرا کلام سُن رہے ہیں مگر یہ نہیں سُن رہے ہیں۔" کیونکہ انہیں وہ نُورِ بصیرت میسّر ہی نہیں جس سے تجھے دیکھ سکیں۔

اور نہ ہی وہ سمع حاصل ہے کہ تیرا کلام سن سکیں"۔

اے حاضرینِ مجلس! یاد رکھو!! جس نے پیر و مرشد کے کلام کی تصدیق نہ کی اور عمل سے گریز کیا اس کا صلہ ہمیشہ کی محجوبی اور مہجوری ہے افسوس کہ تمہارے سینوں میں دل نہیں پتھر کے ٹکڑے ہیں تمہیں راہ راست پر لانے کے لئے پیہم کوششیں کی گئیں۔ مگر دل تمہارے نہ پسیجے۔ میں نے ہر مجلس میں تمہیں اُن معصوم بچوں کی طرح کر دیا۔ جو گناہوں سے پاک ہوتے ہیں مگر ہر دوسری مجلس میں تمہاری ویسی ہی حالت دیکھنے میں آئی جو پہلے تھی۔ افسوس کہ آج زمانے میں پیر و مرشد کے کلام کو اگر صحیح نہ مانیں تو مرید ہی نہ مانیں اور عمل نہ کریں تو مرید ہی نہ کریں۔ پھر ایسی حالت میں ایسے لوگوں کے لئے ناکامی اور محرومی کے سوا کیا ہے؛ جنہوں نے ذاتِ شیخ کو پہچان لیا وہ غیر کی محبت سے الگ ہو گئے اور پیر کے سوا کسی چیز کی انہیں رغبت نہ رہی۔

اے عزیزو! احکامِ شریعت کی پابندی اختیار کرلو حضور سیّد المرسلین امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ "شریعت میرے اقوال ہیں طریقت میرے افعال ہیں۔ حقیقت میرے احوال ہیں اور معرفت میرا راز ہے جنہوں نے شریعت کو تسلیم کرلیا اور جان و دل سے اس پر عمل کیا حقیقت اور اور معرفت کی راہیں اُن پر کھُل جاتی ہیں۔ یاد رکھو! کہ جھوٹ۔ غیبت۔ بہتان غصّہ۔ کینہ۔ حسد۔ بغض اور ریا اعمالِ صالح کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔ اے

طالبانِ صادق! جس طرح کمہار خام برتنوں کو پختہ کرنے کے لیے آگ میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح شیخ کامل طالبوں کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے انہیں مجاہدۂ نفس میں ڈال دیتے ہیں۔ اور انہیں زندگی کی تلخ حقیقتوں سے آشنا کر دیتے ہیں۔ پھر جنہوں نے صبر اور استقلال سے کام لیا ان کے لیے نیک اجر ہے یقین اور ایمان میں بہت بڑی طاقت ہے۔ ایک دفعہ پیر محل میں حضرت شیخ کی خدمت میں ہم حاضر تھے۔ ایک مکان کا ایک بہت وزنی شہتیر، کچھ درویش مل کر چھت پر رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر شہتیر کا اٹھانا بہت مشکل ہو رہا تھا اتنے میں مجلس سے ایک درویش حاجی ماچھی اٹھا اور تن تنہا شہتیر اٹھا کر چھت پر رکھ دیا۔ حضرت شیخ نے حاضرین مجلس سے فرمایا یوں نہ سمجھو کہ یہ کام اس کی جسمانی قوت نے کیا ہے بلکہ یہ اس کی قوتِ ایمان کا کام ہے کہ جو شہتیر اتنے آدمیوں سے نہ اُٹھ سکا اس نے تنہا آسانی سے اٹھا کر چھت پر رکھ دیا ہے۔ درحقیقت اس کا ایمان دوسرے دس درویشوں کے ایمان کے برابر ہے۔

افسوس آج ایسا ایمان و یقین نظر نہیں آتا جو بزرگانِ سلف کے حصے میں آیا ہے۔ آج رات حضرت شیخ نے مجھے فرمایا۔ کہ تمہارے مقرب درویش تمہاری تعلیم اور اعتقاد و عمل سے دور ہو رہے ہیں۔ اے عزیزو! اگر تمہیں دوست کی بارگاہ میں قرب نصیب ہو گیا ہے۔ تو اس بارگاہ جلیل کے آداب سے لاعلمی یا کوتاہی کا نتیجہ پشیمانی اور ندامت ہے۔ شیخ کی تعلیم سے فرار اللہ تعالےٰ کی

سخت گرفت کا موجب ہے۔

الٰہی ہمیں اپنی رضامندی کی چیز عنایت فرما۔ اقوال افعال اور احوال معرفت کر عطا۔ اور ہماری خطاؤں پر مؤاخذہ نہ فرما۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

---

(۱۴)

دنیا کیا ہے؟

اللہ تعالےٰ کی یاد اور اس کے ذکر وفکر سے غافل ہونا۔ اوامر سے گریز کرنا اور منہیات پر راغب ہونا۔ بہتر چیز کو چھوڑ کر کمتر کی طرف رجوع کرنا۔ حقیقی اور دائمی راحت وسکون سے منہ موڑنا اور عارضی لذت وراحت پر مرمٹنا۔ بے وفا پر جان نثار کرنا اور اہلِ وفا سے بیزار ہونا۔ دنیا نفس کا مقام ہے اور ظالم ہے۔ ظالم سے محبّت کی رسم وراہ ظالم ہی استوار کرتا ہے اور بیوفا کے ساتھ بے وفا ہی محبت اختیار کرتا ہے۔ ظالم نہ ہو۔ دنیا نے آج تک کسی سے وفا نہیں کی۔ مکاری۔ حیلہ سازی۔ دغا۔ فریب اور ریاکاری اس کا شیوہ ہے۔ اولاد اور مال واملاک کا ہونا دنیا نہیں۔ بلکہ اولاد اور مال واملاک کی محبت کا اللہ تعالےٰ کی محبت کی راہ میں حائل ہوجانا دنیا ہے۔ اسی لیے ارشادِ الٰہی ہوا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

اے ایمان والو! تمہیں کہیں تمہارا مال املاک اور تمہاری اولاد میرے ذکر سے غافل نہ کرے۔

اے انسان! اے اولاد آدم!! اللہ تعالےٰ نے تمہیں فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ پیدا فرمایا۔ تمہیں بے حد انعامات سے نوازا اور لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ کا لباس عنایت فرما کر بہشت تمہارا مسکن بنایا۔ اور تمہیں اس کا وارث بنایا پھر تمہیں دنیا کی اس امتحان گاہ میں ایک معینہ مدّت کے لیئے بھیج دیا تاکہ تم اس کے احکام کی تعمیل کر کے کامیابی اور کامرانی کی سند لے کر اپنے موروثی مسکن میں پہنچ جاؤ جہاں ہمیشہ کے لیئے چین اور آرام ہے۔ پھر جنہوں نے اس کے احکام کی تعمیل سے روگردانی اختیار کی اور اس امتحان گاہ کی نمائشی دلفریبیوں کے جال میں پھنس کر اسی کو اپنا مسکن اور اسی کو مقصدِ حیات جانا اُن کے لیئے دردناک عذاب اور ہمیشہ کی محرومی ہے۔

اے عزیزو! اپنی محترمہ والدہ حضرت حوّا اور اپنے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کا قصّہ نہ بھولو! اُن کا مسکن جنّت تھا جب انہوں نے ابلیس کے فریب میں آکر شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔ اُن کی پرہیزگاری کا نورانی لباس اتار لیا گیا۔ جب برہنہ ہو گئے تو جنّت کے پتّوں سے اپنی اپنی شرمگاہیں ڈھانپنے

لگے۔ پھر انہیں بارگاہِ عظمت وجلال سے خطاب ہوا" وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

کیا میں نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا، اور کیا تمہیں نہیں کہا تھا کہ شیطان صریحاً تمہارا دشمن ہے"؛

جب یہ عتاب سنا تو خوفِ الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کرنے لگے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ اے ہمارے پروردگار! ہم نے جو کچھ کیا اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور اپنے رحم وکرم کو ہم سے دور رکھا تو ہم ان لوگوں میں ہو جائیں گے جو نقصان اٹھانے والے ہیں"۔

پھر جب اُن کی توبہ قبول ہو گئی تو انہیں حکم ہوا "قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اب تم یہاں سے نکل چلو۔ پھر جب ہماری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو کوئی اس پر عمل کرے گا۔ اُس کے لیے کوئی حزن وملال نہ ہو گا۔ اور جو کوئی انکار کرے گا اور ہماری نشانیاں جھٹلائے گا۔ وہ دوزخیوں میں سے ہو گا

ہمیشہ کے عذاب میں رہنے والا۔

اے اپنے وطن کو بھول جانے والے مسافرو! ذرا یاد تو کرو: تم کہاں سے آئے!! کہاں آئے!!! اور کہاں جانا ہے!!! افسوس کہ تم برگزیدہ باپ کی میراث سے بے خبر، اس کے اہل سے الگ اور اس کے علم و عمل سے دُور جا پڑے۔

اے عزیزو! آفتابِ ہدایت طلوع ہو چکا ہے ہر طرف اور ہر جا اُس کی نُورانی کرنیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اندھیرا رخصت ہو چکا ہے۔ دشت و جبل۔ قریہ قریہ اور بستی بستی اس کے نور سے جگمگا اُٹھی ہے۔ پتّا پتّا اُس نُورِ حقیقی کی خبر دے رہا ہے۔ ذرّہ ذرّہ اُسی کے ظہور کا اعلان کر رہا ہے۔ پہاڑ اس کے عزم و استقلال کی گواہی دے رہے ہیں۔ پرندوں کی زبان پر اُسی کی حمد و ثنا ہے اور ڈالی ڈالی اُسی کے وجد و کیف و مستی میں جھوم رہی ہے۔ "جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے سب اسی قوی حکمت والے کی تسبیح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ پھر جن کی بصارت نے اُن کا ساتھ نہ دیا۔ اور سورج کو نُورانی کرنوں سے آنکھیں بند کر لیں۔ اُن کی قسمت میں ہمیشہ کی محرومی ہے۔

اللہ تعالٰی کے نیک بندے اس کے احسانات کا ہمیشہ شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ تم شکمِ مادر میں تھے اس نے وہاں تمہاری پرورش کا

تمام سامان پہلے سے موجود کر دیا۔ پھر والدین کے دلوں میں تمہارے لیئے محبت اور شفقت پیدا کر دی تاکہ تمہاری پرورش کا کام حسن و خوبی سے انجام پاتا رہے۔ اور جب تم عہد طفولیت سے گذر کر جوانی کے عالم میں پہنچے تو تم نے ایسے شفیق اور ایسے مہربان کے احسانات کو بھلا دیا اور تم اس کی عنایتوں کو اپنی ہمت اور تدبیر کا نتیجہ سمجھنے لگے!

اے غافلو! اے احسان فراموش انسانو!! افسوس کہ تم نے خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو اپنا محسن سمجھ لیا۔ تم مخلوق کے شکر گذار ہو مگر محسنِ حقیقی کے لاانتہا انعامات اور احسانات کی شکر گزاری سے منہ موڑتے ہو۔ حالانکہ تمہارا نفع اور تمہارا ضرر مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

اہلُ اللہ کی نظر ہمیشہ فاعلِ حقیقی پر ہوتی ہے۔ تمام مخلوق اس کی مشیت کے تابع ہے۔

اے عزیزو! حضرت شیخ کے حکم کو بجا لانا اور اس کی متابعت کرنا راہِ مستقیم ہے۔ طالبانِ صادق چون وچرا نہیں کیا کرتے۔ حضرت شیخ سے مجھے حکم ہوا کہ فتح پور میں سائیں شیر محمد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جاؤں حسب الارشاد میں اُن کے پاس پہنچا۔ فرمانے لگے "عبداللہ شاہ! جو حکم حضرتِ شیخ سے ملے اسی پر عمل کیئے جاؤ"۔ تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر پیرو مرشد کوئی ایسی بات کہیں جو خلافِ عقل و قیاس ہو تو مرید ہرگز نہ

جھٹلائے بلکہ دل وجان سے اس کی تصدیق کرے۔ مردانِ حق کے ایسے ارشادات کسی راز کی بنا پر ہوتے ہیں۔

کل صبح ایک شخص نے محمد نواز شاہ کے لیئے ایک جوتا لاکر دیا۔ محمد نواز شاہ کے منٹگمری چلے جانے کے بعد مجھے خیال آیا کہ اُس کو دام نہیں دیئے۔ میں نے اُسی وقت جیب سے ایک روپیہ ساڑھے سات آنے نکال کر ایک مقرب درویش کو دیئے۔ اور کہا کہ ڈیڑھ روپیہ میں دو پیسے کم ہیں مگر تم ڈیڑھ روپیہ ہی سمجھ لو اور یہ رقم اس شخص کو دے دو۔ درویش مذکور نے رقم جاکر دے دی اور کہا کہ ڈیڑھ روپیہ میں دو پیسے کم ہیں۔ جب اس نے رقم گنی تو ڈیڑھ روپیہ سے دو پیسے زائد ہوگئے جو اس نے پیش کر دیئے اور کہا قبلہ! یہ دو پیسے ڈیڑھ روپیہ سے زاید برآمد ہوئے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی کس قدر کرم نوازی ہے، کہ اس نے مجھے جھوٹا نہیں کیا جب کہ ہمارے بعض مقرب درویش ہمیں جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اے طالبِ صادق! تیرا سینہ گنجینۂ راز ہے۔ تمام علوم تیرے سینے میں موجود ہیں کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ تیرا دل چراغ ہے اسے ہوا و ہوس کے گرد وغبار سے صاف کرلے اور ایمان ویقین کے تیل سے بھر کر اخلاص کی بتی اس میں ڈال لے اور شیخ کی خدمت میں پیش کر دے۔ وہ اسے اپنے روشن چراغ سے روشن کر دے گا۔ کیونکہ شیخ کامل کے سپرد یہی کام ہے۔ اے عزیزو!

نافرمانیوں سے بچو۔ اور پیرومرشد کے حضور میں مؤدب رہو۔ مخلوق کے احوال سے وہ بے خبر نہیں ہوتے۔ وہ صاحبِ ہمت ہیں مگر درگذران کا شیوہ ہے وہ سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے باوجود خاموش رہتے ہیں کیونکہ انہیں یہی حکم ہے۔ حکایت ہے کہ ایک فقیر نے جسے نیا نیا عرفان حاصل ہوا تھا ایک دن کسی مسجد میں ایک مرد اور ایک عورت کو قابلِ اعتراض حالت میں دیکھا غیرت سے مسجد کو اشارہ کیا کہ کیوں انہیں غارت نہیں کرتی؟ اسی وقت مسجد گری اور وہ دونوں ہلاک ہو گئے۔ حسنِ اتفاق سے درویش کے راہنما کا ادھر سے گذر ہوا۔ یہ معاملہ دیکھا تو بہت افسوس کیا اور درویش سے کیفیتِ حال دریافت فرمائی درویش نے کہا "قبلہ! میں خانۂ خدا میں ایسے فعلِ بد کو برداشت نہیں کر سکا۔"

فرمایا "کیا تمہیں خانہ خدا صاحبِ خانہ سے زیادہ عزیز ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ علیم ہے۔ بصیر ہے۔ خبیر ہے۔ قدیر ہے اور ان صفات کے باوجود ستّار اور غفّار بھی ہے؟ اگر وہ اپنی صفتِ ستّار العیوبی اور شانِ غفار الذنوبی کے صدقے میں ہماری پردہ پوشی فرمائے تو ستم ہے کہ ہم اس کی مخلوق کی پردہ دری کریں اور ان پر عتاب کریں۔" فرمایا طالب صادق جب تک صفاتِ الٰہی سے متصف نہ ہو خام ہے۔ صادقین کا اخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ کے مطابق ہونا چاہیئے۔

اے عزیزو! جب تک تم اپنے ارادے کو مقدم جانو گے دولتِ ایمان اور یقین ہاتھ نہ آئے گی۔ طالبانِ صادق اپنے ارادے اور خواہش سے دست بردار ہو کر اپنے مولا کی رضا کے آگے ہمیشہ جھکے رہتے ہیں اگر منزلِ مقصود پر بخیر و خوبی پہنچنے کی تمنا ہے تو خدمتِ شیخ کو بدل و جان اختیار کر لو۔ تاکہ تمہیں ادب نصیب ہو۔ شیخ کے سامنے اس طرح ہو جاؤ جیسے غسال کے آگے مردہ ہوتا ہے۔ اس کی متابعت کو اپنا کردار اور اس کی محبت کو اپنی غذا بنا لو۔ اُسے خدا اور رسول سے الگ نہ جانو اور اس کے سامنے اخلاق اور ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ مردانِ حق کی صحبت اختیار کرو۔ اُن کے علم اور کلام سے فائدہ حاصل کرو۔ مگر اپنے شیخ کے سوا کسی سے رشد و ہدایت طلب نہ کرو۔ کیونکہ یہ ناپختہ کاری کی دلیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبُ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ۔

---

(۱۵)

حمد و ستائش اسی ذات وحدہٗ لاشریک کے لیے ہے جس نے عدم کو وجود بخشا اور وجود کو عدم کی راہ پر ڈال دیا۔ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ عَلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ؕ تم جس چیز کی تعریف کرو گے اللہ ہی کی تعریف ہو گی۔ مصنوع کی تعریف درحقیقت صانع ہی کی تعریف ہوتی ہے۔ مگر اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ جتنا دیدہ اتنا عقیدہ۔

اے عزیزو! دنیا میں اس شخص سے زیادہ خوش قسمت کوئی نہیں جسے ایمان و یقین کی دولت نصیب ہو۔ دنیا کی دولت خرچ کرو گے کم ہو گی۔ مگر اس دولت سے تم جس قدر زیادہ کام لو گے بڑھے گی۔ دولت دنیا کے پیچھے بھاگو گے یہ تم سے دور بھاگے گی۔ اور ایمان بھی ساتھ لے جائے گی۔ دولت ایمان حاصل کرو گے۔ دنیا تمہارے قدموں میں آگرے گی۔ کیونکہ ایمان کی دولت بادشاہ ہے اور دنیا کی دولت اس کی لونڈی ہے ایک شخص کو دولت سے پیار تھا

مرض الموت میں اپنی دولت کو سامنے رکھا۔ جیبیں بھریں اور اسی حالت میں بغیر توبہ کے چل بسا۔ اللہ اور اس کے رسول برحق سے غافل رہ گیا۔ دنیا کی دولت آنی جانی ہے مگر ایمان اور یقین کی دولت تم سے ہمیشہ وفا کرے گی اور راحت پہنچائے گی۔

من کی دولت ہاتھ آجائے تو پھر جاتی نہیں

تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن (اقبالؒ)

من کی دولت اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے۔ یہ دل کی بیداری ہے اور وہ دل کی کدورت اور غفلت ہے۔ اے عزیزو! اُن لوگوں کی راہ اختیار نہ کرو جو قدر ناشناس ہیں۔ قدر ناشناس وہ لوگ ہیں جب انہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ گریز کرتے ہیں۔ قدر شناس وہ لوگ ہیں جن کے پاس جب اللہ تعالےٰ کا کوئی قاصد ایمان کی دعوت لے کر پہنچتا ہے تو وہ سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔ اس کے حکم کی تعمیل میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اُن کے دل کی آنکھوں میں نورِ بصیرت پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ اُسے پہچان کر مؤدّب ہو جاتے ہیں۔

اے حاضرینِ مجلس! ذرا اس مبارک زمانہ کی طرف پلٹ کر دیکھو جب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی سے مخلوق کو خالق کی طرف بلایا، تو قدر ناشناسوں نے انکار اور سرکشی کی تمام سابقہ روائتیں دہرانی شروع کر دیں۔ مگر اللہ تعالےٰ جنہیں نورِ بصیرت عطا فرما دے تو اُن کی روایات بھی کتنی پیاری ہو جاتی ہیں۔ جب سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ رسالت کا

حکم ہوا تو سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضور کے دستِ مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئیں۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر مبارک اس وقت سات سال کی تھی اور آپ کا بہت سا وقت حضور ہی کی خدمتِ مبارک میں گذرتا تھا۔ حضور نے انہیں مقصدِ رسالت اور حکمِ الٰہی سے مطلع فرمایا اور قبول اسلام کی دعوت دی۔ عرض کیا "جناب والد سے اجازت لے لوں"۔ چنانچہ وہ اجازت حاصل کرنے کی غرض سے ابھی ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مکان سے باہر نکلے ہی تھے۔ کہ خیال آیا یہ دولتِ ایمان حاصل کرنے کا معاملہ ہے۔ دیر کرنا مناسب نہیں یہ خیال آتے ہی واپس لوٹے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ اے دیر کرنے والو! کیا اللہ تعالےٰ سے تمہارا عہد و پیمان ہوچکا ہے کہ وہ موت کا فرشتہ تمہارے پاس اس وقت بھیجے گا جب تم طلب کروگے، یا کیا کوئی سند ہاتھ آگئی ہے۔ کہ تم بغیر باز پرس کے بخشے جاؤگے؟ افسوس تمہاری جوانیاں بیت گئیں بڑھاپا آگیا اور تم یہی خیال کر رہے ہو کہ ابھی اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے لیئے بہت وقت پڑا ہے۔ اے نوجوانو! اللہ تعالےٰ نے ہر شخص کی موت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اور اس وقت سے کوئی بھی آگاہ نہیں۔ ہر نومولود اپنے پیش رو کا قائمقام ہے۔ کائناتِ ہستی کا یہ نظام دنیا کی چہل پہل کا موجب ہے۔

اے عزیزو! ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے سامنے ہزاروں انسان پیدا

ہوئے اور سن شعور تک پہنچنے سے پہلے چل بسے۔ اس لیئے جو فرصت تمہیں آج میسر ہے اُسے غنیمت جانو اور کل پر نہ ٹالو کل کی امید میں آج غفلت سے کام لینا محرومی اور ناکامی کو دعوت دینا ہے۔ کل کا اعتبار کیا۔ غور کرو کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سات سال کی عمر میں چند لمحوں کے توقف کو بھی مناسب نہ جانا۔ طالبانِ صادق دعوتِ حق قبول کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیا کرتے۔ چنانچہ روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اہلِ قریش کی ہٹ دھرمی اور جہالت سے واقف تھے اور سوچتے تھے کہ انہیں کس طرح دعوتِ اسلام دی جائے۔ بالآخر خیال آیا کہ ابو بکر ہم سے دوستی رکھتے ہیں۔ دانا اور قابلِ اعتماد ہیں کیوں نہ اُن سے مشورہ کر لیا جائے ادھر ابُو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سوچ بچار میں تھے۔ کہ ہمارے اجداد نے مدّتوں سے بُت پرستی اختیار کر رکھی ہے۔ لیکن یہ پتھّر کی مورتیں جو اپنی ناک سے مکھی ہٹانے کی قدرت سے محروم ہیں۔ اپنے پرستاروں کو کیا نفع اور نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ یہ اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی وہم و گمان کی تخلیق کیونکر قبلہء عبادت ہو سکتی ہے!

بُتے می گفت روزے با برہمن — خدائے من توئی اے بندہء مومن

مرا بر صورتِ خود آفریدی — ولیکن خویشتن را خود نہ دیدی

وہ خالق جس نے ہمیں وجود بخشا۔ حیات بخشی جس نے دنیا و مافیہا کو تم

عدم سے پردۂ شہود پر جلوہ نما فرمایا۔ بالآخر اس تک پہنچنے کی کون سی راہ ہے؟ بہت سوچا مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ محبّت اگر صداقت پر مبنی ہو تو خود راہنما بن جاتی ہے۔ اور اگر سچ پوچھو تو محبّت ہی دین ہے اور محبت ہی ایمان ہے۔ پھر محبّت بھی محبوبِ کبریا کی۔ سوچا کہ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلّم) سے ہماری جانی محبّت اور دلی لگاؤ ہے۔ وہ صاحب عقل و دانش اور دانائے رموز حقانی ہیں۔ اُن کے اطوار کریمانہ ہیں۔ اور خلق عظیم کے مالک ہیں۔ وہ امین ہیں اور صداقت اور حق گوئی اُن کا جوہر ہے۔ کیوں نہ اُن سے راہِ نجات معلوم کروں؟ صبح اٹھتے ہی حضور کے آستانہ مبارک پر حاضری کی نیت سے گھر سے چل پڑتے ہیں۔ اُدھر سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت ابوبکرؓ سے مشورہ کی غرض سے اُن کے مکان کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں کہ راستہ میں دونوں کا ملاپ ہو جاتا ہے سُبحان اللہ! یہ بھی کتنا پیارا ملاپ ہے اِدھر صدیقِ اکبر ہیں۔ اُدھر سیّد الانبیا ہیں۔ اِدھر مُحبِّ حق۔ اُدھر محبوبِ حق۔ اِدھر طالب مولا۔ اُدھر مطلوبِ مولا پھر کیوں نہ فرمانِ الٰہی کی تصدیق ہو کہ اے میرے بندو! اگر تم ایک قدم میری طرف بڑھو گے میں دس قدم تمہاری طرف بڑھوں گا۔

ہر کہ او سر باخت اندر کوئے او — بنگرد صد بار جاناں سُوئے او

یہ صدیق اکبر کی صداقت تھی کہ اُدھر سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

کو تبلیغ رسالت کا حکم ہوتا ہے ادھر صدیق اکبر کے دل میں طلب حق چٹکیاں لیتی ہے۔ الغرض دونوں جانب سے اظہار مدعا ہوا۔ حضور خاتم المرسلین رحمتہ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے میرے رفیق ہمراز! اب پریشان نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے کیا یہ کافی نہیں ہے؟" "بے شک اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول ہی ہمیں کافی ہے"۔ صدیقِ اکبر نے جواب دیا۔ پھر حضور کے دستِ مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر آدمی نے دعوتِ حق قبول کرنے میں کسی قدر تاخیر سے کام لیا ہے مگر ابو بکر صدیقؓ نے لمحہ بھر بھی توقف نہیں کیا۔

اُدھر قدر نا شناس لوگوں نے جن کی قسمت میں شقاوتِ ازلی مقدر ہو چکی تھی۔ مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ سرکارِ دو عالم کی شان میں گستاخیاں کی گئیں۔ دست درازیاں اور دشنام طرازیاں ہوئیں مسلمانوں پر ظلم و تشدد کیا گیا۔ مال و املاک کا نقصان ہوا قرابت داریاں ٹوٹ گئیں۔ انہیں ہجرت پر مجبور کر دیا گیا۔ جنگِ بدر میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہو گیا مسلمانوں کو شہادتیں نصیب ہوئیں۔ اور جنگوں میں سرخروئی حاصل کی غرضیکہ مصائب اور آلام کا ایسا سخت دَور اُن پر گذرا

جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ مگر اُن کے استقلال اور اُن کی ہمت میں کبھی فرق نہ آیا۔ مردانِ حق مصائب سے منہ نہیں موڑتے بلکہ وہ اپنی ہمت اور توفیقِ الٰہی سے طوفانوں کا منہ موڑ دیتے ہیں اور آندھیاں آئیں تو ان کا رُخ بدل دیتے ہیں۔ زمانے کی ناموافقت کے شکوہ سے اُن کے لب ناآشنا رہتے ہیں وہ تو اس حکم کے پابند ہوتے ہیں جو انہیں بارگاہِ الوہیت سے پہنچتا ہے اور اس میں کسی قسم کی چون وچرا نہیں کرتے۔ بلکہ اس کی تعمیل پر کمرِ ہمت باندھ لیتے ہیں اور جب توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہوتی ہے تو زمانے کی ناموافقت کو موافقت میں بدل دیتے ہیں اور اپنے لیئے ایک ایسا جہان پیدا کر لیتے ہیں جو اُن سے موافقت اختیار کر لیتا ہے چنانچہ حضرت سیّد البشر امام اوّل و آخر صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیم اور جملہ مومنین اور اصحابہ کبار رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کی تسلیم اس حقیقت کی شاہد ہے کہ وہ ناموافق حالات سے دب نہ سکے۔ ایک دنیا نے ہر رنگ اور ہر ڈھنگ سے اُن کی مخالفت کی مگر وہ عزم و استقلال اور ایمان و یقین کی ایک چٹان بن کر اُن کے مقابل میں آئے۔ اور پھر جو اُن سے ٹکرایا خود ہی پاش پاش ہو گیا۔ اور انہوں نے زمانہ کی ناسازگاری کا مقابلہ ایمان و یقین کی ایسی ناقابلِ تسخیر قوّت کے ساتھ کیا کہ زمانہ اُن کے ساتھ سازگاری اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا اور جب وہ مکّی اور مدنی زندگی کی آزمائشوں سے صاف نکل گئے۔ تو حضرت القدس سے انہیں خطاب

ہوا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (پارہ چہارم پہلا پاؤ)

(مسلمانو!) تم تمام اُمتوں میں بہترین اُمت ہو جو تمام انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دینے والے ہو برائی سے روکنے والے اور اللہ پر ایمان رکھنے والے ہو۔ اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے تو اُن کے لئے بہتر ہوتا۔ اُن میں کچھ ایمان والے ہیں اور اکثر اُن میں فاسق ہیں۔ اس آیت مطہرہ میں خطاب الٰہی صرف صحابہ کرام ہی سے نہیں بلکہ تمام اُمت سے خطاب ہے۔ جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وقت سے لے کر قیامت تک مسلمانوں پر اس حکم کی تعمیل واجب ہے۔

اے مسلمانو! اپنا مقام پہچانو! اور آج اپنی حالت پر بھی غور کرلو!!

اللہ تعالےٰ تمہیں بنی نوعِ انسان کی پیاسی رُوحوں کی تسکین کے لیے عالمِ وجود میں لایا مگر افسوس کہ آج خود تمہاری ہی رُوحیں پیاس کی شدت سے مرجھا گئیں اللہ تعالےٰ نے تمہیں نور و ہدایت کے چشمے عطا فرمائے۔ تاکہ تم گم کردہ راہ انسانیت کی اندھیری راہوں میں اُجالا کر سکو مگر افسوس کہ آج خود تمہیں اندھیروں نے گھیر لیا۔ اللہ تعالےٰ نے شاہی خزانے تمہیں وراثت میں عطا فرما دیئے۔ مگر

وائے محرومی! کہ تم کاسۂ گدائی ہاتھ میں لیئے دربدر ذلیل و خوار ہو رہے ہو افسوس کہ دوسروں کو نورِ بصیرت دینے والے آج خود نورِ بصیرت سے محروم ہو گئے۔ اور بھولے بھٹکوں کو راہ دکھلانے والے آج خود اپنی راہ سے دُور جا پڑے!!

اے عزیزو! یہ ارشادِ الٰہی دینِ حق کی اصل ہے۔ اللہ تعالےٰ پر اس کے جملہ اسماو صفات کے ساتھ ایمان لانا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر خود عمل پیرا ہونا اور دوسروں کو اس کی تلقین کرنا یہی دینِ حق ہے۔ افسوس کہ آج اکثر مسلمانوں نے اپنے ظن اور گمان کا ایک تانا بانا اپنے اردگرد بن لیا ہے۔ اور اسی کی پرستش اُن کا ایمان ہے۔ ایمان والے احکام الٰہی کو سیدھے ہاتھ سے لیا کرتے ہیں۔ اُن کے ایک ہاتھ میں کتاب اللہ اور دوسرے ہاتھ میں سنّتِ رسول اللہ ہوتی ہے۔ جناب رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ظاہری حیاتِ مبارک میں تمام صحابہ کرام اور مسلمانوں نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم نے انہیں قرآن دیا۔ تعلیم دی اور احکام خداوندی کی تعمیل کا بہترین نمونہ اپنے اقوال۔ افعال اور اخلاقِ حسنہ کی صورت میں انہیں پیش کر دیا۔ اور تمام نے متابعتِ رسول کو اپنے ایمانوں کی تکمیل کا وسیلہ جانا۔ اور جب اس میں وہ پورے اُترے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روشن چراغ سے اُن کے چراغ روشن ہو گئے تو ارشادِ باری ہوا۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

اللہ کی راہ میں سر توڑ کوشش کرو۔ تم چن لیئے گئے ہو۔ اور دین میں (اب) تمہارے لیئے کوئی تنگی نہیں۔ تمہارا طریقہ تمہارے باپ ابراہیم کا طریقہ ہے۔ پہلے مسلمانوں کی طرح تمہارا نام بھی مسلمان رکھا گیا ہے۔ جس طرح رسول نے تمہیں تعلیم دی ہے اور تمہارے ایمانوں پر اُسے گواہ بنا لیا گیا ہے اسی طرح تم بھی تمام انسانوں کے معلّم اور اُن کے ایمانوں پر گواہ مقرر کیئے گئے ہو۔ جس طرح رسول کے روشن چراغ سے تمہارے چراغ روشن ہوئے ہیں۔ اسی طرح تم اپنے روشن چراغوں سے تمام لوگوں کے چراغ روشن کرتے چلو۔ نماز پر قائم رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اور اللہ کا سہارہ مضبوط تھام لو۔ وہی تمہارا مالک اور کارساز ہے پھر جس کا وہ کارساز ہو کتنا ہی اچھا کارساز ہے۔"

اے حاضرین مجلس! یاد رکھو کہ ہر زمانہ میں ایسے مردانِ حق موجود ہوتے ہیں جن کے چراغ چراغ مصطفوی سے روشن ہوتے ہیں۔ طالبانِ صادق

اُن کی تلاش میں پھرتے پھرتے تھک کر چُور ہو جاتے ہیں۔ مگر ہمت نہیں ہارتے اور جب کوئی مل جاتا ہے تو سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں اور اس کی خاکِ پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ اُس کی اطاعت میں ہمیشہ ہوشیار رہتے ہیں۔ کیونکہ یہی اطاعتِ رسول اور یہی اطاعتِ الٰہی ہے۔ ایسے مردِ حق آگاہ کے حکم کی تعمیل طالبانِ صادق کی نماز اور اپنے اختیارات اُسی کو سونپ دینا اُن کی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ اے طالبانِ صادق! جان لو کہ ایسا مردِ حق شناس ہی تمہارے لیئے سہارۂ الٰہی ہے اُسے مضبوط تھام لو وہی تمہیں کارسازِ حقیقی کے دربار میں پیش کر دے گا۔ اور جس کا وہ کارساز ہو گیا ہی اچھا کارساز ہے۔

دنیاداروں کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ دنیا کی حکومتیں ایک خاص کاغذ پر مہر لگا دیتی ہیں۔ اور وہ کاغذ سِکّہ کے طور پر چلنے لگتا ہے۔ رعایا اس مہر کو پہچان کر اس کی وہی قیمت ادا کرتی ہے جو اس پر اُن کی حکومت نے تحریر کر دی ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ اپنے جس خاص بندے پر اپنی مہر لگا دے۔ یہ دنیادار اُسے تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اگر دنیا کی حکومتوں کا قانون اُن لوگوں کے خلاف حرکت میں آسکتا ہے جو اس کاغذ کو نوٹ (کرنسی)، ماننے سے انکار کرتے ہیں تو پھر اُس احکم الحاکمین کے دربار میں اس کی تحریر نہ ماننے والوں سے کیونکر باز پرس نہ ہوگی!

اے طالبانِ صادق! ایمان والے ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں

اور جب کبھی اُن کے سامنے اللہ تعالےٰ کا ذکر ہو تو اُن کے دل خوشی سے اُچھلتے ہیں۔ اور اُن کے ایمانوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (سورہ انفعال پ ۹ ع ۱)

اے عزیزو! دوسروں کے لیئے وعظ و نصیحت میں وقت صرف کرنا اور اپنے شغل سے باز رہنا بہت مشکل کام ہے۔ مگر حکم الٰہی یہی ہے اور چونکہ مجھ پر راہِ تسلیم کھول دی گئی ہے اس لیئے اُسی عمل میں خوش ہوں جس میں اس کی رضا ہے۔ اے لوگو! اللہ تعالےٰ نے جنّات اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیئے پیدا کیا ہے۔ پھر عبادتِ الٰہی سے منہ موڑنا زندگی کے مقصد سے دُور ہونا ہے۔ یاد رکھو کہ کلمہ طیبہ کا ذکرِ جہر طالب کے لیئے سب عبادتوں سے افضل عبادت ہے۔ مجھے جب حضرت پیر و مرشد سے افضل الذکر کی تعلیم ہوئی، تو میں نے کما حقّہٗ اس پر عمل کیا اور دن ہوتا یا رات ہوتی میں اس میں مشغول رہتا حتیٰ کہ پیر و مرشد مجھ پر بہت کرم فرمائی کرنے لگے۔ چنانچہ آں جناب ارشاد فرماتے ہیں:۔

(مثنوی)

پس خدا کی چاہیں رحمت جس قدر	اے پسر صلوٰۃ پڑھ شام و سحر
اور اگر چاہیں کہ ہو وصلِ خدا	نفی کی تلوار سے خود ہو جدا
کلمۂ توحید کا مت کر ذکر	شام سے صبح تک اس کا جہر

باطنی معنی کو دل میں رکھ پسر — کیونکہ جز معنی نہ ہوگا کچھ اثر
رمز الف، لام میم اے یار جان — ہے ختم ان تین حرفوں میں قرآن
ہے الف اثبات لام ہر نفی کر — میم محمدؐ سب صفات ہیں اے پسر
لَا اِلٰہ میں آپ کو بس کر فنا — تیغ لَا سے دُور کر کل ما سوا
اور اِلَّا اللہ میں حق اثبات ہے — دیکھ دو عالم میں واحد ذات ہے
ذکر نفی اثبات کو کر تو مدام — پس یہی مقصود ہے تیرا تمام

جس نے تیغ لَا سے اپنی ہستیٔ موہومہ کو اِلَّا اللہ میں فناہ کر دیا واصل باللہ ہو گیا۔ جب تک تم اس ہستیٔ مطلق کے ساتھ اپنی ہستی کے وہم میں مبتلا رہو گے دُوری اور مہجوری سے نجات حاصل نہ ہوگی۔

چوں الف در لام میگردد نہاں — خویش را گم ساز تا گرد عیاں
گشت واصل چوں بدریا آبِ جو — آبِ جو را باز از دریا مجو
تا تو ئی کے یار گردد یارِ تو — چوں نباشی یار باشد یارِ تو
تو مباش اصلا کمال این ست و بس — تو در و گم شو وصال این ست و بس
ہر کہ او از خویشتن بیزار گشت — بیشک آنکس محرم اسرار گشت
ہر کہ او سر باخت اندر کوئے او — بنگرد صد بار جاناں سوئے او

(حضرت بو علی قلندر)

اے بھولے ہوئے انسان! تیرا خالق تجھے یقین دلا رہا ہے کہ جہاں تم ہو میں تمہارے ساتھ ہوں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ط مگر افسوس کہ تو اپنے پس و پیش سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے۔ وہ خالقِ ارض و سما تجھے بتلا رہا ہے کہ میں تمہاری رگِ جاں سے بھی زیادہ تجھ سے قریب ہوں۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ مگر افسوس کہ تم نے اپنی جان کو بھی نہ پہچانا اور اسے خاک میں ملا دیا۔ حضرت پیر و مرشد ارشاد فرماتے ہیں۔

ہے تیرے نزدیک وہ تجھ سے عزیز! ۔۔۔ کیوں نہیں کرتا تو کچھ اس کی تمیز

ہے خدا کا خاص تو مظہر جوان ۔۔۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ الرُّوْحِيْ پہچان

قربِ حق سے تو رہا جب بے خبر ۔۔۔ اس لیئے آتا نہیں تجھ کو نظر

جب کہ تو ظاہر ہے تب ہے وہ نہاں ۔۔۔ تو نہ ہو تب یار ہو گا وہ عیاں

تو نہ ہو خود تو نہ ہو خود تو نہ ہو!! ۔۔۔ دیکھ پھر ہر جا کہ ہے وہ روبرو!!

اے طالبِ صادق! اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ تجھ سے ہم کلام ہو تو پیر و مرشد کے کلام کو سن۔ اور اسے دل میں جگہ دے۔ اس کی تصدیق کرتا کہ تجھے ایمان اور یقین نصیب ہو اور تو جان لے کہ مردِ کامل کی زبانِ کلامِ الٰہی ہے۔

اے عزیز! قرآن کی تلاوت میں اس طرح مصروف ہو کہ تو اس

کلامِ پاک کے مفہوم کو سمجھ سکے اور اس کی آیات و مقامات میں تدبر و تفکر سے کام لے سکے۔ اور یقین دل سے جان لے کہ صاحبِ کلام تجھ ہی سے ہمکلام ہے۔ اور یاد رکھ کہ جو نماز بلا حضوریٔ قلب ہو وہ تجھ پر حجت ہے۔ حضرت پیر و مرشد ارشاد فرماتے ہیں:۔

اس طرح فرماتے ہیں طالبِ خدا | جب کریں تکبیر اولٰے کو ادا
یعنی ہو اللہ اکبر میں فنا | ذبح کی تکبیر ہے یہ اے فتا
جان و تن قربان کر مثلِ خلیل | تا نماز ہو ویگی تیری بے دلیل
ایسا کر حق کے مشاہدہ میں فکر | اپنی ہستی تک نہ ہو تجھ کو خبر
جُز خدا جانے فناہ سب بالیقین | اسے کہتے ہیں معراج المومنین

---

(۱۶)

ایک شکاری نے کبوتروں کو پکڑنے کے لیے زمین پر دانہ ڈالا اور اس پر جال بچھا دیا۔ کبوتروں کا ایک غول اُدھر سے گذرا۔ زمین پر دانہ دیکھا، پہلے ایک کبوتر دانہ پر لپکا پھر اس کے ساتھ دوسرے کبوتر بھی زمین پر اتر آئے اور جال میں پھنس گئے۔ جب سب نے اس طرح اپنے آپ کو گرفتارِ بلا پایا، تو آپس میں جھگڑنے لگے۔ اور سب نے اس کبوتر کو جو سب سے پہلے زمین پر اُترا تھا اپنی گرفتاری کا باعث قرار دیا۔ بالآخر ایک ہوشمند کبوتر بولا بھائیو! اس طرح لڑنے جھگڑنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر شکاری سر پر آگیا تو بچنا محال ہے۔ آؤ آپس میں صلح کر لیں۔ تمام مل کر زور لگائیں اور جال کو ساتھ لے چلیں۔ سب نے اس تجویز پر اتفاق کیا اور مل کر جو زور لگایا تو جال کو ساتھ لے کر اڑ گئے۔ اور اپنے مالک کے پاس جا پہنچے۔ جس نے انہیں پال رکھا تھا۔ مالک نے انہیں اس حال میں دیکھا تو بہت پریشان ہؤا۔ اس نے

جال کو ایک طرف سے اُٹھایا اور کبوتروں کو باہر نکل آنے کی ترغیب دی۔ اور سب نے جال سے خلاصی پائی۔

اے عزیز! یہ دنیا شکاری ہے۔ اس کی زیب و زینت دانہ ہے۔ جس پر حرص و ہوا کا جال بچھا ہوا ہے نفس پہلا کبوتر ہے۔ جو اس پر لپکا۔ ہوشمند کبوتر جس نے بل کر اڑ جانے کا مشورہ دیا۔ وہ تیری عقل ہے جو چراغ ہے۔ باقی کبوتر دل اور رُوح ہیں جنہوں نے عقل کی تجویز کو مان لیا۔ کبوتروں کا مالک تیرا پیر و مُرشد ہے جس نے نفسانی حرص و ہوا کے انجام کو تجھ پر آشکار کیا اور تجھے اس کے جال سے نجات دلائی۔

اے عزیزو! عقل سے کام لو نفس کا کہنا نہ مانو۔ یہ تمہیں دنیا کے جال میں پھنسا دے گا۔ پھر جو اس جال میں پھنس گیا۔ اس کے لیئے عاقبت میں محرُومی ہے ایمان والے دنیا کے جال میں پھنسا نہیں کرتے۔

یاد رکھو کہ ایک دنیا نمرود کی تھی اور ایک دنیا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی۔ ایک دنیا فرعون کی اور ایک دنیا موسیٰ علیہ السلام کی۔ ایک دنیا ابو جہل کی اور ایک دنیا رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ السلام کی۔ ایک دنیا یزید کی تھی اور ایک دنیا امام حسین علیہ السلام کی تھی۔

نمرود۔ فرعون۔ ابوجہل اور یزید کی دنیا نخوت و غرور اور سرکشی کی دنیا تھی۔ مگر ابراہیم علیہ السّلام۔ موسیٰ علیہ السّلام۔ جناب رسول کریمؐ اور حضرت امام حسینؓ کی دنیا عجز و نیاز اور تسلیم و رضا کی دنیا تھی۔ حضرت بُو علی قلندر فرماتے

ہیں۔

۱۔ بہرِ دنیا آں یزیدِ ناخلف — دینِ خود کردہ برائے او تلف

۲۔ زالِ دنیا چوں درآمد در نکاح — کرد بر خود خونِ آں سید مُباح

۳۔ داد بازی ہمچو کس را پیر زال — کرد او را در دو عالم پائمال

۴۔ چوں خوری پس خوردۂ مخوانِ یزید — تلخ گرداں کام از نانِ یزید

۵۔ گر برافتد پردہ از رُوئے مجاز — نفرتے گیری زِ زالِ حیلہ ساز

۶۔ زشت روئے او چو آید در نظر — از خدا خواہی اماں اے بے خبر

۱-۲ یزید ناخلف نے دنیا کے لیے اپنا دین برباد کر دیا۔ جب یہ بڑھیا (دنیا) اس کے نکاح میں آئی تو اُس نے سیدالشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون مباح سمجھا۔

۳۔ اس طرح اس بوڑھی دنیا نے جس کسی کے ساتھ یہ کھیل کھیلا اُسے دونوں جہانوں میں برباد کر دیا۔

۴۔ جب تو یزید کے دسترخوان کا بچا ہوا کھانا کھاتا ہے۔ تو اس کے بچے ہوئے ٹکڑے سے اپنے حلق کو کڑوا کرتا ہے۔

۴۔

۵ اگر مجاز کے چہرے سے پردہ اٹھ جائے تو تُو اس بُڑھیا حیلہ ساز سے نفرت کرنے لگے

۶ اس کا بدصورت چہرہ جب نظر آئے تو اے بےخبر! تو خدا سے امان چاہنے لگے

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک فقیر سے اپنے خواب کی تعبیر چاہی اور بیان کیا کہ میں ایک جنگل میں چلا جارہا ہوں۔ کہ ناگہاں ایک شیر میرے پیچھے دوڑا میں خوف کے مارے بھاگا اور جلد ہی ایک درخت کے اوپر چڑھ گیا۔ اور شیر درخت کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں جس شاخ پر بیٹھا تھا دیکھا کہ دو چوہے ایک سیاہ اور دوسرا سفید اُسے کاٹ رہے ہیں۔ نیچے جو دیکھا تو ایک بہت بڑی غار نظر آئی جس میں ایک اژدھا منہ کھولے اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ جونہی میں گروں وہ مجھے اپنا نوالہ بنالے۔ میں خوف سے کانپنے لگا، پھر اوپر نگاہ کی تو شاخ کے ساتھ شہد کا ایک چھتہ دیکھا میں نے اُسے چھیڑا، تو ایک طرف سے شہد ٹپکنے لگا۔ اور میں اُسے چاٹنے میں مصروف ہو گیا۔ شہد کی لذت میں ایسا مبتلا ہوا کہ مجھے شیر۔ اژدھا اور شاخ کاٹنے والے چوہوں کا احساس تک نہ رہا۔ پھر اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ فقیر نے کہا کہ اے بندۂ خدا! جنگل سے مراد دنیا ہے۔ شیر سے مراد ملک الموت ہے۔ درخت کی شاخ جس پر تو نے کچھ دیر آرام پایا۔ تیری عمر ہے جسے دن اور رات کاٹ رہے ہیں۔ غار اور اژدھا تیری قبر و لحد ہیں کہ جونہی تیری عمر کی شاخ کٹ گئی تو اس میں جا گریگا۔ شہد لذتِ دنیا ہے جس نے تمہیں انجام کار سے غافل کر دیا ہے۔

اے عزیزو! جو اللہ تعالٰے پر بھروسہ کر لیتے ہیں۔ پھر وہی اُن کے لیے کافی

ہے کیونکہ وہ خود فرماتا ہے کہ وَمَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ حضرت غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "توکل یہ ہے کہ اغیار کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے لو لگائی جاوے۔ اور اس کے ظاہری اسباب کو بھلا دیا جائے" یعنی اسباب میں نظر مسبب پر رہے۔ اور اسی ذاتِ واحد پر بھروسہ کرکے ماسوا سے گذر جانا توکل ہے۔ جس نے اس طرح توکل اختیار کر لیا۔ پھر اسے موت کا ڈر نہیں رہتا۔ کیونکہ ایسا متوکّل فناہ کے مقام سے آگے بڑھ جاتا ہے۔

حقیقتِ اخلاص یہ ہے کہ اعمال سے معاوضہ کا ارادہ نہ کیا جاوے۔

اے عزیز! تیرا جسم ایک ایسا وسیع میدان ہے جس میں دو بادشاہوں کے لشکر مصروف جنگ ہیں۔ ایک لشکر کا سردار نفس ہے اور دوسرے لشکر کا سردار تیری رُوح ہے۔ تو عقل سے کام لے۔ اور نفس کی حمایت سے اپنا ہاتھ روک لے۔ اور اس کی غلامی اختیار نہ کر کیونکہ اس کی غلامی میں بہت خسارہ اور ہمیشہ کی محرومی ہے۔ اے لوگو! افسوس ہے کہ تم نفس کے پنجہ میں گرفتار ہو اور عقل سے دُور بھاگے جا رہے ہو۔ عقل مغز کی مانند ہے۔ اگر مغز الگ کر لیا جائے تو باقی چھلکا رہ جاتا ہے افسوس کہ تم محض چھلکا یا پوست بلا مغز ہو۔ نفس کے ہاتھوں تمہارا وہ حال ہوا جو گیدڑ کے ہاتھوں شیر کا ہوا تھا۔ حکایت ہے کہ ایک جنگل میں ایک شیر رہتا تھا۔ اُسے جہاں کہیں کوئی جانور نظر آتا دھاڑتا ہوا ایک چھلانگ میں اُسے دبوچ لیتا۔ جنگل کے تمام جانور اس سے

تنگ آ گئے۔ چنانچہ ایک دن سب اکٹھے ہوئے اور اس مصیبت سے نجات پانے کے لیے باہم مشورے کرنے لگے۔ گیدڑ نے کہا بھائیو! اگر میری بات مانو تو تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں۔ سب نے اُسے اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ اور مل کر شیر کے پاس پہنچے۔ گیدڑ نے کہا اے جنگل کے بادشاہ! تو ہمارا حاکم اور تمام جنگل کا مالک ہے۔ اور ہم تیری رعیت ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تجھے اپنی خوراک کے لیے مصیبت اور مشقت نہ اٹھانی پڑے! اور نہ ہی در بدر پھرنا پڑے۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم میں سے ہر روز ایک جانور تیری خدمت میں حاضر ہو جایا کرے۔ شیر نے گیدڑ کی بات مان لی۔ چند دن بعد جب گیدڑ کی باری آئی تو وہ شیر کے پاس دیر سے پہنچا شیر نے جھنجلا کر کہا۔ اے کم بخت! آج کیوں اتنی دیر کر دی۔ گیدڑ نے دست بستہ عرض کیا اے میرے جسم و جاں کے مالک! تجھے حق حاصل ہے کہ جو سلوک مناسب سمجھے اختیار کر مگر پہلے میری ایک عرض سن لے۔ اے بادشاہ! میں تیری خدمت میں پہنچنے کے لیے علے الصبح گھر سے نکلا۔ میں چلا آ رہا تھا۔ کہ راستے میں ایک کوئیں کے پاس ایک شیر نے جو بالکل تیرا ہم شکل ہے۔ میرا راستہ روک لیا اور مجھے اپنا نوالہ بنانے لگا۔ میں نے اس کی بہت منت سماجت کی اور کہا کہ میں آج جنگل کے بادشاہ کے لیے وقف ہوں مجھے چھوڑ دے۔" وہ خفا ہو کر کہنے لگا "جنگل کا بادشاہ تو میں ہوں۔ میرے سوا کوئی دوسرا بادشاہ نہیں" میں نے ہاتھ جوڑ

کر کہا "اے بادشاہ! مجھے اجازت دے کہ میں اپنے بادشاہ کو لے کر تیرے پاس پہنچوں تاکہ تجھ پر میری سچائی ظاہر ہو جائے" چنانچہ بمشکل اُس سے چھٹکارہ پاکر میں تیری خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اے بادشاہ! جس مملکت میں دو بادشاہ ہوں وہ مملکت برباد ہو جاتی ہے۔ اگر چندے یہی حال رہا تو اس جنگل میں کوئی جانور اُس کے ہاتھ سے نہ بچے گا۔ اور تیرے پاس کوئی بھی پہنچ نہ سکیگا"
شیر نے جب گیدڑ سے یہ ماجرا سنا تو وہ سخت برہم ہوا اور فوراً گیدڑ کے ہمراہ کوئیں پر آیا۔ گیدڑ نے بڑھ کر کوئیں میں جھانکا اور چلّا کر کہا اے بادشاہ! دیکھ وہ شیر تجھ سے ڈر کر اس کوئیں میں چھپا بیٹھا ہے" شیر نے جونہی کوئیں میں جھانکا تو پانی میں اُسے اپنا عکس نظر آیا۔ سمجھا کہ دوسرا شیر ہے۔ فوراً غضبناک ہو گیا۔ اور گرج کر کوئیں میں چھلانگ لگا دی۔ گیدڑ نے کوئیں میں جھانک کر کہا اے جنگل کے بادشاہ! یہ تیرے لئے بہت عمدہ مکان ہے اب تم ہمیشہ یہیں رہو" پھر ایک قہقہہ لگایا اور خوشی سے اُچھلتا کودتا جنگل میں بھاگ گیا۔

اے دنیا پر بھروسہ کرنے والے! تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے اپنی تخلیق کے مقصد سے منہ پھیر لیا اور تو اپنی حقیقت سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تجھے بہترین مخلوق اور بہترین صورت میں بنایا۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ پاک ہے اللہ بہتر سے بہتر مخلوق بنانے والا" اس نے اپنی بے شمار حکمتیں اور اسرار تجھ میں پنہاں کر دیئے ہیں اور تجھے جسم و جاں پر بادشاہی

عطا کی ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے اُس نادان شیر کی طرح نفس گیدڑ کی متابعت اختیار کرلی ہے اور مکر و ریا کے جال میں پھنس گیا ہے۔

اے نادان! میں تجھے دیر سے پکار رہا ہوں تو اب بھی اس کی سنگت چھوڑ دے اس کے ساتھ چلنے سے اپنا قدم روک لے اور اس کی موافقت سے منہ موڑلے ورنہ یہ تجھے کوئیں میں گرادیگا۔ پھر قہقہہ لگا کر اپنی خواہشات کے جنگل میں اچھلتا کودتا بھاگ جائے گا۔ اور تجھے ہمیشہ کے لیئے عذاب میں مبتلا کر دیگا۔ اے سن سن کر بھول جانے والو! تمہارا رونا مبارک ہے مگر یہ سودمند اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تم میری بات مان لو۔ دوست اور دشمن کو پہچان لو پھر جب یہ پہچان حاصل ہو جاوے تو دوست کے ساتھ دوستی اور دشمنی کے ساتھ دشمنی اختیار کرلو۔ دشمن سے موافقت اختیار کرنا جوانمردی نہیں بزدلی ہے۔ اور دوست سے ناموافقت اختنیار کرنا بے مروّتی اور بے وفائی ہے افسوس ہے کہ تم وفا کرنے والے کے ساتھ بے وفائی اور بے وفائی کرنے والے کے ساتھ وفا کرتے ہو پھر اس پر یہ توقع رکھتے ہو۔ کہ تمہیں باز پرس کے بغیر چھوڑ دیا جائیگا۔

اے نادان! اپنے وہم وگمان کے بنائے ہوئے قلعہ کو توڑ ڈال۔ اپنے اعمال کی بنیاد شریعت کے قانون کے مطابق قائم کر۔ نیّت کو درست کرلے کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نیّت اعمال کی بنیاد ہے اگر بنیاد ہی ٹیڑھی ہو تو اس پر جو دیوار تعمیر ہو گی وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ جیسے مولانا رومؒ

فرماتے ہیں ؎

خشتِ اوّل گر نہد معمار کج　　تا ثریا می رود دیوار کج

اے راوی والو! اپنے آبا و اجداد کی اُن دیرینہ رسومات کو جن کی بنیاد جہالت اور گمراہی پر ہے چھوڑ دو اور شریعت کے سایہ میں اپنے اعمال کی بنیادیں قائم کر لو۔ اے مقدمہ پیش کرنے والو! سن لو کہ زن و شوہر کے درمیان ایجاب و قبول نکاح کی شرطِ اوّل ہے۔ اگر تم ظاہری رسومات ادا بھی کر لو مگر جب تک فریقین میں ایجاب و قبول نہ ہو نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس ایجاب و قبول پر نکاح کے گواہ مقرر کیئے جاتے ہیں اور یہی از روئے شریعت باہم رشتۂ زوجیت میں منسلک رہنے پر فریقین کی جانب سے رضا مندی کا اظہار ہے۔ نکاح شرعی عہد نامہ ہے کہ فریقین اللہ تعالےٰ کے ٹھہرائے ہوئے حقوق اور واجبات ادا کرتے رہیں گے۔ اور حدود اللہ کی پاسداری کریں گے۔ کسی فریق کا بے راہ روی اختیار کرنا حدود اللہ کے خلاف قدم اٹھانا ہے۔ اگر کسی وجہ سے فریقین یہ محسوس کریں کہ وہ رشتۂ زوجیت میں منسلک رہ کر حدود اللہ کا احترام نہ کر سکیں گے تو اس صورت میں نکاح کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اور از روئے شریعت ضروری ہو جاتا ہے کہ فریقین الگ ہو جاویں۔ پھر یہ کیا معاملہ ہے کہ ایک شخص جس نے نہ تو کوئی قصور کیا ہے اور نہ ہی بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ اس کی بیوی غیر مرد کے ساتھ تعلقات استوار کر کے ایک دن اس کی بغل میں

جا بیٹھتی ہے اور اِدھر اس کا شوہر اور اس کے اقربا ایسی عورت کی بازیابی اور اسے دوبارہ بسانے پر اصرار کرتے ہیں مگر طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہوتے یہ کیا اندھیر ہے کہ ایک عورت اللہ اور رسول سے ایفائے عہد کا قول و اقرار کر کے منحرف ہو جاتی ہے اور حدود اللہ کو توڑ ڈالتی ہے مگر یہ لوگ اُسے زبردستی پھر آباد کرنے کی فکر میں ہیں۔

میاں دارا: (جس نے یہ مقدمہ حضور کے آگے پیش کیا) اگر تم یہ معاملہ اس دربار میں لائے ہو تو یہ بھی جان لو کہ یہاں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولِ برحق صلے اللہ علیہ وسلم کے ٹھہرائے ہوئے قانون کی بے حرمتی برداشت نہیں کی جا سکتی۔ میں ایسی عورت کی بازیابی میں تمہیں کیوں مدد دوں جو اپنے عہد اور اللہ تعالےٰ کے قانون سے منہ موڑ لے؛

اہل اللہ نے حدودِ الٰہی کے احترام میں اپنی جانوں کو قربان کر دیا حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب حدود اللہ کو پائمال ہوتے دیکھا تو تمام خاندان کو میدانِ کربلا میں لے آئے اور اپنی جانوں کی بازی لگا دی۔ مگر کچھ لوگ جنہوں نے یزید کا پس خوردہ کھایا ہے۔ مرید ہوتے ہوئے بھی پیر پر وار کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اور چاہتے ہیں کہ پیر ان کی بیہودہ خواہشوں کی پیروی کرے۔

اے عزیزو! درویشی بہت مشکل ہے اور یہ مشکل حل نہیں ہوتی تاوقتیکہ درویش دل وجان سے اُس ذاتِ وحدہٗ لاشریک کو مان نہ لے۔ اس کے سوا

ہر شے سے دست بردار نہ ہو جاوے اور اپنی خواہشات اور مال املاک کو اس پر قربان نہ کر دے۔ اور اس کی رضا میں اس طرح گم ہو جائے کہ بجز اس کے کوئی طلب باقی نہ رہے۔ حال عمل سے بنتا ہے زبانی دعووں سے نہیں بنتا۔ ایک شخص جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک بکری کو لیئے جا رہا ہے۔ ہمت کر کے بکری کو بھیڑیے سے چھڑا لیا اور گھر میں لے آیا۔ اور اس کی گردن پر چھری رکھ دی۔ قدرتِ الٰہی سے بکری کہنے لگی اے شخص، جب تو نے مجھے بھیڑیئے کے ہاتھ سے نجات دلائی تو میں سمجھی کہ تو بہت نیک اور خدا ترس درویش ہے مگر مجھے یہ دیکھ کر بہت رنج ہوا ہے کہ تو بھی انسان کے رُوپ میں بھیڑیا ہی نکلا"

اے عزیزو! تمہیں سمجھاتے سمجھاتے مدت گذر گئی آخر دیکھا کہ تم جہاں سے چلے تھے اب تک وہیں ہو۔ اگر ایمان کامل ہوتا تو خدائے قدوس کے اس ارشاد کو بھول نہ جاتے۔ النور ع ۶

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ

رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

کہ نیک مردوں کے لیئے نیک بیویاں اور بد مردوں کے لیے بد بیویاں

ہی ہوتی ہیں۔ ایمان والوں کے لیئے ایمان والیاں اور مشرکوں کے لیئے مشرک بیویاں ہوتی ہیں۔ سوچو تو کہیں تمہارا بھی تو وہی حال نہیں جو اُس شخص کا تھا جس کی کدورت بکری نے ظاہر کر دی ؛

(۱۷)

محبت اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لازم ملزوم ہیں۔ محبت کے بغیر اتباعِ رسول ممکن نہیں اور اتباعِ رسول کے بغیر محبت کا دعویٰ خام محض ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے اپنے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

اے میرے پیارے رسول! ان لوگوں سے کہہ دو اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھنے والے ہو تو تمہیں چاہیے کہ میری متابعت کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو صرف یہی نہیں ہو گا کہ تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے والے ہو جاؤ گے بلکہ خود اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دیگا! اور اللہ تعالےٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔" پھر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

"اِتَّبِعُوْنِیْ یَا اُمَّتِیْ قَوْلاً فِعْلاً وَّحَالاً حَتّٰی تَصِیْرُوْ مَحْبُوْبِیْنَ اللّٰہ تعالےٰ ط

اے میری امت! میری اطاعت کرو۔ قول میں فعل میں اور حال میں یہانتک کہ تم اللہ تعالےٰ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جاؤ گے"۔ لالچ اور طمع یا جبر و اکراہ کی بنا پر جو متابعت اختیار کی جائے وہ اخلاص سے بہرہ مند نہیں ہو سکتی۔ اور اخلاص کے بغیر کوئی عمل بھی نفع بخش نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالےٰ کا یہ خطاب اُن لوگوں کے واسطے ہوا ہے جو محبّت والے ہیں کیونکہ محبّت کی بنا پر جو متابعت ہو گی دولتِ اخلاص سے مالامال ہو گی۔ محب کو محبوب کی ہر ادا پسند ہر قول اور ہر فعل مرغوب ہوتا ہے۔ محبوب کے دشمنوں سے دشمنی اور محبوب کے دوستوں سے دوستی اختیار کرنا محبت والوں کا دستور ہے۔ محبّت نام ہے دوستی۔ وفا اور اخلاص کا۔ مروّت احسان اور تسلیم کا۔ دوست کی ہر شے محبوب۔ جہاں دوست ملے۔ وہ جگہ عرشِ معلّٰے اور وہی کعبہ و قبلہ ہے۔ جس جا دوست کا گذر ہو وہاں کی خاک بھی محبّت والوں کی آنکھوں کا سرمہ اور سر کا تاج ہے۔ لوگوں نے مجنوں کو دیکھا کہ وہ ایک کُتّے کے پاؤں کو بوسہ دے رہا ہے۔ پوچھا یہ کیوں؟ جواب دیا یہ کُتّا اکثر لیلےٰ کے کوچے میں جایا کرتا ہے۔

اے عزیزو! اللہ تعالےٰ نے تمام کائنات کو محبت سے پیدا فرمایا ہے۔

پھر اس شخص پر افسوس ہے جو اس کی مخلوق سے بغض رکھے اور نفرت حقارت سے کام لے۔ یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ذلیل جانے گا خود ذلت میں مبتلا ہو گا۔ افسوس ہے کہ آج زمانے کی ہوا ہی بدل گئی اور رحمۃ اللعالمین سے نسبت رکھنے والی قوم اپنے اصولوں سے دُور ہو گئی۔ دنیاوی اغراض کے لیئے ایک دوسرے سے الجھنا اور لڑنا مرنا روزمرّہ کا مشغلہ بن گیا ہے اخلاق اور دینِ حق سے بیزاری کا رجحان بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

اے لوگو! اگر تم راہ حق سے فرار اختیار کر لو گے تو تم اس ہستیٔ مطلق کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔ وہ تمہاری اطاعت اور تمہاری سرکشی کے نتائج سے بے نیاز ہے۔ نہ تمہاری اطاعت سے اُسے کچھ فائدہ ہے اور نہ ہی تمہاری سرکشی سے اس کا کچھ نقصان ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ○ جس کسی نے نیک عمل کیا اپنے ہی لیے کیا اور جس نے برُا کام کیا اس کا بار اسی کی گردن پر ہے۔ پھر تم سب نے اپنے ربّ کی پاس لوٹ جانا ہے۔

اُس ذاتِ واحدہٗ لاشریک اور قادرِ مطلق کے لیئے یہ کوئی دشوار امر نہیں کہ ایک نافرمان قوم کی جگہ وہ کوئی ایسی قوم معرض وجود میں لے آئے۔ جو اس کی فرمانبردار ہو۔ جیسے کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین کی راہ سے پھر جائے گا تو وہ یہ نہ سمجھے کہ دعوتِ حق کو اس سے نقصان پہنچے گا۔ عنقریب اللہ تعالےٰ ایک گروہ ایسے لوگوں کا پیدا کردے گا جنہیں اللہ تعالےٰ خود محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالےٰ کو محبت کرنے والے ہوں گے۔

اگر تم اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کروگے تو اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی محبت کا دم بھرنا پھر اللہ کے اخلاق سے دُور اور اس کی مخلوق سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرنا محبت کے دعوے کی تکذیب ہے۔ افسوس کہ تم نے پندارِ خودی سے نجات حاصل نہیں کی اور ابھی من و تو کا امتیاز باقی ہے۔ اسی لیئے تمہیں کوئی آدمی اچھا نہیں لگتا۔ اگر توحید پر کامل ایمان ہوتا تو تمہیں کوئی شے غیر اللہ نظر نہ آتی۔ مخلوق سے بیگانگی درحقیقت صفاتِ الٰہی سے بیگانگی ہے۔ جو اس کی صفات سے بیگانہ ہے وہ ذات واحدہٗ لاشریک سے بھی بیگانہ ہے۔ جب تم اہل اللہ کی جماعت میں شامل ہو کر اللہ اللہ کرنے لگ گئے ہو تو تم پر لازم ہے کہ دوئی کے وہم سے نجات حاصل کرو۔ مخلوق کو خالق سے الگ نہ جانو۔ افسوس کہ تمہاری بری عادتوں نے تمہارا راستہ روک لیا۔ ایمان والے کسی ملامت سے رنج نہیں اٹھایا کرتے

اور نہ ہی کسی تعریف سے خوش ہوتے ہیں۔ مخلوق سے مخالفت کی عادت چھوڑ دو اور حضرت شیخ کے اخلاق کو اپنا لو۔ شیخ کے فرمان سے منہ موڑنا اور بدگمانی کی راہ اختیار کرنا ایمان سے بھاگ جانا ہے۔ اس "میں" کو مٹا دو کہ جب تک "میں" باقی ہے درویشی اور فقر کی راہ نظر نہ آئے گی حجاب دُور نہ ہوگا۔ حضرت سائیں شیر محمد فتح پوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

"میں" کہاں تے میں گنہگار ہوواں "میں" جہی نہ ہور خطا سائیں

جھڑے لا دے وچ مبتلا ہوئے بھلا اِلّا نہ کرے وفا سائیں

جنہاں لا تھیں لیا چھپا اِلّا اوہناں دوزخیں ملے سزا سائیں

عشق شیر محمد یار باہجوں دیوے غیر دا حرف اٹھا سائیں

بدگمانی سے منہ موڑ لو۔ ہمیشہ نیک گمان رکھو کہ یہ ایمان کی علامت ہے۔ آپس میں خوش خلقی اختیار کرو۔ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق پر مہربانی کرو اخلاق اور مروّت ایمان والوں کا زیور ہیں۔ رنج و راحت، نفع اور ضرر مخلوق سے نہ جانو۔ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللہِ تَعَالٰے ؎

گر گزندت رسد ز خلق مرنج | کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا داں خلافِ دشمن و دوست | کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست
گرچہ تیر از کماں ہمے گذرد | از کماندار بیند اہلِ خرد

(سعدی علیہ الرحمۃ)

درویشی یہ ہے کہ تم چھوٹوں پر شفقت سے کام لو اور جان لو کہ یہ گناہوں سے پاک ہونے کے باعث بہتر ہیں۔ بڑوں کی تعظیم اور عزّت کرو۔ اور یہی نیک گمان رکھو کہ ہم سے عمر میں بڑے ہونے کے سبب سے نیک اعمال میں بھی ہم سے بڑھکر ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ جو آج کفر اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں وہ کل توبہ کر کے تم سے آگے نکل جائیں۔ یاد رکھو! ایمان والے بدعملی سے متنفر ہوتے ہیں کسی کی شخصیت سے انہیں نفرت نہیں ہوا کرتی" حضرت شیخ قدس سرہٗ العزیز نے بعد ازاں حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوثِ صمدانی حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مبارک فیضِ سبحانی پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

افسوس کہ تمہیں ہر وقت کھانے پینے کی فکر۔ پہننے اوڑھنے کی فکر۔ روزگار کی فکر۔ مال اور اولاد کی فکر۔ اللہ تعالےٰ کے اس فرمان پر یقین نہ کیا کہ "میں ہی سب کا رب اور سب کا کارساز ہوں اور فرمایا کیا میں تمہارے لیے کافی نہیں ہوں"؛ اے غافل انسان! ذرا اپنی تخلیق اور اس کی ربوبیت میں بھی غور کر کہ تو رحمِ مادر میں گوشت کا ایک لوتھڑا تھا۔ پھر تجھے شکل وصورت عطا کی اور بہترین طریقہ سے بنایا۔ شکمِ مادر میں تیری غذا جو بہت لطیف تھی ناف کے راستے سے تیرے پیٹ میں اُتاری پھر حیات دی۔ توانائی دی۔ اور جب تو شکمِ مادر سے باہر آیا تو تیری ماں کے پستانوں میں تیرے لیے خوراک

پیدا کر دی۔ اے غافل انسان! کیا یہ اس قادرِ مطلق کی ربوبیت، رحمت اور محبت کا کرشمہ نہیں ہے کہ تو اپنے کام و دہن سے یہ خوراک حاصل کرنے لگا۔ سوچ تو سہی کہ تجھے اس طرح خوراک حاصل کرنے کا طریقہ کس نے سکھا دیا تھا۔ جب کہ اس سے پیشتر تیری خوراک کا ذریعہ تیری ناف تھی۔ تیرا منہ نہ تھا۔ پھر غور کر کہ اللہ تعالےٰ نے کس طرح تیری اُلفت تیرے والدین کے دلوں میں ڈال دی۔ تاکہ تیری پرورش کا سلسلہ محبّت اور شفقت کے ساتھ قائم رہے! پھر جب تو بچپن کے زمانہ سے نکل کر عہدِ جوانی میں داخل ہوا تو اللہ تعالےٰ کی نعمتوں اور کرم فرمائیوں کو بھول گیا۔ اسے رب نہ جانا، بلکہ تو آپ ہی اپنا رب بن بیٹھا۔ تو اللہ تعالےٰ سے وعدہ کر کے آیا تھا اور کہا تھا " اے میرے مالک! بیشک تو ہی ہمارا خالق اور رب ہے۔ تو ہی معبود حقیقی اور تو ہی ہر شئے کا مالک ہے اور ہم سب نے بالآخر تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

اے غافل انسان! اب تو کیوں اپنے وعدے کو بھول گیا ہے، افسوس کہ تو اللہ تعالےٰ کی نعمتیں کھائے۔ اس سے انعام و اکرام حاصل کرے پھر اس کی بتلائی ہوئی راہ پر چلنے کی بجائے اپنے دشمن شیطان کی طرف بھاگے۔ اللہ تعالےٰ کی محبّت کی بجائے اپنے مال املاک بیوی اور اولاد کی محبّت کا دم بھرے۔ اور اپنے حقیقی محسن کو بھول جائے؟

اے عزیزو! اللہ تعالےٰ نے تمام نعمتیں اور کرامتیں تمہارے ہی لیئے

پیدا فرمائی ہیں۔ ذاتِ حق ہر حاجت سے پاک اور بے نیاز ہے ان نعمتوں کو اپنی خواہشوں اور نفسوں کے ہاتھ سے نہ لو۔ کیونکہ ایسا کرنا اس کی بارگاہ اقدس کے آداب کے خلاف ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں :۔

ہر شکار و ہر کراماتے کہ ہست — از برائے بندگانِ شہ است

نیست شہ را طمع بہرِ خلق ساخت — ایں ہمہ دولت خنک آں کو شناخت

گفت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ[1] — تا نگردد بندہ ہر سو حیلہ جو

ھر کہ او بر حق توکل می کند — او بجائے خود تفضل می کند

اے بھولے ہوئے انسان! اللہ تعالےٰ نے تجھے اپنا آئینہ بنایا۔ (اَلْاِنْسَانُ مِرْاٰۃُ الرَّحْمٰن) تاکہ اس آئینے میں تو اُس کے جمالِ دل فروز کو دیکھ سکے۔ مگر افسوس ہے کہ تو اپنی خودی کی بندھنوں میں گرفتار ہو کر اپنا پجاری آپ ہی بنا رہا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ انسان میرا بھید ہے۔

---

[1] اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ وَ یُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ ٥

کیا خدا اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے ؟ (اور اے میرے رسول) وہ لوگ تم کو خدا کے سوائے ڈراتے ہیں۔ اور جس کو خدا گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

اور میں انسان کا بھید ہوں (اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ) پاک ہے وہ ذاتِ کریم جو انسان کو اس قدر اپنا قرب عطا فرماتا ہے کہ انسان کو اپنا ہمراز بنائے۔ مگر افسوس ہے۔ اے انسان تیری ناشکر گذاری پر کہ اس قدر قرب کے باوجود تو نے دوری اختیار کر لی اور آئینۂ دل پر خواہشاتِ نفسانی اور اشغالِ حیوانی کے گرد و غبار کو جمع کر رکھا ہے پھر تو اللہ تعالےٰ کے بھید سے کیوں کر آشنا ہو گا؛

اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ نے تجھے اپنی صفات سمع۔ بصر اور کلام سے نوازا۔ تجھ میں اپنی رُوح ڈالی۔ تجھے حیات بخشی۔ تجھ پر اس کے اس قدر انعامات اور تو اس سے بے خبر! اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" اے سردار انبیاء! ان لوگوں سے (جو تجھ سے پُوچھ رہے ہیں) کہہ دے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔

اے عزیزو! عالم دو ہیں۔ ایک عالمِ امر اور دوسرا عالمِ خلق۔ عالمِ امر مجمل ہے اور عالمِ خلق اس کی تفصیل۔ عالمِ خلق حادث ہے، اور عالم امر قدیم غیر حادث اور فناہ سے مبرا اور منزہ ہے۔ لہٰذا رُوح حادث نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ ۝ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۝

عالمِ خلق است ماسُوئے جہات   بے جہت دان عالمِ امر و صفات

عقل تر از عقل جاں تر ہم ز جاں ‏ ‏ ‏ ‏ بے جہت داں عقل علام البیان

بے جہت تر باشد آمر لاجرم ‏ ‏ ‏ ‏ بے جہت داں عالم امر اے صنم

روح خاص الخاص عطیۂ سلطانی ہے اور ارشاد باری وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ اس پر شاہدِ حال ہے کہ رُوح انسانی سے اللہ تعالےٰ نے اپنی ذاتی نسبت بیان فرمائی ہے (روحی = میری روح) اور جسے اس کی ذات پاک سے نسبت ہو اسے فناہ سے کیا تعلق؟

بھیکھا بھوکا کوئی نہیں ھر کی گٹھڑی لال
گرہ کھول نہیں جانتے اِس بِد بہے کنگال!

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَکُلِّ شَیْءٍ مِّنِّیْ ط یعنی مَیں اللہ کے نُور سے ہُوں اور تمام مخلوق میرے نُور سے ہے۔

جب اس خزانۂ مخفی نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے اپنے نُور سے نورِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ یعنی نورِ ذات نے بالباسِ بشریت اپنے محبوب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت میں جلوہ فرمایا۔ کوئی چیز نورِ محمدؐ سے کہ وہ نورِ ذات ہیں خالی نہیں۔ پس منصب رسولِ امین اور مقام رحمۃ للعلمین وہ منصب و مقام ہے اور نور و بشریت کا ایسا امتزاج ہے۔ جو نورِ ذات سے فیض لیتا ہے اور مخلوق کو فیض پہنچاتا ہے۔ چنانچہ

ارشاد باری وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اس پر شاہد حال ہے۔ یہ تعیّن ظہور اور بطون کے درمیان رابطہ ہے۔ یہی نورِ محمدی موجبِ تخلیقِ کائنات ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْخَلْقَ یہی نورِ محمّدی مظہرِ ربوبیتِ رب الارباب ہے۔ "لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ رَبُوْبِیَّتْ" لہٰذا بشریت رسول کو عام بشریت کی طرح جاننا گستاخی اور جہالت ہے۔

سیّد و سرور محمد نورِ جاں ❊ مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں
مہترین و بہترین انبیاءؑ ❊ جز محمد نیست در ارض و سما
راز دار کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا ❊ پردہ دارِ عالمِ باطن معاً
حضرتِ اُمّ الکتٰب و عقلِ کُل ❊ شہسوارِ لامکاں ختمِ رسُل
مظہرِ نورِ وجود علم و شہود ❊ قابل و آئینہ ذاتِ وجود
چوں شدہ فیض تو عالم آفریں ❊ شد وجودت رحمۃً لِّلعالمین
انبیا و اولیا تفصیلِ تو ❊ از کمالِ حق شدہ تکمیلِ تو
اے ہزاراں جبرائیل اندر بشر ❊ بہرِ حق سُوئے غریباں یک نظر
در مقامِ لی مع اللّٰہ سیر نیست ❊ وحدت محض است ایں جا غیر نیست
لی مع اللّٰہ شان خود فرمودہٗ ❊ من نگویم بندہٗ یا حق توئی

---

(۱۸)

ایمان اور یقین کی دولت سے جو بہرہ یاب ہیں وہ اپنے شیخ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے درمیان کسی امتیاز کو روا نہیں رکھتے۔ چشمے کا پانی اگر مختلف ندی نالوں کی صورت اختیار کرلے تو جاننے والے جانتے ہیں کہ تمام ندی نالوں میں اسی ایک چشمہ کا پانی ہی رواں دواں ہے پانی سے لدی ہوئی ہوائیں سطحِ سمندر سے اٹھتی ہیں۔ فضا میں یکجا ہو کر بادلوں کی صورت اختیار کرلیتی ہیں۔ پھر یہ بادل قطرہ قطرہ زمین پر برستے ہیں۔ اور پانی ندی نالوں میں بہتا ہوا سمندر میں جا گرتا ہے۔ جنہوں نے بنظرِ غور دیکھا جان لیا کہ سمندر ہی کے پانی نے یہ تمام شکلیں اختیار کی ہیں اور بالآخر سمندر ہی میں جا ملا ہے۔ مولینا رومؒ فرماتے ہیں۔

این صور دارد ز بے صورت وجود   چیست پس بر موجدِ خویشش جحود

فاعلِ مطلق یقیں بے صورت است   صورت اندر دست او چوں آلت است

صورت از بے صورتی آید بروں　　باز شد اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ[1]

جو لوگ شیخ سے محبت رکھتے ہیں وہ شیخ کے احکام کو تسلیم کرتے اور اس کے قول و فعل پر عمل کرتے ہیں۔ کامل شیخ حدودِ الٰہی کا محافظ ہوتا ہے۔ ایمان والوں کو تو ایمان جان و مال سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محبوب کے حکم پر جان اور مال سب کچھ قربان کر دیا جائے۔

دھن دے جیو کو راکھیئے اور جیو دے رکھیے لاج

جیو لاج دھن دیجیئے ایک پریت کے کاج

دیکھو تو میاں حامد کو ایمان کس قدر عزیز ہے اس کے گاؤں میں کچھ جھگڑا فساد ہو گیا۔ معاملہ تھانے والوں تک پہنچا۔ کسی نے بطور چشم دید گواہ اس کی شہادت بھی لکھوا دی حالانکہ وہ موقع پر موجود نہ تھا۔ لوگوں

۱۔ یہ تمام صورتیں بے صورتی سے وجود میں آئی ہیں۔ پھر اپنے پیدا کرنے والے سے تجھے انکار کیوں ہے؛

۲۔ وہ فاعل مطلق کسی خاص صورت میں مقید نہیں بلکہ صورت تو اس کے ہاتھ میں ایک آلہ ہے۔

۳۔ کہ اپنی بے صورتی سے اس نے صورتوں کو پیدا کیا پھر یہ تمام صورتیں اسی میں جا ملیں۔

نے اُسے گواہی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی وہ کہنے لگا بھائیو! جب میں موقع پر موجود ہی نہ تھا۔ پھر جھوٹی گواہی کیونکر دوں؟ تمام لوگوں اور گھر والوں نے بھی اُسے گواہی پر مجبور کیا۔ مگر وہ نہ مانا۔ بالآخر جب سب نے بہت تنگ کیا تو وہ گھر سے نکل آیا۔ رات ایک مسجد میں گذاری اور صبح یہاں آکر فریادی ہوا اور کہا قبلہ! خدا کے لیئے مجھے اس آفت سے بچائیے۔ یہ لوگ تو میرے ایمان کے دشمن ہیں۔ اور مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں جھوٹی گواہی دوں مجھے معتبر آدمیوں نے بھی کہا ہے کہ معاملہ سچ ہے تم گواہی دے دو۔ مگر میں کس طرح کہوں کہ میں موقع پر موجود تھا۔ خدا کے لیئے مجھے اس بلا سے بچائیے میں ایسے بھائی چارہ سے رہا۔"

"سبحان اللہ" کیا ایمان کی پختگی ہے۔ آؤ! ہم سب مل کر دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس کے ایمان کو سلامت رکھے اور ہم سب کو کامل ایمان عطا فرمائے۔

دعا کے بعد برادر طریقت مولوی نور الحق صاحب نے حضور قبلہ و کعبہ مرشدنا و مولانا کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ چک نمبرہ میں برادرِ طریقت میاں شیر محمد کالیہ کے پاس کچھ پیر بھائی اِدھر اُدھر سے آجاتے ہیں اور تمام رات ذکر جہر میں مصروف رہتے ہیں۔ تمام گلیاں اور بازار کلمہ طیبہ کے ذکر سے گونج اُٹھتے ہیں اور بہت پیارا سماں ہو جاتا ہے۔ ان دنوں اس چک میں ایک

پیر صاحب نذیر احمد نامی اپنے مریدوں کے پاس آئے ہوئے ہیں۔ پیر صاحب خود تو خالی ہیں مگر اپنے بزرگوں کی بزرگی کا سہارا لے کر پیری کا سلسلہ چلا رہے ہیں۔ وہ اس ذکر جہر سے بہت پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ اس طرح ذکر کرنے والے لوگ ریاکار ہوتے ہیں۔ ان کا ہادی انہیں گمراہ کر رہا ہے اور دوزخ میں دھکیل رہا ہے۔ یہ سُن کر حضرت مرشدنا و مولانا نے فرمایا:۔ میاں! عبادتوں میں افضل عبادت اللہ تعالےٰ کا ذکر اور فکر ہے۔ ذکر جہر میں جب تک دل زبان کا ساتھ نہ دے۔ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جب دل ساتھ دینے لگے تو پھر ذکر قلبی کا آغاز ہو جاتا ہے جو ذکرِ جہر سے افضل ہے۔ ذکر کے ساتھ قلب کی تصدیق۔ ادب۔ ذوق۔ شوق اور حرمت کا ہونا ضروری ہے۔ ذاکر مذکور کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ سوائے مذکور کے کوئی شے دل و نظر میں نہ رہے۔ یہاں تک کہ ذاکر خود اپنی ہستی سے بے خبر ہو جائے یہی حضوریٔ قلب ہے اور فرمانِ نبوی لا صلوٰۃ الا بحضور القلب کا یہی منشا ہے۔ رہا پیر صاحب کا معاملہ تو یہ اُن کا اپنا حال ہے۔ آئینہ میں ہر شخص اپنا ہی چہرہ دیکھتا ہے۔ بازاری خرافات سے تو ریاکاری کا ذکر بہر صورت بہتر ہے کہ اس میں اللہ تبارک و تعالےٰ کا نام تو موجود ہے۔ پھر جہاں تک دوزخ اور جنت کا معاملہ ہے۔ اہل اللہ ان دونوں سے بے نیاز ہیں۔ سچ پوچھو تو ایمان کی کامل صورت ہی یہی ہے کہ یادِ الٰہی نہ تو دوزخ کے ڈر سے ہو اور نہ ہی جنت کے لالچ سے

ہو۔ اللہ والوں کا مطلوب اور مقصود محض ذاتِ باری ہوتا ہے۔ وہ حق سے حق ہی کی طلب رکھتے ہیں۔ جہاں اُن کا مطلوب ہو وہ جگہ اُن کے لیے بہشت اور جہاں اُن کا مطلوب نہ ہو وہی جگہ ان کے لیے دوزخ ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک حج کے موقع پر بندگانِ خدا کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ میں خانہ کعبہ کے طواف میں اپنی عبودیت کے اظہار کے لیے شامل تھا۔ دلوں کی گہرائیوں سے محبّتِ الٰہی کے ترانے فضا میں بلند ہو رہے تھے۔ ہر دل اللہ تعالےٰ کی تقدیس کا اقرار کر رہا تھا اور دلوں سے نکلی ہوئی لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ کی صداؤں سے عبودیت کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ حمد و ثنا اور تقدیسِ الٰہی کے اس ماحول میں اچانک ایک ندا پردۂ غیب سے میرے گوشِ جان میں پہنچی اور میں سہم گیا کیونکہ یہ معبودِ حقیقی کا اپنے ایک بندے سے پُر جلال خطاب تھا جو قریب ہی طوافِ کعبہ میں مصروف تھا۔ اُسے حکم دیا جا رہا تھا کہ اے بندے! یہ مقام میری رحمتوں کا خاص مرکز ہے جس کا تو اہل نہیں ہے۔ تجھے ہر بار حکم دیا گیا ہے کہ تو یہاں آنا چھوڑ دے مگر تو ہر سال یہاں چلا آتا ہے۔ جا! اب جلدی یہاں سے نکل جا! حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس شخص پر اس عتاب کا کوئی اثر نہیں ہے۔ بلکہ وہ زیادہ محبّت اور عقیدتمندی کا اظہار کرتے ہوئے لبیک پکار رہا ہے۔ بالآخر میں اس کے قریب گیا

اور پوچھا "میاں! جو کچھ میں سُن رہا ہُوں کیا تم بھی سُن رہے ہو"؛ اس نے کہا میں تو کئی سالوں سے اس تلخ نوائی سے لطف اُٹھا رہا ہوں۔ خوشا نصیب کہ اس انبوہ کثیر میں صرف میں ہی ایک شخص ہوں جسے محبوب حقیقی خطاب فرما رہا ہے۔ میں ہمیشہ اس کے جمال دلنواز سے راحت اور چین پا تا رہا ہوں پھر آج اس کے جلال سے بددل ہو جانا مردانگی نہیں ہے۔ راہِ محبت میں محبوب کے جلال سے مکدّر ہونا محبّت کی علامت نہیں ہوتی۔ جلال اور جمال دونوں شانیں اسی محبوب دلنواز کی ہیں اور محب کے لیئے تو محبوب کی ہر شان اور ہر ادا پیاری ہوتی ہے۔ حضرت بایزید فرماتے ہیں کہ محبت کے اس انداز کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ پھر اس شخص سے سوال کیا "میاں! محبوب کے حکم کی تعمیل سے گریز کرنا بھی تو آدابِ محبّت کے خلاف ہے۔ کیوں نہیں حکم بجا لاتے۔ اور کیوں نہیں یہاں سے چلے جاتے"، میری یہ بات سُن کر وہ شخص بہت بیتاب ہؤا اور زور سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ اور کہا "بھلے آدمی! مجھے وہ جگہ بھی تو بتلا دو جہاں وہ محبوبِ یکتا نہ ہو۔ تاکہ میں وہاں چلا جاؤں"۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس تحمّل اور اخلاص کی وجہ سے وہ شخص مقام قرب تک پہنچ گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ کے انوار اور تجلّیات نے اس شخص کو گھیر لیا ہے۔"

ایک شخص نے جو چوری کے ایک مقدمہ میں ماخوذ تھا دعا کے لیئے التجا

کی۔ فرمایا "میاں، جب تم چوری کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے تھے تو کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے لی تھی؛ اب کس مُنہ سے اس سے رہائی کی التجاء کرتے ہو؛ افسوس کہ تم مخلوق سے چھپتے ہو۔ مخلوق کی گرفت سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے کرتے ہو اپنے خالق سے جو علیم اور بصیر ہے کیونکر چھپ سکتے ہو؛ افسوس کہ تم نے اس سے حیا نہ کی جو سب پر فوقیت رکھتا ہے اور جو ہر شے پر قادر ہے اُس سے خوف نہ کھایا۔ اب جب مخلوق کی گرفت میں آئے ہو تو اس دربار میں آکر فریادی ہوتے ہو۔ "بھلے پیرا ہماری مدد کر"۔

بھلا میں نے تمہیں کب کہا تھا کہ چوری کرو؛ اور کب میں نے کسی کو یہ کہا کہ انسان کی بداعمالیوں پر گرفت نہیں ہوتی؛ کیا پیر کا یہی کام ہے کہ چوروں کی مدد کرے؛ میری مدد تو اُن لوگوں کے لیئے ہے جو میری تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور جو مجھ سے موافقت رکھتے ہیں مَیں اُن سے موافقت رکھتا ہوں جو میرے ہو جاتے ہیں، مَیں اُن کا ہو جاتا ہوں۔ قافلے کے ساتھ سفر کرنے والا کوئی شخص اگر میر قافلہ کے حکم کی تعمیل سے گریز کرے۔ یا کوئی شخص قافلے کی راہ سے ہٹ کر دوسری راہ اختیار کر لے تو قافلے والے اس کی جان اور اس کے مال کی حفاظت کے کیونکر ذمہ دار ہو سکتے ہیں؛ ایمان والے تو باہمی سنگت کو برباد نہیں کیا کرتے۔ حکایت :-

ایک روز حضرتِ شیخ سید قطب علی شاہ قطب الاقطاب کی خدمت

میں حاضر تھا۔ عام آدمیوں کے علاوہ برادرانِ طریقت میاں اللہ یار صاحب اور حضرت سائیں شبیر محمد فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے کہ ایک شخص حاضرِ خدمت ہو کر کہنے لگا "جناب والا! میں نے ایک کام آپ کی خدمت میں فرمایا تھا" حضرت شیخ نے فرمایا "میاں! میں نے بھی تو عرض کر دیا تھا" اس پر حضرت سائیں شبیر محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ میاں اللہ یار اور کچھ حاضرینِ مجلس ہنس پڑے۔

حضور نے فرمایا "میاں جب تم یہاں آئے تھے تو تمہارا بھی یہی حال تھا۔ یہ سُن کر سائیں شبیر محمدؒ اور میاں اللہ یار گردنوں میں کپڑے ڈال کر دست بستہ کھڑے ہو گئے اور رو رو کر معافی مانگنے لگے۔ حضور نے فرمایا "میاں! درویش کو کسی کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے"۔ ایمان والے تو پیرو مرشد کی ذراسی رنجیدگی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

الٰہی ہمیں ہمارے نفسوں سے الگ کر دے اور ہمیں اپنے ساتھ زندہ رکھ اور ہمیں معاف فرما دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ ط

---

(۱۹)

برادرِ طریقت مولوی نور الحق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ۵ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ حضرت قبلہ و کعبہ مرشدنا و مولانا قدس سرہٗ العزیز نے تمام عقیدت مندوں کو طلب فرمایا۔ ظہر کی نماز کے بعد سرکار نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے بعد حمد و ثنا فرمایا۔ " ان دنوں میں اس دربار میں عجیب و غریب حالات دیکھ رہا ہوں۔ میری تعلیم سے بہت لوگ دور بھاگ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے نفسوں کی راہنمائی قبول کر رکھی ہے۔ دربار کو اپنی فتنہ طرازیوں کی آماجگاہ بنا رہے ہیں۔ یہ منافقت اور " میری تعلیم سے فرار " کی علامتیں ہیں۔ زبان سے اقرار مگر دل میں انکار کرنا منافقت ہے جب تم یہاں آتے ہو تو ایمان کا مظاہرہ کرتے ہو اور جب یہاں سے چلے جاتے ہو تو پھر وہی اپنے پرانے ہتھیار اٹھا لیتے ہو۔ یاد رکھو جب تک دل زبان کا ساتھ نہ دے محض زبانی دعوے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جب دل تسلیم کر لیتا

ہے تو وہ عمل پر اُبھارتا اور اخلاص کی تعلیم دیتا ہے۔ اخلاص آتشِ محبت کو ذوق اور شوق کی ہوا دیتا ہے اور آتشِ محبت ماسوا کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ ایمان والے ایمان والوں کا ہمیشہ بھلا چاہتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے۔ خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ" بھلے لوگ وہ ہیں جو ایمان والوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ تم بھی سوچ لو اور یاد کر لو کہ آج تک تم نے کتنے ایمان والوں کو نفع پہنچایا ہے افسوس! کہ تمہارے ہاتھ کسی کے ساتھ برائی کرنے سے نہیں رکتے۔ تمہارے دل بغض و عناد کو نہیں چھوڑتے۔ پھر کیا اس پر ایمان کا دعوے کرنا منافقت نہیں؛ جس کسی کو اچھی حالت میں دیکھا تمہاری آتشِ حسد بھڑک اٹھی۔ جہاں کہیں اچھی چیز دیکھی تم للچا گئے۔ غیبت چغلی اور بدخواہی روزمرہ تمہارے استعمال میں آنے والے ہتھیار ہیں۔ تم نے یہ نہ جانا کہ سب کو دینے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ کسی کو جو چاہے دے۔ پھر تمہارا یہ لالچ اور حسد تو ایسے ہے جیسے اللہ تعالےٰ کی دین پر اعتراض ہے اور تم اُس خالقِ حقیقی اور مالکِ تحقیقی سے جنگ پر آمادہ ہو۔ تمہارے ہاتھ سے کوئی چیز چلی جائے تو تم غم اور رنج سے نڈھال ہو جاتے ہو۔ اور اگر کوئی چیز میسر آجائے تو شکر گذاری سے گریز کرتے ہو۔ یہ سب منافقت کی نشانیاں ہیں۔ ارشاد باری ہے:۔

اَلْمُنَافِقُوْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا

یعنی منافقوں کا مقام دوزخ کی سب سے بری جگہ ہے جہاں اُن کا کوئی مددگار

نہیں ہوگا"۔ منافقانہ روش چھوڑ دو۔ اپنے قول و اقرار سے نہ پھرو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ میرا کام تو تمہیں خطرے سے آگاہ کرنا ہے۔ اور امن و سلامتی کی راہ پر بلانا ہے۔ بلا شبہ اللہ تعالےٰ گواہ ہے کہ میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں میں تو کبھی کا خاموش ہو گیا ہوتا مگر حضرتِ شیخ کے حکم کا پابند ہوں اور اُن کے حکم کی تعمیل میں مدتوں سے تمہیں راہ ہدایت پر بلا رہا ہوں اگر تم نے میرے حکم پر عمل نہ کیا تو جان لو کہ اس بے عملی کا بوجھ تمہاری گردنوں پر ہوگا۔ میں تو محشر میں اپنے مالک سے کہہ دوں گا کہ اے خدائے علیم و خبیر! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے حکم سے اِن کو بار بار تیری طرف بلایا اور انہیں ہر طرح سمجھایا مگر افسوس کہ انہوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی۔ اب تو مالک ہے چاہے انہیں عذاب کر چاہے انہیں معاف فرما دے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ وَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمُ ط جان رکھو میری گواہی کے وہاں دفتروں کے دفتر موجود ہوں گے۔ اب وقت ہے سمجھ جاؤ۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ افسوس کہ تم غرور، تکبر، بغض، کینہ اور حسد سب کچھ لئے پھرتے ہو۔ کیا تمہیں ارشادِ نبوی یاد نہیں؟ "اَلشَّيْخُ فِیْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ" یعنی شیخ کامل اپنے حلقہ اور قوم میں ایسے ہے جیسے ایک نبی اپنی اُمت میں ہوتا ہے" آج سوچو تو کیا تم نے فی الواقعی اپنے شیخ کو اس طرح تسلیم کر لیا ہے؟ اگر اس طرح تسلیم کر لیا ہوتا تو یہ فتنہ آرائیاں شر انگیزیاں اور فساد کی صورتیں ہرگز ظہور میں نہ

آئیں۔ پھر وہ بھی اُن درویشوں میں راہ پا رہی ہیں جنہیں مقامِ قربت حاصل ہے۔ افسوس کہ تم نے شیخ کے مقام کو نہ جانا۔ میں نے تمہیں دنیا کی آلودگیوں سے پاک کرنے کی کوشش کی تم نے انہیں نہ چھوڑا بلکہ مجھے بھی ان میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ میں نے تمہیں نعمتیں اور راحتیں دینے کی کوشش کی۔ تم دنیادار تھے اور اس کے ساتھ اپنی وابستگیوں کو نہ چھوڑا بلکہ مجھے بھی اپنے جیسا دنیادار جانا۔ میں نے تمہارے لیئے عزت کا مقام تجویز کیا مگر تم اپنی ذلتوں سے دست بردار نہ ہوئے اور اپنی پستیوں کو چھوڑنے کی بجائے مجھے بھی ان پستیوں میں دھکیلنے کی کوشش کی! افسوس ہے اُن خواتین پر جو اس لیئے کسی کو خاطر میں نہیں لاتیں کہ انہیں حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ خوابوں میں ملتے ہیں حالانکہ یہ ایک آزمائش ہے۔ جسے میں بخوبی جانتا ہوں۔ یاد رکھو اور جان لو کہ میں نے تمہیں اپنے قریب آنے کی اجازت اس غرض سے نہیں دی تھی۔ کہ مجھے تم سے کچھ فائدہ اٹھانا مقصود ہے۔ اگر تم سب یہاں سے چلے جاؤ تو میرا ذرّہ بھر بھی نقصان نہیں اور اگر یہاں اور لوگ چلے آئیں تو میرا کوئی فائدہ نہیں۔ میں تو اپنے مالک سے یہی عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر تو یہ سب کچھ بھی لے لے جو کچھ کہ تو نے مجھے ظاہری طور پر عطا فرمایا ہے۔ تو مجھے اس کا کوئی رنج نہ ہوگا۔ البتہ میرے دل کی تار جو تجھ سے مل چکی ہے۔ اپنے تقدّس اور کبریائی کے صدقے میں اسے نہ چھیڑنا۔

کیا تم بھول گئے ہو کہ تم لوگ کیسی حالتوں میں یہاں آئے پھر تمہیں یہاں عزت کا مقام ملا۔ ہر چھوٹے بڑے نے تمہاری خدمت اپنا فرض اور تمہارے حکم کی تعمیل اپنا ایمان جانا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ کے اس قدر کہ انعامات سے تمہاری گردنیں جھک جاتیں اور تمہارے ایمان مکمل ہو جاتے اور تم اللہ تعالےٰ کی شکر گذاری میں ہمیشہ سربسجود رہتے۔ مگر افسوس کہ تم نے شیطان کی راہ اختیار کر لی۔ تمہارے نفسوں نے اُس لعین سے اپنا تعلق قائم کر لیا۔ تم اللہ تعالےٰ کے انعامات کو اپنی ہمت اور حکمتِ عملی کا نتیجہ سمجھنے لگے اور تم نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ پیر خانہ کا وقار اور اس کی عظمت تمہارے ہی دم سے ہے۔ مائی طالعہ نے جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے اور جس قسم کی وہ باتیں بنا رہی ہے۔ اگر وہ یہاں سے چلی جائے تو سب لوگ جان لیں گے کہ اس مقام کو آباد رکھنا اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمّے لے رکھا ہے۔ وہ خود اس کا محافظ ہے اور اسے اپنے ذکر و فکر کا نشان بنائے رکھے گا۔ افسوس کہ تم نے دنیا سے وفا اور اللہ تعالےٰ سے بے وفائی اختیار کر لی۔ ایک مدّت سے تمہیں سمجھاتا چلا آ رہا ہوں۔ کہ اپنے نفسوں کی موافقت چھوڑ دو۔ اللہ تعالےٰ کی رسّی کو مضبوط تھام لو۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اور وفا سے نا آشنا ہے ایمان والے دنیا کو توکل کے ہاتھ سے لیتے ہیں۔ اور جس قدر ملے اس پر قناعت کرتے ہیں۔ اپنے مولا کی خوشنودی کے ہر وقت طالب رہتے ہیں۔ اللہ والو!

نے دنیا کو اپنے لیئے حرام سمجھ رکھا ہے۔ انہیں اگر کچھ طمع اور لالچ ہے تو صرف
اپنے مولا کی لقا اور دیدار کا ہے۔ اُن کے نفس سرکشی سے آشنا نہیں ہوتے
افسوس کہ تمہیں سمجھاتے سمجھاتے ایک زمانہ گذر گیا اور بالآخر یہ دیکھا کہ تم جہاں
سے چلے تھے ابھی وہیں ہو۔ میرے کلام کو سچ نہ جانا اور میری تعلیم سے دور بھاگے
جا رہے ہو۔ افسوس کہ آج زمانہ سے مروّت جاتی رہی اور ایسی درویشی نے
جنم لے لیا ہے جو اپنے شیخ سے بھی جنگ پر اتر آتی ہے۔

حضور مرشدنا کے اس قدر کلام فرمانے کے فوراً بعد مائی طالعہ گلے میں
کپڑا ڈال کر دست بستہ کھڑی ہو گئی اور بڑھ کر سرکارِ عالی مقام کے مبارک
قدموں میں گر پڑی اور زار زار رونے لگی۔ مائی کے ساتھ کچھ اور درویش بھی
دست بستہ کھڑے ہو کر بدیدۂ گریاں معافی کے طلب گار ہوئے۔ ہر جانب سے
معافی معافی کی التجائیں ہونے لگیں۔ حضرت شیخ قدس سرہُ العزیز خاموش
تھے۔ اور مجلس پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ ہر آنکھ نمناک اور ہر دل اپنی غلط کاریوں
پر نادم تھا۔ عقیدت اور ندامت کے مِلے جلے جذبات سے تمام فضا معمور
تھی۔ چندے یہی عالم رہا۔ بالآخر دریائے رحمت جوش میں آیا۔ شانِ غفار الذنوبی
نے جلوہ دکھایا اور حضرت شیخ قدس سرہ العزیز نے سر مبارک اوپر اٹھا کر سب
کو عام معافی کا مژدہ سنایا۔ سب نے پھر سے پیمانِ وفا باندھا اور حضرتِ شیخ
سب کو اخوت و محبت کی تلقین فرما کر عصر کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف فرما

ہوئے اور سب نے حضور کے اقتدا میں نماز ادا کی۔

اے مالکِ حقیقی! تیرا یہ بندہ جسے تو نے حضرتِ شیخ قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کی ترتیب کی خدمت سے نوازا ہے سب سے زیادہ خطاکار اور شرمسار ہے۔ اس نے کئی مرتبہ پیمانِ وفا باندھا اور ہر بار اُسے توڑا ہے۔ یہ تیری کس قدر کرم نوازی اور بندہ پروری ہے کہ تیری رحمت نے ہر بار اس کی خطاؤں کی پردہ پوشی فرمائی۔ اور تیری شانِ ستار العیوبی اور غفار الذنوبی نے ہر بار عفو و درگذر کا مژدہ سُنایا ہے۔

اے مالکِ حقیقی اِن تمام وقتوں میں ایک وقت وہ ہوگا جب کہ تو اس جانِ حزیں کو طلب فرمائے گا۔ اے مولا! اس وقت بھی بطفیلِ رسولِ مقبول اور آلِ اطہر اور بطفیل حضرت شیخ اور تمام مقبلان بخشش و رحمت کا مژدہ سنا دینا۔ ؎

مَلِیْحَۃُ التَّشَکُّرِ وَاتَّقِنِیْ ؕ

لَا تَغْفُلِیْنَ فِی الْوَدَاعِ اَنِّیْ ؕ

۱؎ اے رخِ زیبا اور اے وردِ زباں: کوچ کے وقت تم مجھ سے بے توجہی نہ کرنا۔

(۲۰)

آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں کان جو کچھ سنتے ہیں۔ سب اُسی ذاتِ واحد کی صفات ہیں۔ اِن صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مخلوق کے جو گناہ چاہوں گا بخش دُوں گا۔ مگر شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ جو لوگ اس میں مبتلا ہوں گے انہیں ہرگز معاف نہ کروں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو تعلیم فرمائی۔

"یَابُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔" اے بیٹے! اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے۔

اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی اور کو بھی اپنی ذات اور اپنی حیات سے قائم جاننا اور مخلوق کو اس کی صفات سے الگ سمجھنا شرک ہے۔ جملہ صفات۔ تمام اوصاف اور ہر حمد و ثنا صرف اُسی ذاتِ واحد کے لیئے ہیں۔ ہر شے کا قیام اُسی ذاتِ پاک سے ہے۔ کسی کو اس سے مفر نہیں۔ وہ مرجعِ خلائق ہے۔

ہر شئے کا خالق اور ہر شئے کا مالک وہی ہے۔ وہ رب الارباب ہے۔ سب پر اُسی کا فیض جاری ہے۔ نہ کوئی اس کی ابتدا ہے۔ اور نہ کوئی اس کی انتہا ہے۔ تمام اس کے محتاج اور وہ لا یحتاج ہے۔ جب اس نے ملائکہ کو پیدا فرمایا تو کوئی اس کا مشیر نہ تھا۔ جب زمین و آسمان۔ لوح قلم۔ عرش کرسی دوزخ جنت اور انسان کو پیدا فرمایا تو کوئی اُسے تجویز پیش کرنے والا نہ تھا۔ کوئی صلاح کار اور کوئی شریک کار نہ تھا۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر یا اس کے برابر کوئی صاحبِ عقل و دانش نہیں ہے۔ "تبارک اللہ احسن الخالقین" وہ عقلِ کل ہے۔ اور سب سے بے نیاز۔ اس کی شانِ صمدیت کا اقتضا یہی ہے کہ تمام اُسی کے محتاج اور اُسی کے مرہونِ منت ہوں۔ اور وہ ہر شئے سے بے نیاز وہ یہ سب کچھ پیدا کر کے ویسے ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اُسے نہ تو تھکاوٹ ہوئی اور نہ اس میں کسی شئے کا اضافہ یا کمی واقع ہوئی ہے۔ کہ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ اس کی شان ہے۔ اس نے جب کسی شئے کا ارادہ کیا وہ ویسے ہی ظہور میں آ گئی۔ وَمَنْ اَرَدَ شَیْئُ فَقَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ؕ اے طالبانِ صادق! اپنی ہستی کو اس کی ہستی سے الگ ایک ہستی نہ جانو کہ یہ شرک ہے مولانا رُوم فرماتے ہیں۔

۱۔ ہستیت در ہستِ آں ہستی نواز ہمچو مس در کیمیا اندر گداز

۱۔ تیری ہستی اس ذاتِ حیُ القیوم کی ہستی میں اس طرح گم ہے جس طرح کیمیا کے اندر تانبا گداز ہوتا ہے۔

۲۔ در من و ما سخت کردستی تو دست — ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست

۳۔ کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ جز وجہِ او — چوں نۂ در وجہِ او ہستی مجو

۴۔ ہر کہ اندر وجہِ ما باشد فنا — کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ نبود جزا

۵۔ زانکہ در الّا ست او از لا گذشت — ہر کہ در الّا ست او فانی بگشت

۶۔ ہر کہ بر درِ او من و ما می زند — رَدِّ باب ست او و بر لا می تند

اے عزیز و جب تک تم اپنی ہستی کے پندار سے خلاصی نہ پاؤ گے تمہاری آنکھ کا بھینگا پن دور نہ ہو گا۔ اپنی خودی کو مٹا دو تاکہ اُس ہستی نواز کی ہستی کے سِوا تمہیں غیر کی ہستی نظر نہ آوے اور تم اسے ہر جا ہر وقت اور ہر شے میں جلوہ افروز دیکھ سکو۔ کسی صاحب نے سوال کیا "قبلہ و کعبہ! اپنی خودی کو کس طرح مٹایا جائے"؟ فرمایا "مُبتدی کے لیے لازم ہے کہ ہر شے کی محبّت سے دست بردار ہو کر اپنے شیخ کی محبّت کو دل میں جگہ دے۔ شیخ کے

۲۔ تو نے "میں" کو مضبوط تھام رکھا ہے۔ اس طرح دو ہستیاں جاننے سے تمام خرابی ظاہر ہوئی ہے۔

۳۔ اس رُخِ زیبا (اللہ تعالیٰ) کے سوا ہر شے معدوم محض ہے جب تو اس کی ہستی میں فناہ نہیں ہے ہستی کی امید نہ رکھ۔

۴۔ وہ شخص فناہ کے مقام سے گذر گیا ہے جس نے اپنی ہستی کو اس کی ہستی میں فناہ کر دیا ہے۔

۵۔ کیونکہ وہ لاؔ سے گذر کر الّاؔ میں ہے اور جو الا میں ہے وہ فناہ فی اللہ ہو گیا ہے۔

۶۔ جو اس محبوب کی بارگاہ میں "میں" اور "تو" لے کر پہنچا اس کے دروازہ سے رد کر دیا گیا اور وہ لاؔ یعنی ہلاکت پر قائم ہے

مقام کو پہچانے۔ آداب کو ملحوظ رکھے اور شیخ کے حکم کی تعمیل میں دل وجان سے ہمیشہ مستعد رہے۔ بلکہ اس کے سامنے اس طرح رہے جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جب محبت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو سوائے محبوب کے دل ہر شے سے خالی ہو جاتا ہے۔ محبت خود راہنما ہوتی ہے اور اگر صداقت پر مبنی ہو تو مقصود اور مطلوب سے ملا دیتی ہے۔ ؎

راہرواں را خستگی راہ نیست　　عشق ہم راہ است ہم خود منزل است

چنانچہ حکایت ہے کہ ایک بھنگی ایک بادشاہ کے محلات میں صفائی پر مامور تھا۔ اتفاق سے ایک دن اس کی نظر برسرِ بام جا پڑی جہاں شہزادی کھڑی تھی۔ دیکھتے ہی ہوش وحواس رخصت ہو گئے۔ عشق کا تیر کاری لگا۔ سب کاروبار اور کھانا پینا چھوٹ گیا۔ دن بدن صحت گرنے لگی۔ بیوی نے علاج معالجہ کی طرف رجوع کیا۔ مگر فائدہ نہ ہوا آخر ایک دن بیوی سے کہنے لگا۔ اے نیک بخت! اب میری زندگی کی کوئی امید نہیں رہی کیونکہ میرا درد لاعلاج ہے اور رو رو کر تمام قصہ بیان کیا۔ بیوی کا دل بھر آیا۔ شاہی محلات میں جا کر شہزادی سے تمام ماجرا بیان کیا۔ وہ کہنے لگی تو ابھی گھر جا اور میری طرف سے اُسے پیغام دے کہ وہ فلاں مقام پر بیٹھ کر میرا انتظار کرے۔ میں کسی روز موقع پا کر اسے وہاں ملنے آؤں گی۔ بھنگی یہ پیغام سُن کر محبوب کے انتظار میں اس مقام پر جا بیٹھا۔ دل میں محبوب کا درد۔ لب پر ذکر اور آنکھوں میں انتظار لیئے ہوئے

اسے ایک زمانہ گذر گیا۔ لوگوں میں اس کی فقیری کا چرچا ہونے لگا۔ اور آنے جانے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ لیکن وہ کسی طرف التفات نہ کرتا رفتہ رفتہ شاہی دربار میں چرچا ہوا۔ بادشاہ ملاقات کے لیئے آیا اور فقیر کی بے تعلقی دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ محلات میں پہنچ کر ذکر کیا تو شہزادی کو بھی اپنا وعدہ یاد آ گیا۔ بادشاہ سے اجازت حاصل کر کے اپنے عاشق کی ملاقات کے لیے وہاں پہنچی مگر فقیر نے کوئی توجہ نہ کی۔ بالآخر کہنے لگی اے اللہ کے بندے! ادھر دیکھ میں وہی ہوں جس کے لیئے تو نے یہ روپ بھرا ہے۔ فقیر نے کہا۔ اے شہزادی! میں بھی تو وہی ہوں مگر اب میں غیر سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اے شہزادی! جس حسن کا پرتو میں نے تجھ میں دیکھا تھا۔ وہ حسن اپنے تمام حجابوں سے نکل کر اب مجھے ہر شے میں نظر آ رہا ہے۔ جب میں محبت کی آگ میں جل کر اپنی ہستی سے گذر گیا تو اس حسنِ مطلق نے مجھے نئی زندگی عطا فرمائی۔ پھر جب میں نے اپنے اندر جھانکا تو وہی حسن رگ رگ میں نظر آیا۔ اور اُس نے مجھے "من و تو" سے الگ کر دیا ہے۔ جب میں اپنی جان سے مر گیا تو جانِ جاناں سے زندہ ہو گیا"۔

فرمایا اگر کوئی طالبِ مولا اس طرح اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کرے۔ اور مطلوب حقیقی کے انتظار میں اس طرح بیٹھ جائے تو منزلِ مقصود پر پہنچ جائے گا۔ اپنی ہستی کے پندار کا نام خودی ہے جس نے اپنی ہستی کے پندار اور وہم سے چھٹکارا پا لیا وہ فنا کے مقام سے گذر کر ملکِ بقا میں داخل ہو گیا۔

ارشادِ نبوی ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ جس نے اپنی حقیقت کو پہچان لیا اس نے اپنے ربّ کو پا لیا۔" اے عزیز! سن لے کہ تیرا جسم ہے، اور تیری جان ہے۔ اگر تو نے اپنے آپ کو ایک جسم سمجھ رکھا ہے تو یہ بھول ہے۔ تیری جان تیرے جسم سے نہیں بلکہ تیرا جسم تیری جان سے ہے۔ اور تیری جان پرتوِ جانِ جاناناں ہے۔ جو فنا سے نا آشنا ہے۔

مولانائے روم فرماتے ہیں :۔ ؎

۱۔ آں چناں کہ پرتوِ جاں بر تن است — پرتوِ جاناناں بر جانِ من است

۲۔ جاں ہمہ نور است و تن رنگ است و بو — رنگ و بو بگذار و دیگر آں مگو

۳۔ رنگ دیگر شد و لیکن جانِ پاک — فارغ از رنگ است و از ارکان خاک،

جنہیں چشمِ حق بیں حاصل ہو جاتی ہے وہ ذرّہ ذرہ میں حق ہی کو دیکھتے ہیں۔ ہر شے میں اور ہر صورت میں اُسی کے رنگ کو پاتے ہیں۔ یہاں حلول و اتحاد اور جفت و زوج کو راہ نہیں کہ یہ دوئی کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ مگر دوئی ہے کہاں ؟

۱۔ جس طرح تن پر جان کا پرتو ہے اسی طرح میری جان پر پرتو جانانہ ہے۔

۲۔ جان نور اور تن رنگ و بو ہے۔ تو رنگ، و بُو سے گذر جا

۳۔ رنگ بدل جانے والی چیز ہے مگر جانِ پاک، رنگ و بو اور خاک کی عناصر سے پاک ہے۔

مقامِ توحید میں فصل اور وصل کا کوئی معاملہ ہی نہیں ہے۔ فصل یا وصل اس سے ہو جو غیر ہو۔ جب اس کے سوا کوئی موجود حقیقی ہے ہی نہیں تو پھر وہ کس سے الگ ہو اور کس کے ساتھ ملے۔ وہ نہ کہیں سے آیا اور نہ کہیں گیا پھر غور کرو کہ جب ہر مقام اور ہر خانہ اور ہر شے اُسی سے معمور اور ہر جا اسی کا ظہور رہے تو پھر وہ آئے تو کہاں سے آئے اور جائے تو کہاں جائے وہ دور جاننے والوں سے بھی دور نہیں کہ قرب اور بُعد اپنی اپنی سمجھ اور استعداد کا معاملہ ہے۔ ؎

پاس کہوں تو پاس ہے اور دُور کہوں تو دُور
جان اجان جہان ہیں سب میں ہے بھرپُور

وصال اس کے سِوا کچھ نہیں کہ دوری اور ہجر کے وہم سے نجات حاصل کر لی جائے۔ ؎

گدایاں را ازیں معنی خبر نیست   کہ سلطانِ جہاں باماست امروز

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:۔

۱۔گر ہزاراں اند یک کس بیش نیست   جز خیالاتِ عدد اندیش نیست

۱۔ اگرچہ بظاہر ہمیں ہزاروں کثرتیں دکھائی دیتی ہیں۔ مگر حقیقت میں ذاتِ واحد کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ کثرت صرف اُن خیالات کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے۔ گنتی اور عددوں کے شمار پر انحصار کرتے ہیں۔

۲- بحرِ واحد نیست جفت زوج نیست	گوہر و ماہیش غیرِ موج نیست
۳- نیست اندر بحر شرک ہیچ ہیچ	لیک با احول چہ گویم ہیچ ہیچ
۴- اصل بیند دیدہ چوں اکمل بود	دو ہمی بیند چوں احول بود
۵- ایں دوئی اوصاف دید احول است	ورنہ اوّل آخر آخر اول است
۶- کُلَّ شَیئٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ	اِنَّ فَضلَ اللّٰہِ غَیمٌ ھَاطِلٌ

سمندر میں ایک صاحب فہم مچھلی سے کسی دوسری مچھلی نے دریافت کیا - لوگ کہتے ہیں کہ سمندر بہت بڑا ہوتا ہے - مجھے بتلاؤ تو سمندر کیسا ہے مچھلی نے جواب دیا اے نادان ! اگر تو مجھے یہ بتلا دے کہ سمندر کے سوا کوئی

۲- بحرِ وحدت میں جفت و زوج نہیں ہے - سمندر میں مچھلی اور موتی نے سمندر سے ہی زندگی پائی ہے -

۳- سمندر میں شرک کا نام بھی نہیں لیکن آنکھ کے بھینگا پن سے مختلف چیزیں نظر آتی ہیں -

۴- جس کی بینائی کامل اور درست ہے اس کی نظر اصل پر پڑتی ہے - دو تو وہی دیکھتا ہے جس کی آنکھ میں بھینگا پن ہے -

۵- یہ دوئی بھینگے پن کی خرابی سے ہے ورنہ جو اول ہے وہی آخر ہے اور جو آخر ہے وہی اوّل ہے -

۶- اللہ تعالےٰ کے سوا ہر شے باطل ہے - بیشک اللہ کا فضل مینہ برسانے والا ہے نعمت اور احسان کا حضور سرورِ کائنات نے فرمایا اگر کسی شاعر نے سچا کلمہ کہا ہے - تو وہ لَبِید کا یہ کلمہ ہے اَلَا کُلُّ شَیئٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ -

اور چیز بھی ہے۔ تو میں تمہیں سمندر کی حقیقت بتلاؤں گی۔ اے نادان!
افسوس کہ تو نے سمندر ہی سے زندگی پائی اور سمندر ہی میں زندگی کی بہاریں
گذاریں پھر سمندر سے ہی بے خبر ہے۔

جب کسی شخص پر اللہ تعالےٰ کا فضل ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کا
سینہ اپنے علم کے لیئے کشادہ فرما دیتا ہے۔ یہ اس کی اپنی مرضی کا معاملہ ہے
کسی شخص کی تنگ و دو پر اس کا انحصار نہیں ہے۔

حکایت ہے کہ جہانگیر بادشاہ کو حضرت شاہ حسین جو دہلی کے بازاروں
میں بچّوں کے ہجوم میں عموماً گھرے رہتے تھے۔ ملنے کا شوق دامن گیر ہوا
مگر شاہی وضعداری اُن کی ملاقات کی راہ میں حائل ہو گئی۔ حسنِ اتفاق
سے ایک دن حضرت شاہ حسین کا گذر شاہی محلات کے قریب ہوا۔ خبرداروں
نے بادشاہ کو اطلاع دے دی۔ بادشاہ نے فوراً کمند پھینک کر شاہ صاحب
کو اوپر محلات میں کھینچ لیا۔ تعظیم و تکریم سے بٹھایا اور دریافت کیا حضرت!
آپ کو خدا کیسے ملا، جواب دیا جیسے آپ ملے ہیں۔ کہا میں کیسے ملا ہوں؟
جواب دیا جیسے خدا ملا۔ جہانگیر نے کہا "حضرت! مہربانی فرمائیے اور اس
معمہ کو حل کیجئے"۔ حضرت شاہ حسین نے فرمایا "اے بادشاہ! اگر مجھے یہ
خواہش ہوتی کہ آپ سے ملوں تو مجھے بیسیوں جتن کرنے پڑتے۔ شاہی
دربار میں درخواست گذارتا۔ آپ کے مصاحبوں کی منت سماجت کرتا۔

کئی دن اسی تگ و دو میں گذر جاتے۔ پھر اگر خاطرِ شاہ میں آجاتا تو ملاقات ہو جاتی ورنہ بے نیل و مرام واپس لوٹتا۔ مگر جب آپ کا ارادہ ہوا تو بے راہ اوپر کھینچ لیا۔ اور اپنے قرب میں جگہ دی۔ یہی حال اس احکم الحاکمین کی بارگاہِ قدس کا ہے جب اس کا فضل میرے شاملِ حال ہوا تو فی الفور دولتِ قرب عطا فرمائی۔"

حضور مرشدنا کے کلام کے دوران میں قریب ہی ایک شخص اپنے بیل کو پیٹتا ہوا گذرا۔ آپ نے قطع کلام فرماتے ہوئے بلند آواز سے اس شخص کو منع فرمایا۔ پھر فرمایا "جس بے زبان حیوان کو اللہ تعالٰے نے تمہاری خدمت کے لیئے مامور اور مسخر فرمایا ہے کیا تمہارا عدل یہی ہے کہ تم اِس پر ظلم کا ہاتھ دراز کرو" یہ ارشاد فرماتے ہوئے آپ کے رخسار مبارک آنسوؤں سے نمدار ہو گئے۔ پھر فرمایا افسوس کہ انسان کس قدر ناشکر گذار اور عجلت پسند ہے۔ دوسروں سے عدل چاہتا ہے مگر خود عدل سے دُور بھاگتا ہے۔ اس شخص کو راہ چلتے بیل کا اِدھر اُدھر مُنہ مارنا پسند نہ آیا۔ کیا کبھی یہ بھی سوچا کہ اللہ تعالٰے کو ہمارا راہِ راست سے بھٹکنا کیونکر پسند ہو گا۔"

یہ تقدیرِ الٰہی ہے کہ میرے پیکرِ خاکی کا خمیر ایسی سرزمین سے اٹھایا گیا ہے جہاں کے رہنے والے جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں خدا اور رسول کے احکام سے بے خبر اور غیر شرعی رسومات کے پابند ہیں۔ میں نے زندگی کا بڑا حصّہ آپ

لوگوں کی فلاح اور بہبود میں صرف کیا ہے۔ ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف تمہیں بلا تا رہا ہوں۔ مگر اب دیکھ رہا ہوں۔ کہ تمہاری بری رسموں اور عادتوں نے تمہارا ابھی تک پیچھا نہیں چھوڑا۔ اگر عورتیں اپنے فرائض سے بے خبر ہیں تو مرد بھی اپنے حقوق سے غافل ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ تمہارے گھریلو جھگڑے اور خاندانی تنازعے ختم ہی نہیں ہوتے۔ یہ تو مان لینے ہی سے ختم ہو سکتے ہیں۔ مان لینا اللہ تعالےٰ کو اور اس کی جملہ صفات کو۔ مان لینا رسولِ امین خاتم النبیّین کو اور اُن کے احکام کو اور کتاب اللہ کو۔ اگر تمہارے دل اللہ اور اس کے رسُول کی محبّت قبول کر لیتے تو دنیا اور عقبےٰ دونوں کا معاملہ سدھر جاتا۔ تبادلے کے رشتوں اور ناطوں کے رواج نے تمہارے گھروں کی مسرتیں اور آسودگیاں چھین لی ہیں۔ اگر کسی گھر میں میاں اور بیوی کے درمیان کسی بات پر تنازع ہو جاتا ہے۔ تو صرف اسی گھر کا امن اور چین برباد نہیں ہوتا بلکہ جواب در جواب کئی گھروں کا سکون لٹ جاتا ہے۔ مناسب تو یہ ہے کہ رشتۂ زوجیت میں منسلک کرنے سے پہلے لڑکے اور لڑکی کے والدین اور سرپرست دونوں کی عادات و اطوار کا موازنہ کریں اور فریقین میں خوش گوار اور اطاعت شعار زندگی بسر کرنے کے رجحانات کا جائزہ لینے کے بعد دیانت داری سے کسی نتیجہ پر پہنچیں مگر اس کے برعکس تمہارا دستور یہ ہے کہ لڑکی کا ناطہ وہاں کرتے ہو جہاں تمہیں تبادلے میں لڑکی کا ناطہ ملتا ہے۔ ایمان کی پختگی۔ حدودِ الٰہی کی پاسداری ـــ

شریعتِ مطہرہ کی پابندی تمہارے نزدیک قابلِ توجہ ہی نہیں ہیں۔ تم اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد پر بھی غور نہیں کرتے کہ مومنوں کے لیئے مومن عورتیں مشرکوں کے لیئے مشرک عورتیں اور زانیوں کے لیئے زانیہ عورتیں ہوتی ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی رسی کو مضبوط تھام لیا ہے وہ پیر و مرشد کی اطاعت میں ہمیشہ سرگرم رہتے ہیں۔ اس کے اقوال کو یاد رکھتے ہیں اور افعال میں اس کی متابعت اختیار کرتے ہیں۔ میرے کلام کو نہ بھولو میرے بعد ایسی باتیں نہ سن سکو گے۔ اللہ تعالےٰ نے میرے کلام کو میری عبادت بنا دیا ہے کیونکہ اپنے نفس اور خواہش سے الگ ہو کر کلام کرتا ہوں اور اسی کے بلائے بولتا ہوں۔

کاملِ مرشد کی صحبت کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ دل دنیا سے سرد اور حق کی طرف راغب ہو جاتا ہے مگر اعتراض اور کدورت لے کر آنے والے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ جو مرشد کی رشد و ہدایت پر یقین رکھے گا۔ کبھی گناہوں میں مبتلا نہ ہوگا۔ جب کسی مرید کو گناہ کی رغبت ہوتی ہے تو مرشد بارگاہ الٰہی میں نجاتِ گناہ کے لیئے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ گناہ کی رغبت رکھنے والے کے ضمیر کو پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور وہ شرم و ندامت میں ڈوب جاتا ہے ایسا مرید بوجہ ندامت پیر کے سامنے حاضر ہونے سے ہچکچاتا ہے

کیونکہ ادب ندامت دلاتا ہے اور ندامت قدم روکتی ہے

مگر بغیر مرشد کے چین و قرار بھی نہیں پاتا۔ یہ ندامت اور رنج و غم بالآخر

اُسے اللہ تعالےٰ کی بخشش اور درگذر کے دروازہ پر لا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ پیر کامل حق گو۔ حق بیں اور حق شناس ہوتا ہے۔ کسی کا مال و زر ظاہری قوت و اقتدار اور شان و شوکت اُسے نہ تو مرعوب کر سکتے ہیں اور نہ ہی اُسے حق گوئی اور حق جوئی سے باز رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ دنیاوی اغراض سے فارغ ہے۔ اُسے وہی سعادت مند لوگ پسند ہیں جو ہر وقت اللہ تعالےٰ سے لَو لگائے بیٹھے ہیں کیونکہ اُسے ارشادِ الٰہی یاد ہے کہ

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○[1]

دنیا کی زینت میں مردانِ حق کے لیئے کوئی کشش نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ارشادِ الٰہی سے غافل نہیں رہتے اور غریبوں پر زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔ مخلوق کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں۔ مگر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

---

[1] اور اے نبی جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔ اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں۔ آپ انہیں کے ساتھ اپنے آپ کو ٹھیرائے رکھیئے اور ان سے آنکھیں نہ پھیریے کہ آپ دنیا کی زندگانی کا پاس کرنے لگیں۔ اور اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا اور حد سے گذر گیا ہے

کسی کی پردہ دری نہیں کرتے۔ خود دانا اور بینا ہیں۔ کسی کے کہنے اور سننے پر بدگمانی اختیار نہیں کرتے۔ کامل مرشد کے دربار میں ریاکاروں کی رسائی نہیں ہوتی۔ جنہیں مرشد سے محبّت ہوتی ہے۔ وہ اس کی متابعت اختیار کرتے ہیں۔ طالبانِ صادق مرشد کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ کسی کو نقصان پہنچانا یا کسی کی تذلیل کرنا ان کا دستور نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ہر ایک کے بہی خواہ ہوتے ہیں سب پر مہربانی کرتے ہیں۔ کسی کی غلطی پر مواخذہ نہیں کرتے۔ بلکہ درگذر سے کام لیتے ہیں۔ اور اپنے دلوں کو بغض، کدورت اور حسد سے ہمیشہ پاک صاف رکھتے ہیں۔ کیونکہ جو دل اللہ کی یاد سے بھرے ہوئے ہوں اُن دلوں میں ایسی چیزیں سما نہیں سکتیں۔ اہل اللہ کی مجلس میں کسی کا بغض اور کینہ راہ نہیں پا سکتا ہے۔ وہاں اخلاص اور محبّت کے سوا کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ دل کی صفائی کے بغیر اہل اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا ادب کے خلاف ہے کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کے خاص رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ اور جس رنگ میں چاہیں اُسی رنگ میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت قطب الاقطاب رحمتہ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد حضرت چراغ علی شاہ قدس سرہ العزیز کے حوالہ سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سید شاہ جیونا کی اولاد سے ایک شخص شیخ کبیر تھا۔ جو اپنے علاقہ میں امیر اور صاحب اثر تھا۔ شیخ کبیر حضرت سلطان باھُوال رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں گاہ گاہے حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب خدمت میں پہنچا، تو

خیال کرتا کہ مرید ہو جاؤں پھر یہ خیال کر کے باز رہتا کہ میرے دادا حضرت شاہ جیونا تو دیوار ہی دوڑایا کرتے تھے۔ مجھے مرید ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک دن شیخ کبیر اور اُس کے آدمیوں کا مال کچھ آدمی لوٹ کر لے گئے۔ شیخ کبیر مال لے جانے والوں کی بستی میں پہنچا اور مال کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر ان لوگوں نے شیخ کبیر کی کوئی بات نہ سنی۔ ایک دن حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہ العزیز شیخ کبیر کے پاس کسی اور بھیس میں تشریف لائے۔ شیخ کبیر پہچان نہ سکا۔ مگر بزرگ جان کر تواضع سے پیش آیا اور انہیں ہمراہ لے کر بستی کے تمام گھروں سے لسّی پلائی۔ حضرت بھی پیتے جاتے اور بس نہ کرتے۔ آخر کار بستی سے باہر آ گئے۔ اور اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہوئے۔ شیخ کبیر پہچانتے ہی قدم بوس ہوا آپ نے فرمایا کہ تم ایک مدت سے حاضر نہیں ہوئے اس لیے ہمیں خود آنا پڑا۔ عرض کیا حضرت! مصیبت میں گرفتار ہوں مال واپس نہیں ملتا۔ فرمایا "تم بھی ویسے کیوں نہیں کہتے جیسے تمہارے بزرگ اور فقرا کہتے آئے ہیں۔ عرض کیا قبلہ! میرے کہنے میں کیا اثر ہوگا۔ فرمایا ابھی جاؤ اور کچھ نہ کچھ ضرور کہو۔ چنانچہ شیخ پھر وہاں پہنچا اور اُن لوگوں سے کہا۔ "تم پر کٹک پڑے میرا مال واپس کیوں نہیں دیتے اتنا کہنا تھا کہ بستی میں ایک شور بلند ہوا۔ اور کچھ لوگ بھاگے بھاگے اُن لوگوں کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہارے دشمن تمہارا تمام مال لوٹ کر لے جا رہے ہیں۔ پھر تو وہ لوگ شیخ کبیر کی بہت منت سماجت کرنے لگے۔ اور کہا دعا کریں کہ وہ لوگ ہمارا مال چھوڑ

جائیں۔ ہم آپ کا سارا مال واپس کر کے عزت کے ساتھ رخصت کریں گے چنانچہ جب اِن لوگوں نے مال لے جانے والوں کا پیچھا کیا تو وہ مال چھوڑ کر بھاگ گئے اور شیخ کبیر اپنا مال لے کر واپس آ گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کیا عمدہ ہے غنی کا تواضع سے پیش آنا فقیر کے ساتھ ثواب کی رغبت کی بنا پر اور اس سے بھی عمدہ ہے فقیر کا تکبّر غنی پر اللہ تعالےٰ پر اعتماد اور بھروسہ کی رو سے۔

اہل اللہ کا یہی شیوہ ہے کہ وہ توانگروں کی بجائے فقیروں میں زیادہ رغبت سے مصروف رہتے ہیں۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ کسی کے پرانے کپڑے ہونے کی وجہ سے اُسے حقیر مت جاننا کیونکہ تیرا اور اس کا پروردگار ایک ہی ہے۔ ایک فقیر حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں آیا آپ نے اس سے کہا نزدیک آؤ اگر تو غنی ہوتا تو کبھی پاس نہ بلاتا۔ اور جو لوگ آپ کے معتقدوں اور یاروں میں توانگر تھے وہ تمنا کرتے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے کیونکہ فقرا کو آپ اپنے پاس بہت بٹھلاتے تھے اور تونگروں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔ قابلِ تکریم ہیں وہ فقرائے صادق جن کے دل شکستہ ہوں کیونکہ وہ دوسروں کی نسبت اللہ تعالےٰ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ الٰہی ہمیں خواہشاتِ حیوانی اور لذّاتِ نفسانی کے سپرد نہ کر۔ اور ہمیں غیر سے الگ کر کے اپنے ساتھ زندہ رکھ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ٥

اقوال وارشاداتِ عالیہ

۱ دنیا دار دنیا میں عزت اور جاہ وحشم کا بھکاری ہے

۲ فقیروں اور درویشوں سے حسد نہ کرو۔

۳ افسوس کہ بعض نے اپنا وجود سمجھا۔ اللہ تعالےٰ کا نہ سمجھا اور کہنے لگا۔ میں بھوکا ہوں۔ نہ خود کو دیکھ نہ آخرت کو دیکھ۔ صرف خدا کو دیکھ بھوک نہ رہے گی۔

۴ پہلے ہی دن جب فرمان بدل وجان مان لیا۔ تو خدا اور رسول اُسی وقت مل گیا۔

۵ جو دنیا دار مجھ پر غصہ کرے اگر میں بھی کروں تو میں بھی ویسا ہی دنیا دار :

۶ نفس کی خواہش سے کلام نہ کرو اور اس کی حیلہ سازیوں سے بچو۔

۷ مہماں کی تواضع خدا اور رسول کی اطاعت ہے۔

۸ کلمہ کا مطلب ہے اپنے وجود کی نفی اور وجودِ مطلق کا اثبات۔

۹ دنیا زوال ہے اسے کمال نہ کہہ کہ اس کا کمال ہی اس کا زوال ہے۔

۱۰ مخلوق کی تعریف سے خوش اور مذمت سے رنجیدہ ہونا درویشی نہیں دنیاداری ہے۔

۱۱ خدا کا علم نبوت کا علم اور نبوت کا علم تم (یعنی علمِ انسان)

۱۲ مومن وہ ہے کہ جب اس کے سامنے نام اللہ تبارک وتعالےٰ لیا جائے تو اسے اس طرح لذّت اور تسکین حاصل ہو جیسے پیاسے کو پانی سے حاصل ہوتی ہے۔

۱۳ جس نے شیخ کامل کی تصدیق کی اس کا شمار صدیقوں میں ہے۔

۱۴ چاندی کو ملو تو سیاہی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا باطن سیاہ ہے اسی طرح دنیا کی محبّت دلوں میں سیاہی پیدا کرتی ہے۔

۱۵ ظاہری عالموں کی بات حلقوم سے اوپر ہے نیچے سے نہیں (دِل سے نہیں)

۱۶ دنیا نفس کا مقام ہے۔ نفس کے لیئے کسی سے دوستی یا دشمنی اختیار نہ کر۔

۱۷ میں نے اللہ کو دیکھا اپنی آنکھوں سے تمہاری آنکھوں سے نہیں۔

۱۸ تمام نہیں اکثر عورتوں کا نفس سرکش ہوتا ہے۔ اس لیئے مرتبہ خلافت سے رہ گئیں۔

۱۹ اللہ کے دروازہ پر اگر اس کا دشمن بھی آجائے تو دوست بنا لیتا ہے اسی طرح مسلمان وہ ہے کہ جو شخص بھی اس کے پاس آئے خاطرداری کرے اور اس کا دوست بنے۔

۲۰ ابلیس اور آدم نے ایک ہی قسم کا گناہ کیا۔ آدم نے اپنی طرف منسوب کر کے معذرت چاہی مقبول ہو گیا۔ ابلیس نے اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کیا مردود ہو گیا۔ افسوس کہ آج لوگ گناہوں پر فخر کرتے ہیں۔

۲۱ فرمانبرداری پردہ داری ہے اور نافرمانی برقعہ اتارنا ہے۔

۲۲ خود ہی خود سے دُور رہو۔

۲۳ جو برائی پر نازاں ہو وہ منافق ہے۔

۲۴ بدوں سے موافقت اور دوستی سب سے بڑی بدی ہے۔

۲۵ عبادت تیری بھلائی کے لیئے ہے۔ ذاتِ مطلق کا نہ تو کافر کے انکار اور سرکشی سے کچھ نقصان ہے اور نہ ہی مومن کے ایمان سے کچھ فائدہ ہے۔

۲۶ ریاکاری کی خیرات سے ثواب کی بجائے عذاب ہے راہِ حق میں وہ چیز خیرات کرو جو تم اپنے لیئے پسند کرتے ہو۔

۲۷ موت حیاتِ انسانی کو مٹا نہیں سکتی۔

۲۸ علم خدا کی پہچان ہے۔ جسے خدا کی پہچان نہیں وہ عالم نہیں۔

۲۹ میں اپنا حال بیان کرتا ہوں نفس مجھ پر زور ڈالتا ہے میں اس کی بات نہیں مانتا کیونکہ ہر امر سے پہلے خدا کی دلی محبّت ہے۔

۳۰ جو دم اس کی یاد سے جدا ہے کافر ہے تُو ہر دم اُسے یاد کر جسے بقا ہے۔ یہی تیری زندگی کا مقصد ہے۔

۳۱ پیوند والے پودے کی دیکھ بھال نہ ہو تو جلد گل سڑ جاتا ہے۔ مگر بیج والا پودا دیر تک رہتا ہے۔ اسی طرح اگر بلا محنت نعمت میسّر آ جائے تو جلد ضائع ہونے کا امکان ہے۔

۳۲ پانی وہی ہے مگر گرم سرد ہو کر موافق اور ناموافق ہوتا ہے۔

۳۳ مقرب کی اطاعت کرو کیونکہ وہ شیخ نے مقرر کیا ہے۔

۳۴ علم بغیر عمل اور عمل بغیر اخلاص کے نفع نہیں دیتا۔

۳۵ ہر شخص کا عکس اس کی حرکات کے تابع ہوتا ہے۔ بندہ خدا کا عکس ہے اس لیئے اُدھر چلو جدھر وہ چلے۔

۳۶ وہ پیر جو کہتا ہے مگر کرتا نہیں یعنی قول اور فعل میں اختلاف روا رکھتا ہے اس کی بات نہ مانو۔ اگر وہ نیک بات بھی کہے شیطان ہے۔ اُس کے قول اور فعل کو بُرا جانو مگر اعتراض یا بحث و تکرار نہ کرو کہ یہ مولویوں کا کام ہے۔

۳۷ سمجھ سے ملا ہے سمجھ سے۔ جدا ہے۔ نہ ملا ہے نہ جدا ہے۔ فقط

اللہ ہی اللہ ہے۔

۳۸ طریقت میں اپنا نفع اور نقصان۔ عزت اور ذلت مخلوق سے جاننا شرک ہے۔ جس شخص سے نقصان پہنچے تو نقصان کا معاوضہ شریعت کی رو سے طلب کرو۔

۳۹ صادقین تکلیف میں زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ اور ناقص چھوڑ دیتے ہیں۔

۴۰ جو مرید شیخ کے کلمات بدلے وہ مرید نہیں۔

۴۱ حضوریٔ قلب معرفتِ حق ہے جس کے بغیر نماز ادا نہیں ہو سکتی۔

۴۲ تم اگر زہر کھا لو تو نقصان دیگا۔ اگر طبیب کھلا دے تو نافع ہوگا کیونکہ وہ طِب کے مسلّمہ اصول کے مطابق کھلائے گا۔

۴۳ میرا کلام قابو کر لو میرے بعد کوئی نہ سنائے گا۔

۴۴ ذکر سے فکر افضل ہے۔

۴۵ اولیائے کرام اللہ تعالےٰ کے روشن چراغ ہیں۔ جو اندھیروں میں اجالا کرتے ہیں۔

۴۶ جس کے پاس جانے سے راحت نہ ہو اس کے پاس نہ جاؤ ورنہ زحمت اٹھانی پڑے گی۔

۴۷ جس طرح لوہا لوہار کی مار کھانے کے بعد کئی مفید چیزوں کی صورت

اختیار کر لیتا ہے اسی طرح اہل اللہ دنیا کی مصیبتوں اور مخلوق کی اذیتوں میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ بہترین مقام حاصل کریں۔

۴۸ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی میں عیش و عشرت کرنے والوں کے لیئے آخرت میں محرومی ہے۔

۴۹ بیماری موت کا اور گناہ کفر کا قاصد ہے۔

۵۰ دنیا کا زر و مال نہ تو ایمان کی علامت ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے سبب سے ہے۔ مفلسی نہ تو بے ایمانی کے نتیجہ سے ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالےٰ کی ناپسندیدگی کے سبب سے ہے۔ مفلسی میں فرمانبرداری اختیار کرنا اور تونگری میں زر و مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور اطاعت گذار رہنا اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔

۵۱ تمہارے اعمال تم پر گواہ ہیں۔

۵۲ اگر خدا کی طرف سے غضب بھی آتا ہے تو انسان کی بہتری کے لیئے آتا ہے۔

۵۳ عینی شاہد کے مقابلہ میں وہ گواہ جس کا علم شنید پر ہو کسی عدالت میں بھی قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ پھر دیدہ والے شنیدہ والوں پر کیوں اعتماد کریں؟

۵۴ عمل سے حال بنتا ہے اور زبانی دعوے سے حجاب بڑھتا ہے۔

۵۵ دنیا کی زندگی تیرا امتحان ہے۔

۵۶ منافق شہرت کا خواہشمند رہتا ہے۔ قربانی سے جی چراتا اور ایثار سے بھاگتا ہے۔ اگر تیرا دل شہرت کا متمنی ہے تو جان لے کہ ابھی اس کی منافقت باقی ہے۔

۵۷ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لیئے ایک دوسرے کی تعظیم کرو۔ جو خدا کی مخلوق کو ذلیل سمجھتا ہے اللہ تعالےٰ اُسے ذلیل کرتا ہے۔

۵۸ شیخ کامل کا حکم ابتدا میں مرید کو سخت معلوم ہوتا ہے۔ اگر مرید ثابت قدم رہے۔ تو یہ سختی آسانی میں بدل جاتی ہے۔

۵۹ دنیا کی خوشی عارضی ہے اور عقبےٰ کی خوشی دائمی ہے۔ دائمی راحت کو چھوڑ کر عارضی راحت میں مصروف رہنا خود فریبی ہے۔

الفراق

حضرت شیخ قدس سرّہ العزیز

کیوں طائرِ خوش الحان خاموش ہیں چمن میں
افسردگی سی کیوں ہے پھولوں کی انجمن میں

یہ چمن کو کیا ہوا ہے کہ بہار میں خزاں ہے
نہ مہک ہے وہ گلوں میں نہ وہ حسن یاسمن میں

فصلِ بہار گذری دن آ گئے خزاں کے
رمِ آہو اب کہاں ہے کہاں مشک اب ختن میں

ہمدم یہ کس کے غم میں دیوار و در ہیں گریاں
عرش و فرش ہیں لرزاں شیون ہے انجمن میں

آہ کس نے اب جہاں سے رختِ سفر ہے باندھا
اقبال و بخت و دولت سب آ گئے گہن میں

اے شمعِ نورِ افشاں تجھ کو خبر نہیں کیا!
بے آسرا ہیں راہی رین آ گئی ہے بن میں

ہر چند میں نے ڈھونڈا لیکن کہیں نہ پایا
ذوقِ نظر کہ حاصل تھا تیری انجمن میں

لاکھوں حسین دیکھے لیکن نظر نہ آئی
وہ ادائے دلنوازی جو تھی ترے بانکپن میں

یہ ظفر کی آرزو ہے رہے تا ابد میسّر
وہ نگاہِ لطف و احساں جو اتر گئی تھی من میں

سیّد ظفر قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شجرہ قادریہ حسبی

اے خدا اپنے تقدس اور صفا کے واسطے
صاحبِ لولاک احمد مصطفےٰ کے واسطے

دے اثر میری دعا کو یا الٰہ العالمین
حیدرِ خیبر شکن مشکل کشا کے واسطے

درگذر فرما خطاؤں سے میری ربِّ جلیل
سیّد الشہدا شہیدِ کربلا کے واسطے

اپنی صہبائے محبت سے مجھے مخمور کر
ہادیِ دینِ متیں زین العبا کے واسطے

ظاہر و باطن میں بھی علم و عمل کا شغل ہو
حضرتِ باقر امام الاولیا کے واسطے

تو ہی حافظ ہو ہمارا اور نگہباں تو ہی ہو
حضرتِ جعفر عزیزِ انبیا کے واسطے

ذکر ہو تیرا سدا اور فکر ہو تیرا مدام
موسےٰ کاظم ناظمِ ملکِ صفا کے واسطے

ناتواں ہوں اور قابل آزمائش کے نہیں
قرب ہو بن امتحاں موسےٰ رضا کے واسطے

دین اور دنیا میں تیری عفو و عافیت رہے
حضرتِ معروفِ کرخی بے ریا کے واسطے

مہرباں رہیو میرے احوال پر شام و سحر
سری سقطی عارفِ اصل و فرع کے واسطے

اور بدوں کے مکر و شر سے تو ہمیں محفوظ رکھ
ہاں جنید بادشاہِ اصفیا کے واسطے

دے عطا علم و عمل اعمال میں اخلاص دے
حضرتِ شبلی کمالِ اتقیا کے واسطے

جس سے تو راضی رہے مجھ کو عطا فرما وہی
عظمتِ بو الفضل تمہیدِ صفا کے واسطے

جسم اور دنیا کے دریا میں نہ ہم ڈوبیں کہیں
دامنِ رحمت میں رکھ ابو الفرح کے واسطے

جہل و غفلت سے ہمیں بیدار کر دے یا خدا
فخرِ عالم بو الحسن بحرِ وفا کے واسطے

گم نہ کر مجھ کو مقام امر میں مرے خدا
فخرِ صلحا بو سعید اہلِ صفا کے واسطے

ہو عطا مجھ کو بھی قول و فعل و حالِ معرفت
غوثِ اعظم شاہِ جملہ اولیا کے واسطے

سارے اعضا کو اطاعت میں تو اپنی زندہ رکھ
فخرِ دیں عبد الوہاب اہلِ صفا کے واسطے

قاضی الحاجات ہے تو غیر سے محفوظ رکھ
سید السادات فضل اللہ شاہ کے واسطے

اور ہمارا حشر بھی ہو ساتھ اہل اللہ کے
رکنِ ایماں حضرتِ ابو الفرح کے واسطے

دینے والے مجھ کو دے فہم و کرم و نعمتیں
لطف فرما سید احمد مقتدا کے واسطے

خوشبوئے توحید سے کر دے ہمیں بھی مشکبار
حضرتِ مسعود سید اولیا کے واسطے

وقتِ نزع ذوق دے اور وصل کر اپنا عطا
شاہ نور الدین علی صاحب رضا کے واسطے

تا دمِ آخر نہ چھوٹے دامنِ حسنِ ادب
حضرتِ شاہ میر شاہِ اصفیا کے واسطے

میری معصیت پہ یا رب میری رسوائی نہ ہو
حضرت شمس الدین محمد پیشوا کے واسطے

تو مسبب ہے ہمیں اسباب پر مائل نہ کر
شاہ محمد غوث سرِّ اولیا کے واسطے

آزما مجھ کو نہ میرے قول میں اور فعل میں
عبدِ قادر شاہ ثانی پیشوا کے واسطے

میرے مولا التفات اور درگذر سے کام لے
روحِ بالا پیر شاہِ اصفیا کے واسطے

معرفت میں تیری ہر دم دل مرا مشغول ہو
عبد قادر شاہ ثالث راہنما کے واسطے

تادمِ آخر تیرا ہی ذکر ہو اور فکر ہو
سرِ جاں عبد الوہاب المقتدا کے واسطے

ہو موافق عالمِ تقدیر ہر اک حال میں
شاہ زین العابدین گنجِ صفا کے واسطے

بدعتوں سے دور رکھ نارِ جہنم سے بچا
عبدِ رزاقِ صفائے اولیاء کے واسطے

ماسوا سے دور اپنے ساتھ تو موجود کر
سرِ عالم شاہ سیدِ مصطفیٰ کے واسطے

نفس کو شر سے بچا راہِ صداقت پر چلا
حضرتِ محمود جیلاں راہنما کے واسطے

تجھ کو ہے معلوم جو کچھ بھی مرے باطن میں ہے
لاج رکھ تو قبلہ سید مجتبیٰ کے واسطے

حاجتوں سے باخبر ہے پورا فرما دے انہیں
حضرت حمید بخش جانِ اصفیا کے واسطے

غفلتوں سے دور رکھ قعرِ مذلت سے بچا
حضرت سید غوث عزمِ اصفیا کے واسطے

اپنا متوالا بنا لے نفس سے کر کے الگ
شاہدِ صادق امان اللہ شاہ کے واسطے

نور سے روشن ہوں دل اور راہ سیدھی پر چلیں
حضرتِ شبیر علی گنجِ وفا کے واسطے

قاطعِ آدابِ الفت سب بلائیں دور ہوں
ہاں چراغ شاہ علی سر الٰہ کے واسطے

صدقے ستار العیوبی کے چھپا لے میرے عیب
قطبِ عالم رہنمائے رہنما کے واسطے

راہنمائے راہِ دیں تو راہنما کا قرب دے
راہنمائے راہِ حق عبد اللہ شاہ کے واسطے

لب پہ آیا نام شاہ کا کھل گئی دل کی کلی
حسرتیں بے کل ہوئی ہیں پیشوا کے واسطے

حسرت و ارمان مچلے دل مچل کر رہ گیا
سر تا پا اک آرزو ہوں رہنما کے واسطے

سائل دربار ہے احقر حقیر عبد الحمید
در پہ تیرے آ گرا ہے لطف کی لے کر امید

ہے گرفتارِ الم بن در تیرے جائے کہاں ،، بے ترے در کے کہے وہ حالِ دل کس سے بیاں

چارہ سازِ بیکساں اب تو بنے بگڑی میری دلنوازی ہو نوازِ رہنما کے واسطے

تجھے دستگیری کی قسم رکھ شرم میری حشر میں سایۂ لطفِ ظفر صاحب لقا کے واسطے

جلوہ روئے منور ہو دمِ آخر نصیب :

حُرمتِ آلِ عبا کل اولیا کے واسطے !

خادمِ درِ دولت :-

عبدالحمید قادری عفی عنہ

باہتمام مرزا محمد صادق ، رہن پرنٹنگ پریس لمیٹڈ ، بل روڈ ، لاہور میں چھپا